تہدیم وتخریب دین میں باطینہ کا کردار

تحقیق وتالیف

علی شرف الدین

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

تہدیم وتخریب دین میں باطینہ کا کردار

علی شرف الدین

دین اسلام کو اپنے آغاز سے آخر تک اپنی بقا کی جنگ کیلئے محاذِ کفر والحاد وشرک کا سامنا ہوا۔ اس میدان جنگ میں عالم جاہل، کم وبلند ہمت مسلمان، منافق سب شریک ہوتے تھے۔ لیکن غلبہ ہمیشہ سچے مسلمانوں کے توسط سے ہوا۔ یہاں نبی، خلیفہ، عالم و جاہل سب اپنے دشمن کو پہچانتے تھے کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ لہٰذا لڑنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی جس کے نتیجے میں ہر جگہ سے فتح ہی فتح حاصل ہوئی۔ لیکن دوسرا محاذ محاذِ باطنی ہے، جن کا کوئی جھنڈا نشانی اور چہرہ نہیں جن کو کوئی پہچانتا نہیں سوائے وحی سے یا تجربہ طویل سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ہر خاص وعام کو اس میں دخالت نہیں چنانچہ دشمن نہ پہچاننے کی وجہ سے اسلام نے اندر سے ضربت کھائی۔ یہیں سے احد میں پیغمبرؐ کو شکست ہوئی، صفین میں علی کو شکست ہوئی۔ ظاہر کو چھوڑ کر باطن پر عمل کرنے والے منافقین تھے۔ نبی کریمؐ وحی کے ذریعے ان کے عزائم ونوایا مخفی سے کشف ستار فرماتے تھے لہٰذا انہیں شرمندگی اٹھانا پڑتی اور ان کے خطرات ٹل جاتے۔ نبی کریمؐ اور وحی منقطع ہونے کے بعد خلفاء امت مسلمہ اصحاب اور آئمہ طاہرین کے لئے ہر وقت ان کی شناخت ممکن نہیں تھی جس کی وجہ سے ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ لیکن اسلام ومسلمین کو یہ ظاہر سے ابھی تک شکست نہیں دے سکے۔ باطنی محاذ پر جنگ لڑتے لڑتے آج انہوں نے اسلام کے اصول فروع شخصیات واقعی کو کنارے پر لگا کر خود ساختہ مصنوعی وبناوٹی اسلام و شخصیات پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ یہی وجہ ہے آج مسلمان دنیائے کفر وشرک سے دو بدو جنگ لڑنے سے عاجز وناتواں نظر آتے ہیں۔ حاضر کتاب ان کی منافقانہ مخفیانہ کارکردگیوں کے نمونہ پر مشتمل ہے۔ تاکہ مسلمان جان لیں وہ اس وقت قرآن وسنت پر عمل پیرا ہیں یا منافقین کی سنت پر گامزن ہیں۔

فہرس

کتاب کا تعارف

عرض ناشر

تمہید

باطنیہ

ھدم اسلام میں باطنیہ کے منصوبے

اخوان الصفاء

باطنیوں کے حیلے اور ہتھکنڈے

باطنیہ

اسماعیلیہ اور قرامطہ دو جڑواں بھائی ہیں

قرامطہ واسماعیلیہ کا تاریخی پس منظر

قرامطہ

اسماعیلیہ

حاکمان فاطمیہ

اسماعیلیوں کا مھدی موعود۔عبیداللہ مہدی کنیت ابومحمد

قائم بامر اللہ

منصور باللہ

معزللدین اللہ

عزیز باللہ

حاکم بامر اللہ:۔نابالغ حاکم جو ۱۱ سال کی عمر میں حاکم بنا

ظاہر باللہ

ظاہر باللہ نے اپنے دور حکومت میں درج ذیل تبدیلیاں کیں

مستنصر باللہ:نابالغ خلیفہ ۸ سال کی عمر میں حاکم بنا

مستعلی باللہ

آمر باحکام اللہ:نابالغ خلیفہ ۵ سال کی عمر میں حاکم بنا

حافظ للدین اللہ

ظافر باللہ

فائز باللہ:بچہ خلیفہ

ابومحمد عاضد لدین اللہ عبداللہ بن یوسف بن حافظ

عاضد للدین اللہ:بچہ خلیفہ

دور فاطمین پر ایک نظر

موجبات فاطمین

مستعلی غربیہ

دروز

بہرہ

نزاریہ شرقیہ یا حلقات مفقود وہ اسماعیلی کا دوسرا دور

فاطمین سے دوسرا جسورانہ حکانہ تعطیل اور تمسیخ شریعت اسلام کا

اعلان کرنے والا

آغا

اسماعیلی اور تقویم اسلامی قمر

مصر میں شیعیت کب داخل ہوئی

اہل حق

حروفیہ

وطنیت

قومیت
صوفیہ
حلولیہ
زہد کی چھتری کے نیچے سیکولرزم
دین صوفی کے عقائد و افکار کے مصادر
بدائیت ظہور تصوف و صوفی
سرخیل صوفیان
صوفیہ کے فرقہ
اسقاط تکالیف
تصوف کے قطب میں تصوف سے سالاتی
خواتین کو آگے کرنا
شعر و شعراء کی تقدیس و تعظیم
تاریخ شعراء
قبور پرستی باطنیہ کی بڑی شاخ
علانیہ
قرآن و حدیث کی جنگ
فرقہ باطنیہ کے بڑے داعی
باطنیوں کے گروہ مالی
اہداف منحوس باطنیہ
باطنیہ آلودہ یہود و مجوس
غلوستان سے کیا نہیں گزر رہے ہیں
بدعت

مہدویت

تمہید
کیا امام زمانہ کے بارے میں بھی شک کرتے ہو
مہدی
امام مہدی بین المشتاق والموصوف
مہدیون
مہدویت
مھدون
مہدیوں کے دلائل
امام مہدی سے متعلق کتب کی قدر و قیمت کتاب شناسوں کی نظر میں
دوسری دلیل: سنت و سیرت اقوام و ملل ہے
منجی بشریت کی آمد کی خبریں
مہدیون
تصور مہدی
امت اسلام میں امام مہدی کے منتظرین
۱۔ مہدیون سبائیون
۲۔ مہدیون کسانیون
۳۔ مہدیون محمدی
۴۔ مہدیون باقریون
۵۔ مہدیون صادقیون
۶۔ شمطیہ
۷۔ عماریہ

۸۔اسماعیلیہ منتظر اسماعیل بن جعفر
۹۔مہدیون موسویون
۱۵۔واقفیہ
۱۱۔مہدیون جارودیون
۱۲۔مہدیون محمد
۱۳۔مہدیون محمد مہدی
۱۳۔ابوعبیداللہ اسماعیلی مہدی
۱۴۔سابیہ
۱۵۔مدعیان مہدی علی محمد باب
۱۶۔محمد بن تومرت
۱۷۔صاحب شامہ
۱۸۔مہدیہ
۱۹۔مرزائیت
ولادت امام مہدی کے بارے میں وارد روایات کا تمحیص
استبعاد وجود امام سے دفاع
۱۔رد استبعادات
ساعۃ استجابت دعا
عقیدہ رجعت
فضل اللہ اور رجعت
مہدی اور مہدیان
امام مہدی کے بارے میں مہدیون کی تضاد گوئیاں
ظہور مہدی
عقیدہ مہدی تصور اقوام وملل
تیسری دلیل قرآن کریم کی آیات سے استدلال
چوتھی دلیل: روایات سے استدلال
روایات سے استدلال
امام مہدی کے بارے میں وارد روایات کا تجزیہ
روایات اہل سنت
روایات اسلامی میں ایک مہدی کی آمد
مہدی کے بارے میں روایات تواتر ہونے کا مضحکہ خیز لحہ
سند روایات متواتر
متن روایات
مہدی موعود امام
ولادت امام مہدی
نص بر امام زمانہ
امام مہدی
ولادت امام مہدی
علائم ظہور
علامت عمومی
امام مہدی ہی روئے زمین سے ظلم کا خاتمہ اور عدل کا قیام کریں گے
مہدویت قسط وعدل
عصر غیبت میں ہماری ذمہ داری
حدیث ثقلین: بارہویں امام کے وجود کی کیا دلیل عقلی ہے؟
امام مہدی سے متعلق سوالات
احادیث شیعہ

راویانِ روایات امام مہدی اثنا عشری
امام کو دیکھنے والوں کے نام
جنہوں نے امام زمانہ کا دیدار کیا
ولادتِ امام مہدی
امام حسن عسکریؑ کا اپنے بعد کی حجت کا تعارف
امام منتظر ہی پورے عالم کی قیادت و رہبری کر سکتا ہے
انتظارِ الفرج
فضل اللہ اور امام مہدی
مہدیوں نے وجود امام کے بارے میں جو دلائل نقل کئے ہیں وہ
وجود نوابان و وکلاء ہیں
نائبینِ امام مہدی
۱۔ عثمان ابن سعید عمری
۲۔ حسین بن روح نوبختی
۳۔ علی ابن محمد سمری
نواب اربعہ خاصہ
۴۔ ابو سہل علی ابن اسحاق بن ابی سہل بن نوبخت
شلمغانی
وکالت دروغ گو کے مدعی
حسین بن روح کے دور میں دعویٰ کرنے والے
فلسفہ غیبت: امامت کو بارہ پر روکنے کی حکمت
غیبت کے اسباب اور علل
فلسفہ غیبت
غیبت امام اور غیاب حجت
حکمت غیبت امام مہدی
امام مہدی کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف
علائم ظہور
نزولِ عیسیٰؑ
دجال
علامات ظہور مہدی
قیام معجزانہ امام مہدی
ظہور امام زمان کی تیاریاں
محدون
غیر کا انتظار کرنا
انتظار فرج
محدون نور
محدون کرۓ شعون
۱۔ محدون اجنبی پرستان وتقلید گراں
۲۔ محدون خوش خوراکیون
۳۔ محدون درسیون
اسلام معجزہ زمان ہے
مہدویت
مصادرِ باطنیہ
مصادرِ مہدویت

کتاب کا تعارف:

تہدیم وتخریب دین میں باطنیہ کا کردار

دین اسلام کو اپنے آغاز سے آخر تک اپنی بقا کی جنگ کیلئے محاذِ کفر و الحاد وشرک کا سامنا ہوا۔اس میدان جنگ میں عالم جاہل، کم و بلند ہمت مسلمان، منافق سب شریک ہوتے تھے۔لیکن غلبہ ہمیشہ سچے مسلمانوں کے توسط سے ہوا۔ یہاں نبی، خلیفہ، عالم و جاہل سب اپنے دشمن کو پہچانتے تھے کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔لہٰذا لڑنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی جس کے نتیجے میں ہر جگہ سے فتح ہی فتح حاصل ہوئی۔لیکن دوسرا محاذ محاذِ باطنی ہے، جن کا کوئی جھنڈا نشانی اور چہرہ نہیں جن کو کوئی پہچانتا نہیں سوائے وحی سے یا تجربہ طویل سے پہچانا جاسکتا ہے۔ ہر خاص و عام کو اس میں دخالت نہیں چنانچہ دشمن نہ پہچاننے کی وجہ سے اِسلام نے اندر سے ضربت کھائی۔یہیں سے احد میں پیغمبرؐ کو شکست ہوئی، صفین میں علی کو شکست ہوئی۔ظاہر کو چھوڑ کر باطن پر عمل کرنے والے منافقین تھے۔ نبی کریمؐ وحی کے ذریعے ان کے عزائم ونوایا مخفی سے کشف ستار فرماتے تھے لہٰذا انہیں شرمندگی اٹھانا پڑتی اور ان کے خطرات ٹل جاتے۔ نبی کریمؐ اور وحی منقطع ہونے کے بعد خلفاء امت مسلمہ اصحاب اور آئمہ طاہرین کے لئے ہر وقت ان کی شناخت ممکن نہیں تھی جس کی وجہ سے ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔لیکن اسلام و مسلمین کو یہ ظاہر سے ابھی تک شکست نہیں دے سکے۔ باطنی محاذ پر جنگ لڑتے لڑتے آج انہوں نے اسلام کے اصول فروع شخصیات واقعی کو کنارے پر لگا کر خود ساختہ مصنوعی و بناوٹی اسلام و شخصیات پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ یہی وجہ ہے آج مسلمان دنیائے کفر وشرک سے دو بدو جنگ لڑنے سے عاجز و ناتواں نظر آتے ہیں۔ حاضر کتاب ان کی منافقانہ مخفیانہ کارکردگیوں کے نمونہ پر مشتمل ہے۔ تاکہ مسلمان جان لیں وہ اس وقت قرآن وسنت پر عمل پیرا ہیں یا منافقین کی سنت پر گامزن ہیں۔

باطنیہ و بناتہا: تہدیم و تخریب دین میں باطنیہ کا کردار

عرض ناشر:

کتاب المیز ان الحکمہ تالیف علامہ رے شہری میں ایک روایت نقل ہے۔ فرماتے ہیں جتنے بھی محرمات کا ذکر قرآن و سنت میں آیا ہے اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے جو کہ حاکم جور ہیں۔ یہ روایت ہمارے لئے اپنے دین میں موجود مفاسد اور خرابیوں کو سمجھنے کے لئے ایک راہ کشا اور رباب کا افتتاح ہے۔ ہم گذشتہ زمانے میں ہر ایک برائی کا الگ الگ حساب کرتے تھے اور اس کے ازالہ کیلئے سعی و کوشش کرتے تھے۔ اور ان کے علل و اسباب میں غور و خوض کے بعد انکی سرگذشت کو مغرب یا امریکہ کو سمجھتے تھے۔ لیکن سعی کثیر کے بعد اس روایت سے واضح ہوا ہے کہ یہ جو تمام خرابیاں اور مفاسد دین میں پھیلے گئے ہیں اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور اسکا باطن فرقہ باطنیہ ہے۔ اس وقت دنیا میں مغربی طاقتوں نے اپنی شیطانی اور ابلیسی پس پردہ جرائم و مہلکات بھی فرقہ باطنیہ سے سیکھی ہیں۔ فرقہ باطنیہ وہ فرقہ ہے جو اس عالم حس و ظواہر اور عیاں کو بے معنی بے اثر اور لا حاصل قرار دیتا ہے۔ اور باطق کو مراد و مقصود قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنے اس عمل کو چھلکا اور مغز سے تعبیر کرتے ہیں اور چھلکے کو پھینک کر مغز کو لیتے ہیں۔ اس منطق سے انھوں نے بہت سے حقائق کو اڑا دیا ہے مثلاً تو حید و نبوت سے مراد امام لیا ہے۔ آیات محکمات لسان بینات کو بے معنی تاویلات کے ذریعے بے ھودہ قرار دیتے ہیں اور ہر قسم کے جال، انحراف، ذلالت و گمراہی کی کشتی میں خلق اللہ کو سوار کرتے ہیں۔

یہ وہ شاگرد برجستہ ہے جس نے اپنے استاد یہود و ابلیس پر سبقت و تقدم حاصل کیا ہے، ایک عرصہ سے ہم ان تمام جرائم کی تقسیم بندی کرتے تھے لیکن فرقہ باطنیہ سے آشنائی و آگاہی کے بعد اب واضح و عیاں ہو چکا ہے کہ تمام خرابیوں کی جڑ اس فرقہ سے ملتی ہے۔ لہذا سادہ لوح مسلمان قرآن و سنت کو پس پشت ڈال کر دین و شریعت کو صرف و نحو، معنی و بیان، منطق و فلسفہ اور اصول فقہ کو گردانتے ہیں۔ ہم علمائے اعلام کی آنکھوں سے پردہ ہٹانے اور چشم طبعی سے حقائق کو دیکھنے اور سامنے لگی ہوئی سکرین کو ہٹا کر فرقہ باطنیہ کی حرکات و سکنات سے آگاہ کرنے کے لئے فرقہ باطنیہ کے جرائم و موبقات کا خلاصہ چھوٹی چھوٹی مثالوں اور نمونوں میں پیش کریں گے۔ فرقہ باطنیہ کے جرائم میں سے ایک جرم امت کو سالہائے دراز سے سعی و کوشش سے روکنے، غور و خوض کرنے، تفکر و عقل اور تدبر پر مہر خاتمہ لگا کر ایک منجی بشریت کے آنے کا وعدہ کاذب دے کر ورغلا کر رکھا ہے۔ اور اس کے نام سے مسلمانوں اور بندگان خدا کی مال و دولت جان و ناموس کو آمریت اور استبدادیت کی حکمرانی میں دے کر اس ہستی کی آمد کو ثقافتی یلغار کے دوش پر چڑھا کر قرآن و سنت اور عقل سے استدلال کرنے والوں پر ڈنڈا چلایا ہے۔ ہم کتاب حاضر میں فرقہ باطنیہ کے موبقات و جرائم کا کچھ نمونہ اٹھائیں گے۔

تمہید:

الحمد الله وان اتى الدهر بالخطب الفادح، والحدث الجليل والاحقاد و الضغائن دفين الكواش الظهير على عبدک المليل الوضيع الحقير الفقير المسكين المستكين والمقطوعة عن الا صدقاء والاحباء والا عزاء العزيز والشكر ک على لعمائک وادائک الجليل الجسيم ايام الحصير واشهد ان لا اله الا الله لا شريک له، ليس معه اله غيره، وان محمدا عبده ورسوله، صلى الله عليه وآله، اجعل شرائف صلواتک، ونوامى بركاتک، على محمد عبدک و رسولک، الخاتم لما سبق، والفاتح لما انغلق، المغلن الحق بالحق، والدافع جيشات الاباطيل، والدامغ صولات الاضاليل، كمانترء من اعدائک الغالين، الضالين، المعاندين واعداء نبيک الخاتم كما سبق كمار نتبرء من اعدء المسلمين فى اكناف واطراف العالم.(خطبہ نہج البلاغہ ۳۵،حصہ۲،۷۲)

ہم اپنے اوپر داغے گئے مصائب ومظالم کی برگشت اس وطن عزیز کے کسی خاص فرد اور گروہ کی طرف نہیں کریں گے۔ہم کسی حاسد کا خود کو محسود قرار نہیں دینگے کیونکہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو کسی کیلئے حسد کا سبب بنے۔ میرے تجربے کے مطابق ان مظالم ومصائب کی برگشت بزدل اور چہرہ مکروہ کے حامل فرقہ باطنیہ کی طرف ہے۔شاید اس فرقے کا نام سن کر میرا کوئی مہربان معالج پھر مجھ پر برس پڑیں کہ بتایں فرقہ باطنیہ کہاں ہے کہاں اسکا کوئی بورڈ آویزاں ہے۔اور اسطرح مجھے اپنے عتاب کا نشانہ بنائے۔لیکن یہاں میں واضح کروں کہ آپ کو اس فرقہ کا کہیں کوئی بورڈ اور کتبہ نظر نہیں آئے گا کیونکہ اسکا نام باطنیہ اس لئے رکھا ہے کہ یہ روپوش ہی رہیں گے،انکا چہرہ سامنے نہیں آئے گا۔لیکن کسی کا چہرہ سامنے نہ آنے سے اسکا انکار نہیں کیا جا سکتا۔دشمنان اسلام یہود ونصاری کا کھلا چہرہ سامنے نہیں آتا لیکن کوئی انکے وجود کا انکار نہیں کرتا۔ اسی طرح ابلیس کے چہرے کو کسی نے نہیں دیکھا لیکن اسکے وجود سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ہر شئے کی علامات ونشانیاں ہوتی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب نشانی اسکے پیچھے سرگرم ہے۔ہم ان افراد کو اس فرقہ کا داعی سمجھتے ہیں جو دلیل ومنطق کی مخالفت میں کہتے ہیں ہر بات کی دلیل نہیں ہوتی لیکن ان سے سوال ہے اس بات کی کیا سند ہے؟اس فکر کے حامل تشدد کے قائل ہیں یہ پس پردہ حملہ کرنے ، روزگار تنگ کرنے کے داعی ہیں۔فرقہ باطنیہ کی نشانیوں میں سے ہے جہاں وہ کہتے ہیں ہر بات بتانے کی نہیں ہوتی ،مذہب کے دو چہرے ہوتے ہیں جن میں سے ایک ظاہر اور دوسرا باطن ہے۔انکی ایک نشانی مذہب میں فرعی راستہ نکالنا ہے،مذہب میں افراط وتفریط اور انتشار وافتراق پیدا کرنا ہے۔فرقہ باطنیہ کا سب سے خطرناک چہرہ قرآن ومحمدؐ کو پس پشت ڈال کر قرآن کے مقابل کسی اور کتاب اور محمدؐ کے مقابل کسی اور ہستی کو لانا ہے۔یہ فرقہ قرآن ومحمدؐ سے خوفزدہ ہے۔یہ سابقہ مشرکین کی سیرت کو اپناتے ہوئے قرآن ومحمدؐ کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں۔یہ ترقی وتمدن کے نام سے تمام محرمات دینی وشریعت کو آگے لاتے ہیں۔فرقہ باطنیہ کی شناخت کفر سے دوستی اور مسلمانوں سے دشمنی ہے۔ان کا کام امت مسلمہ کو سراب کے پیچھے لگانا ہے۔اپنے عمل کیلئے نمونہ ومثال دنیائے کفر وشرک کو بناتے ہیں۔قارئین اس مختصر کتابچے میں ہم اس فرقے کا تعارف کرائیں گے۔انکے بانیان اور انکی قدیم وجدید کارکردگی کے نمونے پیش کریں گے۔

ہمارے اوپر ڈھائے جانے والے مظالم کی لکیر اب اپنے اختتام کو پہنچنے والی ہے۔پہلے مرحلے میں ہماری کتابوں کے پڑھنے پر پابندی لگائی گئی

پھر فروخت پر اور اب انکی طباعت پر پابندی لگانے کا مرحلہ آچکا ہے۔لہذا ہم مجبور ہیں کہ ان حالات میں مروج طباعت کے وسیلہ سے ہٹ کر برقیاتی طباعت سے متوسل ہوں جسکے بارے میں کہا جاتا کہ یہاں کسی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔دیکھیں اسکے استعمال سے میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

آخر میں ان برادران عزیز کے اسماء گرامی بغیر کسی تعریف وتمجید کے ذکر کروں گا جنھوں نے میرے خطورات،تصوارات اور استنجات کو صفحہ قرطاس پر لانے کے قابل بنایا۔تعریف وتمجید اس لئے نہیں کرونگا کہ یہ اس آیت کریمہ کے مصداق بن سکتے ہیں﴿"ذٰلِکَ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِی بِہِ مَنْ یَشاءُ مِنْ عِبادِهِ وَ لَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ ما كانُوا يَعْمَلُونَ یہی اللہ کی ہدایت ہے جسے جس بندے کو چاہتا ہے عطا کردیتا ہے اور اگر یہ لوگ شرک اختیار کر لیتے تو ان کے بھی سارے اعمال برباد ہو جاتے"﴾(انعام۔۸۸) کیونکہ کسی کی تعریف پر خوش ہونا تعلیل اجر کا باعث بنتا ہے ہم انکی خدمات کو اپنے سے متوسل کئے بغیر بطور مستقیم رب جلیل کی خدمت میں پیش کریں گے۔

☆باطنیہ:

فرقہ باطنیہ وہ روپوش فرقہ ہے جنھوں نے خود کو تشیع اور حب اہل بیت کی چھتری کے نیچے رکھ کر لوگوں تک رسائی حاصل کی اور اپنے اندر کفر خالص کو چھپا کے رکھا۔انہوں نے اپنی دعوت میں تصوف اور فلسفے کی آمیزش کی ہے اور اسی مناسبت سے اپنا نام باطنیہ رکھا ہے۔ان کی نظر میں ہر ظاہر کا ایک باطن اور ہر تنزیل کی ایک تاویل ہوتی ہے جو محمدؐ لائے وہ اسے ظاہر کہتے ہیں اور اسے تنزیل کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باطن سے مراد علم تاویل ہے جو علیؑ ابن ابی طالب سے مخصوص ہے۔یہی ان کی دعوت کا خلاصہ ہے اسی بنیاد پر انہوں نے عبادات کو ساقط کیا ہے۔باطنیہ اسی گروہ کو کہتے ہیں جسے قرآن کریم نے منافق کہا ہے یعنی ایک سوراخ سے داخل ہو کر دوسرے سوراخ سے نکل جاتے ہیں ظاہری طور پر زبان پر اسلام کا اقرار کر کے اپنے کفر کو چھپا کر رکھنے والوں کو قرآن نے منافقین،غالیوں اور باطنیہ سے یاد کیا ہے۔

خلفائے راشدین کے دور میں فتوحات اسلامی کے تسلسل کے بعد منافقین عرب نے منافقین فارس وروم سے اتحاد کر کے دروازہ اہل بیت پر دستک دینے کیلئے غلو کا باب کھولا۔جب غلو گراؤں کا غلوان کے اصلی چہرے میں دکھائی دینا شروع ہوا تو انہوں نے ایک منظم طریقے اور منصوبہ بندی کے تحت اپنا نام باطنیہ رکھا۔منافقین کا مصداق جلی وہی گروہ ہے جو اقتدار ملنے کی امید وانتظار میں تھے لیکن جب اقتدار سے محروم ہوئے تو اسلام سے انتقام لینے کیلئے سرگرم ہوئے۔صدر اسلام میں ان کی سربر آوردہ دو شخصیات تھیں جنہیں اوس اور خزرج نے کرسی اقتدار پر بٹھانے کی تیاریاں کی تھیں لیکن حضرت محمدؐ کی آمد کے بعد وہ اس سے مایوس ہوئے تو انہوں نے اسلام میں رہ کر اندر سے اسلام کی مزاحمت کرنے کا فیصلہ کیا لیکن نبی کریمؐ کی شخصیت اور امت کے آپ پر غیر متزلزل ایمان واعتماد کی وجہ سے انہیں ہر موڑ پر شرمندگی اور ناکامی اٹھانا پڑی۔نبی کریمؐ کی شخصیت اور مسلمانوں کے غیر متزلزل ایمان نے تقریباً بیس (۲۰) تیس (۳۰) سال تک اسلام کو اپنی جان ومال،عزت وآبرو سے آگے رکھا۔دوسرے دور میں جب حکومت اسلامی کو یکے بعد دیگر درخشاں وتابناک فتوحات نصیب ہوئیں تو ان فتوحات میں غنائم سیاسی واقتصادی کے ساتھ صلیب ومجوس کی اعلیٰ وارفع دو حکومتوں کے شکست خوردہ افراد قیدیوں کی صورت میں مملکت اسلامی میں پناہ گزین ہوئے۔خلیفہ دوم کی دور اندیشی اور ذہانت نے انہیں مملکت اسلامی کے دار الخلافہ سے دور رکھا اور انہیں ایک خاص علاقے میں جاگزین کیا۔چنانچہ صاحب کتاب امام

صادق والمذاہب اربعہ اسد حیدر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے اسے حمراءالاسد کا نام دیا گیا جہاں یہ شکست خوردہ رہتے تھے ان میں سے ہر ایک کسی اصل عربی شخصیت کا موالی بنا۔ وہاں سے انہوں نے حسب اصطلاح قرآنی ایسی باتیں کرنا شروع کیں جو ان کے دلوں میں نہیں تھیں جب خلیفہ سوم عثمان بن عفان نے خلیفہ دوم کی سیرت سے انحراف کرتے ہوئے انہیں دارالخلافہ میں گھسنے کی اجازت دی اور خود اپنی اقرباء پروری کے جذبے سے عامۃ الناس کی نظروں میں غائباں نظر آنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی پہلی منصوبہ بندی کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا اور عالم اسلام کی مقتدر شخصیات کو ایک دوسرے کے مدمقابل لاکھڑا کیا اور خود کبھی حاکم اور کبھی محکوم کے حامی بنے۔ یہاں تک کہ انہوں نے عثمان بن عفان کی خلافت کے خلاف بغاوت شروع کی جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ انہوں نے اہل بیت کی دادفریاد ولاء کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو کرسی خلافت پر بٹھایا اور دوسری طرف سے علیؑ کو میدان جنگ میں بھی دھکیل دیا اور خود علیؑ کے حامی بنے جب انہیں علیؑ کامیاب ہوتے ہوئے نظر آنے لگے تو پھر وہ فریق مخالف معاویہ کے حامیوں میں بھی شامل ہونے لگے۔ اس طرح انہوں نے علیؑ کو جام شہادت پلانے تک مسلسل جنگ میں مصروف رکھا پھر چند دن امام حسنؑ کے دلدادہ وشیدا بنے اور جنگ جنگ کے نعرے لگائے لیکن جب دیکھا کہ یہاں تو معاویہ کا پلہ بھاری ہے تو معاویہ کی طرف رُخ کیا، ان کیلئے اپنی خدمات پیش کیں اور ان کے پلے کو مزید بھاری کیا اور امام حسنؑ کو مذل المومنین کہا۔ لیکن معاویہ اور دیگر بنی امیہ کے مقتدر افراد نے اپنی عصبیت عربی و خاندانی کے تحت ان آنے والوں کو تیسرے درجے کا شہری رکھا اور انہیں کوئی حیثیت نہ دی۔ جب معاویہ نے دیکھا کہ یہ مفاد پرست گروہ کسی کا نہیں لہٰذا انہوں نے جہاں سر اٹھایا انہیں کچل دیا گیا۔ اس پر انہوں نے اہل بیت کے دامن سے متمسک ہونے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے نفاق کو غلو میں تبدیل کیا تاکہ اہل بیت سے دوستی کے نام پر جو مقام ومنزلت مسلمانوں کے دلوں میں ہے اس کو اپنے قبضے میں لیں چنانچہ ابو الخطاب، مغیرہ، جابر جعفی، میمون دیصان اور خاندان قداحیان نے امام جعفر صادقؑ کے بڑے فرزند اسماعیل کو یرغمال بنایا اور انہیں محبت اہل بیت کے نام پر عیش ونوش میں مدہوش ومصروف رکھا لیکن ارادہ الٰہی نے ان کے عزائم کو خاک میں ملایا اور اسماعیل کو اللہ نے امام صادقؑ کی حیات میں دنیا سے اٹھالیا۔ جیسا کہ آج کے منافقین اسی سیرت پر چلتے ہیں کہ جہاں کہیں انہیں کوئی قد وقامت، شکل وصورت یا مقام علمی کی حامل شخصیت نظر آئے یا وہ اس کے بارے میں کچھ سن لیں تو یہ لوگ وہاں پہنچ جاتے ہیں اور اس شخصیت کو اس کی قابلیت اہلیت وصلاحیت سے زیادہ القابات کی خلعت پہناتے ہیں ان کے چھوٹے اور معمولی اعمال کو بڑھا چڑھا کر یا فعل حرام اور غلط کام کو بھی بڑی خدمات کے طور پر پیش کرتے ہیں یا وہ فعل جو انہوں نے انجام ہی نہیں دیا اسے بھی ان کی طرف نسبت دیتے ﴿ویحملون بما لم یفعلو﴾ ہیں اگر کسی نے دین وملت کو کفر کیلئے فروخت کیا ہے تو اسے بھی ان کی قربانی وفداکاری کا نام دیتے ہیں اور برداشت سے مافوق وسائل کا ان کی دہلیز پر انبار لگاتے ہیں تاکہ یہ افراد انہی کی گنتی وحساب اور طریقہ استعمال میں مصروف رہیں اور دین ومذہب کی سربلندی کے خواب نہ دیکھیں چنانچہ یہ لوگ ہمیشہ اپنے اقتدار اور شہرت کا خواب دیکھتے رہے۔ لیکن امام جعفر صادقؑ کی بصیرت اور دوراندیشی کی وجہ سے جلد ہی یہ اپنے مذموم عزائم میں ناکام ہوئے اور امام جعفر صادقؑ نے ان کے برے عزائم اور بدنیتی کا برملا اعلان کیا پھر یہ گروہ دوبارہ اپنے نفق ومنافقت کے دور میں واپس چلے گئے۔ اس بار اس نے باقاعدہ دقیق منصوبہ بندی کی اور اسلام کو ہر قیمت پر اور ہر محاذ پر ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے یہ طے ہوا کہ جھوٹ کے اتنے انبار لگائیں کہ صحیح چیز ان کے نیچے دب کر گم ہوجائے اور متلاشیان حق

کو انتہائی عرق ریزی اور بڑی تحقیق اور مطالعے کے بعد یہ پتہ چلے کہ فلاں معروف و مشہور عقیدہ جسے بڑے بڑے علماء مسلمات دین میں شمار کرتے تھے وہ تو ایک بڑے جھوٹ پر مبنی تھا اور یوں امت اسلامی کے قیمتی ماہ و سال نسل بہ نسل جھوٹ پر تحقیق کی نظر ہو جائیں۔ یہاں پر ہم ان کی اسلام سے مزاحمت کی طویل جدوجہد کو پیش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ مقولہ معروف ہے کہ حق اور انبیاء کا ایک چہرہ ہے اور یہ ایک ہی راستے پر قائم رہتے ہیں۔ لیکن شیاطین ہر دن اور ہر موقعہ پر اپنی شکل و صورت بدل دیتے ہیں یتشکل باشکال مختلفہ۔

جس وقت فلسفہ اپنے عروج پر تھا باطنی اسلام پر کاری ضربت لگا رہے تھے ان کے داعیان فتوحات اسلامی میں اپنی سیادت اور آقائیت کھونے کے بعد غم و غصہ اور جذبہ انتقام سے بھرے ہوئے تھے اور اسے دوبارہ جنگ کے ذریعے واپس ملنے کی امید و آرزو کھو بیٹھے تھے یہ لوگ شہوات ولذات اور نفس پرستی میں مستغرق تھے اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ مہم میں مصروف رہتے تھے کیونکہ اسلام ان کی حیوانی خواہشات کو روکتا اور انسانوں کے لئے نقصان دہ اور تباہ کن آزادی کو محدود کرتا ہے۔ جس طرح آج کی بعض مسلمان نما خواتین گانا گاتی اور رقص و سرور کی محافل سجاتی اور آزادی آزادی کا نعرہ لگاتی نظر آتی ہیں۔ فرقہ باطنیہ انہی کی طرح اسلام کو ختم کر کے ماضی کی لادینیت کو واپس لانے کے خواہش مند تمام افراد و گروہ کیلئے ایک چھت کی مانند تھا۔ ان لوگوں نے محسوس کیا کہ اسلام اب بھی طاقت و قدرت رکھتا ہے اسے میدان جنگ میں شکست نہیں دے سکتے مسلمان اپنے دین کے بارے میں احساسات قوی رکھتے ہیں ہم انہیں کھلے عام الحاد و کفر کی طرف دعوت نہیں دے سکتے ان سے جنگ کرنا ان کے عواطف کو بھڑکانے اور غیرت کی آگ کو شعلہ ور کرنے کے مترادف ہوگا بلکہ اس طرح ان کے اندر کفر سے مقابلہ و مزاحمت کے جذبے کو مزید تقویت ملے گی۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو بے خبر رکھتے ہوئے غیر محسوس انداز میں اسلام کو کنارے پر لگانے اور اسے غیر مؤثر بنانے اور بالآخر اسے بالکل ختم کرنے کیلئے عمل باطنیہ کا انتخاب کیا انہوں نے مسلمانوں کو ان کے عقائد و احکام سے باز رکھنے کیلئے مختلف بہانے اور نظریات قائم کئے تاکہ مسلمان قرآن اور سنت کا فہم حاصل کرنے اور ان پر عمل سے باز رہیں اور صرف ان کی تلقینات اور ان کے بنائے گئے عقائد و نظریات و رسومات پر توجہ دیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے یہ ڈھنڈورا پیٹا ہے کہ قرآن و سنت تک رسائی ہر شخص کیلئے ممکن و میسر نہیں جبکہ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴ میں آیا ہے۔ قرآن آسان زبان میں نازل ہوا ہے۔ تاکہ فہم و ادراک معارف میں مشکل پیش نہ آئے لیکن فرقہ باطنیہ نے آیات قرآن کے حیاۃ بخش معانی سے باز رکھنے کیلئے ان کے ظاہری معانی کی نفی کرتے ہوئے ہر کلمہ کا ایک باطنی معنی اختراع کیا ہے۔ مثلاً کلمہ نبوت و رسالت، ملائکہ، معاد، جنت، نار، واجب، حلال، حرام، صلاۃ، زکوۃ، صوم اور حج وغیرہ اپنی جگہ حقائق دینی ہیں۔ اور عام انسان بھی جانتا ہے کہ ان سے کیا مراد ہے جیسا کہ صلاۃ سے ایک ایسی ہیئت عبادت ذہن میں آتی ہے جس میں قیام، رکوع و سجود قرأت اور سلام وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح نبوت و معاد کے وہی معانی ہیں جو عام فہم ہیں لیکن اہل باطن نے ظاہری معانی کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ قرآن و حدیث کا ایک ظاہر ہے جسے جاہل سمجھتے ہیں لیکن عقلاء کیلئے یہ الفاظ رمز و اشارہ ہیں گرچہ بعض لوگ اس کے پوشیدہ رموز کو سمجھنے اور ان کی تہہ اور گہرائی میں جانے سے عاجز و ناتواں ہیں اور ظاہر پر اکتفاء کرتے ہیں لیکن ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے حقائق باطنی کی طرف عروج حاصل کرنے والوں کیلئے یہ چیزیں ساقط ہیں۔﴿**الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ الْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ**

الْخَبَائِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَ الْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَ عَزَّرُوهُ وَ نَصَرُوهُ وَ اتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ جولوگ کہ رسولِ نبی امّی کا اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے احکام کے سنگین بوجھ اور قیدو بند کو اٹھا دیتا ہے پس جولوگ اس پر ایمان لائے اس کا احترام کیا اس کی امداد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے وہی درحقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں﴾ سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں آیا ہے انہوں نے خود ساختہ عقیدے کے تحت یہ مشہور و عام کر دیا کہ ہر لفظ ایک ظاہر رکھتا ہے تو پھر کہا باطن اس کا مغز ہے جسے ان کی اصطلاح کے مطابق عامتہ الناس کے بیچ میں چھوڑا گیا ہے تا کہ ہر انسان اپنی مرضی سے تفسیر کرے۔ محمد ابن حسن دیلمی یمانی جو آٹھویں صدی کے دور میں تھے ان سے نقل کرتے ہیں شرائع کا ایک باطن ہے جسے امام کے علاوہ کوئی اور نہیں سمجھ سکتا یہ رموز اشارہ ہیں مثلاً غسل کے معنی امام سے تجدید عہد ہے تیمم سے مراد علم سے اتنا علم لینا ہے جتنا اس کی اجازت ہے صلاۃ سے مراد لوگوں کو امام کی طرف دعوت دینا ہے زکوٰۃ سے مراد علوم کو ان کے مستحق تک نشر کرنا ہے صوم سے مراد اہل ظاہر سے علم کو چھپانا ہے حج سے مراد طلب علم کیلئے رخت سفر باندھنا ہے کعبہ سے مراد نبی ہے باب سے مراد علی ہے صفا نبی اور مروہ علی ہے میقات علی ہے تلبیہ اجابت دعوت امام ہے طواف بیت اللہ سات دفعہ یعنی طواف محمد کیلئے ساتویں امام تک رسائی ہے باطنیوں کے نزدیک معجزات سے مراد وہ طوفان ہے کہ جس میں اہل شبہ غرق ہوتے ہیں۔

☆ھدم اسلام میں باطنیہ کے منصوبے:

انہوں نے صدر اسلام میں دعوت وجہاد کے ہراول دستہ میں شامل پرچمداران اسلام یعنی اصحاب واہل بیت کو ایک دوسرے کے مقابل میں پیش کیا یعنی اصحاب واہل بیت کیلئے مثالب ومطاعن غیر محدود جو ایک دوسرے کے ضد و نقیض میں ہوں وضع کئے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے ضمیر فروش، قلم فروش مورخین پیدا کئے یہاں تک کہ حقیقت دب جائے اور صحیح اور غلط کی شناخت ناممکن ہو جائے۔

اسلام کے فکر و عمل کے نظام کو غیر متوازن قرار دینے کی کوشش کی گئی جس طرح ایک دیوار کے اوپر رکھے ہوئے ایک بانس کے ایک سرے کو دبائیں گے تو دوسرا سرا اوپر اٹھ جائے گا غرض یہ میدان فکری اور عملی دونوں میں سرگرم ہوئے۔ ان میں سے بعض نے فکری میدان میں مآخذ ومدارک صرف عقل کو گردانا ہے یہاں سے عقل گر گروہ وجود میں آئے۔ دوسری طرف تنہا نقل کو مصدر شریعت قرار دے کر تمام احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کو تسلیم کرانے کیلئے عقل کو محبوس کیا اور حکم قرآن و شریعت کے تحت فکر و تدبر اور عقل کے استعمال سے حق و باطل میں تمیز کی کوشش کرنے والوں کو عقل کے استعمال سے روکا اور ان کی زبان کو لگام دی۔ اسی طرح عملی میدان میں بھی توازن کو ختم کرتے ہوئے ایک گروہ کے ذریعے زہد و پارسائی کو اٹھا کر صوفیت کی بنیاد ڈالی تو دوسرے گروہ کے ذریعے عیش و نوش، آزادی اور افتخار دولت و ثروت، لطف اندوزی اور دنیا داری کو ہی مقصد حیات گردانا گیا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کے پاس موجود ذخائرِ علوم ومعارف کے متعدد دروازے ہیں جن میں باب عقل اور باب حس جسے حواس خمسہ

کہتے ہیں شامل ہیں۔انسان حواس سماعت کے ذریعے منقولات جمع کرتا ہے۔چوتھا باب وحی ہے ان چار ابواب سے انسان کے اندر علوم ومعارف داخل ہوتے ہیں پھر انسان اپنے حالات تقاضوں کے تحت انہی میں سے کسی ایک پر اپنی فکروعمل کو استوار کرتا ہے۔دین اسلام ان چاروں دروازوں کی تائیدوتصدیق کرتا ہے اوران کی دعوت دیتا ہے لیکن باطنیہ اس دین کو منہدم کرنے کی خاطر ان مصادر دین وشریعت عقل اور قرآن وسنت تینوں سے احکام دین اخذ کرنے سے روکنے کیلئے ایک ہی پر زور دینے لگے تاکہ دین میں فکروتدبر کرنے والوں کو دین لنگڑا اور ایک ستون پر کھڑا نظر آئے اور دوسرا دین اسلام ایک آئین کامل کی شکل وحیثیت اختیار نہ کرسکے اور ہمیشہ دوسروں کا دست نگر رہے اسلام کو میدان عمل میں سے ہٹانے اور غائب رکھنے کیلئے علماء اور دانشوروں نے متعدداور مختلف اصول وفروع، واجبات، مستحبات اور مکروہات ومحرمات کوتہہ وبالا کیااور عملی میدان میں ان کے اندر سے توازن ختم کر کے کسی ایک کی طرف گامزن کیا ہے۔انہی مقاصد کیلئے یہ انتہائی شدومد سے اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لائے۔ذیل میں ہم اس کی مثالیں پیش کرتے ہیں:

ا۔ایک گروہ نے صرف عقل کو ہی مصدر و مآخذ علوم ومعارف قرار دیا جبکہ منقولات کو پس پشت ڈالا، یہاں سے انہوں نے گروہ عقلیت پیدا کیا جس نے ہر چیز کی کسوٹی کو عقل سے ناپا اور جوان کی عقل میں نہیں آتا اسے انہوں نے مسترد کیا۔انہیں جہاں کسی نصوص قرآنی یا حدیث کی سمجھ نہ آئی انہوں نے اسے یہ کہہ کر رد کیا کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی یا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔انہیں مسلمان اصطلاح اسلامی میں معتزلہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

دین اسلام کا مصدر اولی قرآن ہے۔قرآن کریم میں آیات متشابہ سے تمسک کرنے کو نفاق کی نشانی گردانا گیا ہے اور آیات متشابھات آیات محکمات کے بیچ میں ہیں لہٰذا جب تک معارف قرآنی اور فہم قرآنی میں عرق ریزی نہ کی جائے اور فہم قرآنی کے ساتھ سنت وسیرت رسول اللہؐ کو نہ ملایا جائے تو شریعت ایک پاؤں سے لنگڑی رہے گی چنانچہ مذموم عزائم کے حامل فرقہ باطنیہ نے مسلمانوں سے توازن ختم کرنے کیلئے فرقہ قرآنیہ کی بنیاد ڈالی اور یوں قادیانی و پرویزی وجود میں آئے۔ان کے مقابل میں فرقہ حدیث وجود میں لایا گیا جس نے مصدر شریعت تنہا حدیث کو قرار دیا۔انہوں نے صحیح اور غلط حدیث کی شناخت کیلئے کوئی کسوٹی وضع نہیں کی جس سے جعل حدیث کیلئے دروازہ کھلا اور تحقیق حدیث میں بندش کی وجہ سے دین اسلام کو فسطائیت سے قریب کیا گیا۔

۲۔تنہا نقل ہی معتبر ہے ہم نقل کے مقابلے میں خاضع و بے بس ہیں گرچہ عقول مسلمہ اسے مسترد ہی کیوں نہ کریں یہ لوگ اپنے ابتدائی دور میں اشعری معروف تھے بعد میں بعض نے انہیں اخباری اور بعض دیگر نے اہل حدیث کا نام دیا ہے۔اس عدم توازن کے نتیجے میں امت اسلامی ایک طرف عقل کے ذخائر سے محروم ہوئی تو دوسری طرف ذخائر نقلی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی اور اس کے نتیجہ میں امت پر جہالت واستبدادیت مسلط ہوئی اور پھر فقروفاقہ کی وبا ءان پر حملہ آور ہوئی۔

جس طرح یہود ونصاریٰ کے فرقوں نے اپنے دین کو بہت سرگرم ہو کر اسے منہدم کیا اور شرک اور الحاد کے راستے پر گامزن ہوئے بعد میں انھیں کے گروہوں نے دین کش تیر دین اسلام کی طرف چلائے اور اسے خاک وخون میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے گروہ درگروہ کرنے کیلئے سرگرم ہوئے۔اس عمل کیلئے انہوں نے خود مسلمانوں سے افراد کا انتخاب کیا اور اس کیلئے مکروحیلے اور موثر ذرائع اور تجربہ شدہ طریقہ نفاق کا انتخاب کیا یہ

ظاہر میں دین سے تمسک اور اندر سے دین کو منہدم کرنے کیلئے فرقہ باطنیہ کے بھی متعدد فرقے بنائے جو ظاہر میں نہ صرف ایک دوسرے سے اختلاف نظر رکھتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو بے دین قرار دیتے ہیں لیکن اندر سے سب ملے ہوئے ہوتے ہیں چنانچہ ظاہر و باطن کے نام سے تضاد افکار ونظریات بنتے رہے ہیں۔طویل عرصہ تک لوگوں کو پتہ نہ چل سکا کہ یہ حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں یا انہوں نے منافقین کی چادر پہن رکھی ہے۔ان کا اصل مقصد کسی نہ کسی طریقے سے اساس اسلام کو منہدم کرنا ہے۔

کہتے ہیں ضرر باطنی مسلمانوں پر ضرر یہود و نصاریٰ و مجوسی سے بھی کہیں زیادہ ہے بلکہ یہ دوسروں سے بھی بدتر ہیں بلکہ آخر میں ظہور ہونے کی خبر دینے والے دجال سے بھی بدتر ہیں۔فرقہ باطنیہ کی دعوت سے ابھی تک کتنے لوگ گمراہ ہوئے یہ کسی کو پتہ نہیں۔صاحب مقالات اسلامی باطنیہ کی بنیاد رکھنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کا بانی میمون بن دیصان یہودی ہے اس کو قداح بھی کہتے ہیں۔بغدادی نے کہا جن لوگوں نے باطنیہ کی بنیاد رکھی وہ اولاد مجوس ہیں انہوں نے قرآن اور سنت دونوں کی اپنی مرضی کے مطابق تفسیر کی ہے۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں سب سے پہلے دین باطنی کی طرف دعوت دینے والا میمون دیصان یہودی ہے جو ۲۷۶ھ میں مسلمان ہوا۔اس کا مقصد عقائد مسلمین کو فاسد کرنا تھا اس مقصد شوم کیلئے اس نے ہر آیت کی تفسیر اور روایت کی ایک تاویل بنائی اور تمام فرائض وسنون کو رموز واشارات بنائے امام ساطبی نے کتاب اعتصام میں کہا ہے اس فرقے کا اعتماد تاویل پر ہے۔انہوں نے شریعت اسلام کو مختلف ذریعے سے ختم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ لوگ دوبارہ کفر وشرک کی طرف برگشت کریں۔

ایک فرقہ باطنیہ مامون رشید کے دور میں محمد بن طاہر بن عبداللہ بن طاہر کے دور میں کرامیہ مجسمہ کے خلاف وجود میں آئے محمد ابن عبداللہ بن طاہر بن حسین جزائی ۲۵۳ھ اس کا ذکر شذرات الذھب ج ۲ ص ۱۲۸ میں آیا ہے یہ وہ شخص ہے جس نے مامون کی طرف سے امین عباسی سے جنگ لڑی ہے اس کا ذکر مروج الذھب ج ۳ ص ۳۵۸ میں آیا ہے۔

محمد ابن حسین جو ملقب بہ دندان ہے یہ لوگ عراق کے زندان میں جمع ہوئے اور انہوں نے مذاہب باطنیہ کی بنیاد رکھی۔جیل سے نکلنے کے بعد دندان نے اس دعوت کا آغاز کیا پھر اس دعوت میں بہت سے لوگ شامل ہوئے پھر میمون بن دیصان اور اس کا بیٹا مغرب گیا وہاں اس نے دعویٰ کیا ہم عقیل ابن ابی طالب کی نسل سے ہیں۔جب لوگوں کی طرف سے ان کی دعوت کو پذیرائی ملی تو اس نے کہا ہم محمد ابن اسماعیل بن جعفر کی نسل سے ہیں اس کو بھی سادہ اور اوباش لوگوں نے قبول کیا کیونکہ یہ لوگ نہیں جانتے تھے۔

☆اخوان الصفاء:

سید قاسم محمود اپنے ضخیم معلوماتی ذخیرہ ج ۱ ص ۱۶۸ پر لکھتے ہیں یہ ایک مذہبی وسیاسی جماعت ہے جو چوتھی صدی ھ میں وجود میں آئی ان کا عقیدہ ہے دنیا اللہ سے بنی ہے جس طرح روشنی سورج سے بنی ہے یعنی وحدت الوجود ہے۔ان کے رسائل کی تعداد ۵۲ ہے کتاب اخوان الصفاء کے دیباچہ میں لکھا ہے وزیر صمصام دولۃ بن عضد الدولہ نے ابو حیان تو حیدی سے پوچھا تو ابو حیان تو حیدی نے کہا میں ہمیشہ زید بن رفاعہ کے قول کو سنتا رہتا تھا اس سے مجھے شک ہوتا تھا کہ وہ ایسی غیر واضح باتیں سنتے تھے وہ کہتے تھے باء کے نیچے نقطہ تاء کے اوپر نقطہ الف بے نقطہ وغیرہ بغیر علت کے نہیں بلکہ ہر ایک کی ایک علت ہوتی ہے۔

مقالہ نگار ڈاکٹر محمد علی شیخ لکھتے ہیں اخوان صفا ایک گروہ دینی و سیاسی سری و باطنی ہے جو چوتھی ہجری کے دوسرے نصف میں بصرہ میں وجود میں آیا ان کے گروہ میں سے ان افراد کا نام لیا جاتا ہے:

۱۔محمد بن مشیر البستی ،ملقب مقدسی ۲۔ابوالحسن علی بن ھارون زنجانی

۳۔محمد بن احمد النھر جوری ۴۔العوفی ۵۔زید بن رفاعہ۔

ان لوگوں نے تقویٰ اور صفائی پر ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر اپنے لیے ایک مذہب بنایا ہے انہوں نے اس مذہب کے پس منظر میں اللہ کی رضا کو مدنظر رکھنے کی بات کی اور پھر اس کا اخوان الصفاء اور خلان و فاء نام رکھا گیا۔اپنے زمانے کے معارف وعلوم خاص کر کے معارف دینی و علمی و فلسفی سب ملا کر پچاس رسائل مرتب کیئے یہ ایک قسم کا دائرۃ المعارف ہے۔یہ تمام انواع علوم وفنون کا مجموعہ ہے جو چار موضوعات پر مشتمل ہے۔ حسب دعویٰ اخوان صفاو تقویٰ اور الفت وصفائی کی طرف دعوت دیتے ہیں ان کا مقصد اللہ کی خوشنودی ہے اس لئے انھوں نے اپنا نام اخوان صفا رکھا ہے۔انہوں نے اپنے دور کے علوم کو جمع کیا خاص کر دینی ،علمی اور فلسفی علوم میں ۵۰ سے زائد رسالے ترتیب دیئے جو اپنی جگہ ایک دائرۃ المعارف کی صورت میں ہیں۔اس کا مزاج مذہب تمام علوم وفنون سے آمیختہ ہے انہوں نے اپنے رسالہ میں جن موضوعات کو اٹھایا ہے ان میں ریاضیات ،نفسانیات ،عقلانیات ،طبیعیات علوم دینی شامل ہیں۔

لوگ رسائل و مجلّات کے ناشرین کے اہداف و مقاصد اور عزائم کو آسانی سے درک نہیں کر سکتے ہیں ان میں جہاں اچھے اچھے مقالات ملیں گے وہاں وہ ان کے درمیان میں اپنے برے عزائم کو بھی شامل کرتے ہیں جس کی کوئی منطق وتوجیہ نہیں بنتی ہے پھر کہتے ہیں مجلّہ ایک آزاد صحافت کا عکس ہے۔جہاں ہر شخص کو آزادی رائے کا موقع دیا جاتا ہے۔جب آپ ان کے بنیادی عزائم سے متصادم مقالہ دیں گے تو کہتے ہیں یہ ہمارے منشور کے خلاف ہے بطور مثال ان کے کچھ ایسے دینی مجلّات ہیں جو خالص عربی ،اردو اور فارسی میں ہیں۔لیکن پشت کے ورقے پر اس کا نام رومن میں دیتے ہیں یا انگریزی ترجمہ دیتے ہیں۔اس کی کیا منطق ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے انگریزی زبان کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہوتا ہے مثلاً مجلّہ ثقافت اسلامی کے بہت سے ایسے مضامین عالیہ نوابغ جہابذہ ملتا ہے اہل ادب کے قریحے ملتے ہیں لیکن ان میں کچھ ایسے مضامین بھی ہوتے ہیں جو دین کے لئے کمرشکن ہوتے ہیں مثلاً ایک مضمون اسی ثقافۃ الاسلامیہ کے کسی شمارے میں صوم اسماعیلین کے نام سے لکھا گیا ہے لیکن اسے ایک مذہب کے نقطہ نظر کے طور پر پیش نہیں کیا گیا بلکہ قمری حساب کی بجائے شمسی حساب کو روزہ رکھنے اور کھولنے کے لئے بہتر و معقول اور تحقیقی گردانا ہے۔اسلام کے لئے اس سے کمرشکن اور بات کیا ہو سکتی ہے انہی میں سے ایک یہی موضوع ہے جہاں کہا گیا ہے اخوان الصفاء جو کہ فرقہ باطنیہ وملحدہ کا ثقافتی اور فکری شعبہ ہے بلکہ اس کے اہداف و مقاصد کا ترجمان ہے اس کے بارے میں کہا ان کا مقصد تقویٰ اور اللہ کی رضایت ہے یہ ایک خطرناک فکر ہے جو اپنے مختصر جملے میں پیش کی گئی ہے۔اسی طرح مجلّہ تخصص کلان صادر از قم میں آیا ہے دین اسلام کے اصول وفروع کو تہہ وبالا کرنے کیلئے بنائے گئے فرقوں سبائیہ کیسانیہ کو افسانہ گردانا ہے۔کیا اس مجلّہ کا مقصد افسانوں کی تحقیق کرنا ہے یا یہ ان سے آنکھ چرانے بلکہ ان سے دفاع کرنے کیلئے ہے۔یہ لمحات فکری ہیں دین کھچڑی نہیں جو اللہ اور بندوں کے مشترک نظریات سے بنا ہو بلکہ یہ دین دین وحی ہے۔

اخوان صفا چوتھی صدی کے دوسرے نصف میں جس وقت منظر عام پر آئے اس وقت خلافت اسلامی مضطرب ومنتشر اور روبہ زوال تھی۔ اس وقت خلافت اسلامی تین گھرانوں میں منقسم ہو چکی تھی۔ عراق اور اس کے گردونواح میں عباسیوں کی حکومت تھی، شمال افریقہ میں فاطمیوں کی، اندلس میں امیوں کے علاوہ امرا تابع خلیفہ ہونے کے دعویٰ کے باوجود حقیقت میں خود مستقل ہوئے۔ یہ کبھی اپنے استقلال کا اعلان بھی کر رہے تھے۔ خلفاء عباسی کی حکومت بغداد اور اس کے قرب ونواح تک محدود ہو چکی تھی۔ آل بویا نے فارس، اصفہان اور رے پر قبضہ کیا ہوا تھا۔ ہمدانیوں نے موصل، حلب، دیار بکر، ربیعہ پر اور فاطمیوں نے افریقہ، مصر اور مغرب پر قبضہ کیا، جبکہ اموی اندلس پر قابض تھے، قرامطہ یمن بحرین پر قابض تھے، دیالمہ قبرستان جرجان پر قبضہ کئے ہوئے تھے۔

۳۳۴ھ میں خلافت عباسی اپنے آخری سانس لے رہی تھی۔ خلیفہ مقتدر کا دور تاریخ اسلام میں پست ترین اور بدترین اور تاریک ترین دور تھا۔ اس دور میں کنیز اور غلاموں کی آواز بلند ہوتی تھیں اور ان کیلئے اشرفیاں نچھاور ہوتی تھی جس طرح آج مسلمان ملکوں کے سربراھان اور وزراء مسلمانوں کی دولت کو سیر وسیاحت اور اپنے تفریحی مقاصد کے لئے خرچ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خون پسینے کی کمائی کو مغربی ملکوں کی رقاصوں پر نچھاور کرتے ہیں۔ اس وقت بھی انہی کی طرح کے مجرم، فاسد اور سزا یافتہ افراد وزارت کے منصب پر فائز تھے۔ رشوت عام ہو چکی تھی لوگوں کے خنجروں سے خون ٹپک رہا تھا، قلق واضطرابات شہر نشین ملازمین، مزدور عرب وغیر عرب سب میں سرایت کر چکا تھا۔ مال و دولت فاسد لوگوں کے ہاتھ آ چکی تھی، عدل وعدالت کا تصور ختم ہو چکا تھا اور لوگ ضعیفوں کا زیادہ سے زیادہ خون چوسنے پر تلے ہوئے تھے۔ اگر کوئی تناسب نکالنا چاہتا ہو تو اس دور کی برائی اور مظالم یقیناً آج کے دور سے کہیں زیادہ ہوں گے۔

اخوان صفا نے اپنی دعوت کو جوانوں تک محدود رکھا کیونکہ ان کے خیال میں صرف جوان ہی ان کی دعوت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کا خیال تھا یہ ان کی اس نئی دعوت کو قبول کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کے ذہن عقائد ونظریات متنوعہ سے خالی ہیں ان کے ذہن کے صفحات سفید ہیں اور ان پر ابھی تک کسی کا قلم نہیں چلا۔ یہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے انبیاء کی دعوت کا ذکر کرتے تھے۔ اخوان الصفاء اپنی دعوت کو نوجوانوں میں نشر کرتے ہوئے انہیں باور کراتے کہ دعوت کا بوڑھوں میں نشر کرنا سودمند نہیں کیونکہ ان کے اذھان میں موجود غلط عقائد و افکار ونظریات کو خارج نہیں کر سکتے ان کے سامنے ہم اپنے مافی الضمیر کو پیش نہیں کر سکتے۔

اخوان الصفاء اپنی دعوت کو قبول کرنے والوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کرتی ہے ان کی خصوصیات یہ تھیں کہ وہ اپنے مجموعات تقسیم کرتے اور اس میں بھی شہر اور دیہات میں فرق رکھتے۔ وہ اپنا ادارہ یا مرکز ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیتے جسے وہ اخ ذی بصیرۃ کہتے اور وہ ان کی نظر میں صدق عقیدہ رکھنے والے ہوتے تھے۔ زیادہ تر حکام کے بیٹوں، تاجر، فقہا، علماء اور سرمایہ داروں کی اولاد پر توجہ دیتے اور ہمیشہ ہر نئی چیز کے بارے میں مرکز کو اطلاع دینے کا حکم دیتے۔

اخوان صفا نے اپنی دعوت کو قبول کرنے والوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا:

۱۔ رسائل اخوان الصفا اخوان ابرار الرحماء جس میں زیادہ ۱۵ سے ۳۰ سال تک کے جوان ہوتے جو نئے افکار لینے پر آمادہ پائے جاتے ہیں۔

۲۔ اگروہ اخوان اخیار وفضلا ہے جن کی عمر ۳۰ سے ۴۰ تک ہوتی ہے یہ گروہ صاحبان سیاست کی نگرانی کرتا ہے۔

۳۔اس گروہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اخیار کی نگرانی کریں اوران سے معاونت کریں ۔۴۰ سے ۵۰ سال عمر کے افراد کو یہ ناموس الٰہی کہتے ہیں انہی کو حق امرونہی حاصل ہوتا ہے یہ قرمطیوں کے عقائد کو لکھنے والے مولفین تھے جنہیں وہ دیگران میں نشر کرتے تھے ۔

۴۔مریدون پھر معلمون پھر مقربون الی اللہ ہوتے ہیں اس گروں کے افراد ۵۰ سال سے اوپر کی عمر والے ہوتے ہیں ۔

یہ حفظ مراتب کے قائل تھے عمر اور صلاحیت کے حوالے سے طبقات ترتیب دیتے ان کے چار طبقات تھے طبقات اولی جوانوں سے تھا جو پندرہ سال سے ۳۰ سال کی عمر تک تھے ۔ان کے خیال میں یہ وہ سن ہے جس میں ہر نفس صاف ہوتا ہے ان کو وہ اخوان ابرار رحماء کا لقب دیتے تھے ۔طبقہ دوم میں ۳۰ سال سے ۴۰ سال کے لوگ شامل تھے یہ لوگ طبقہ اولی کی نگرانی کرتے اورانھیں تربیت دیتے ۔انھیں طبقہ اخیار الفضلا کے نام سے پکارتے تھے ۔تیسرا طبقہ ان افراد پر مشتمل ہوتا تھا جن کی عمر ۴۰ سال سے ۵۰ سال تھی ان کو فضلا کرام کہتے تھے پانچواں طبقے کے افراد کی عمر ۵۰ سال ہوتی تھی انھیں میں سے وہ ایک ایسے گروہ کا انتخاب کرتے جن کے بارے میں ان کا دعویٰ تھا کہ وہ لوگ حقائق کو صورت عیاں میں دیکھتے تھے اور مرتبہ اشراف پر وصل تھے ۔

اخوان الصفاء انتخاب افراد میں دقت ،قابلیت وصلاحیت اور حفظ مراتب میں سختی برتتے اور نا لائق اور غیر قابل افراد کیلئے حکمتیں بتانا اسرار فاش کرنے کے مترادف سمجھتے تھے ۔اس کی مثال اس طرح دیتے کہ جیسے کسی دربان کا نا لائق افراد کو حاکم کے پاس لے جانا ہے ۔ان کے نزدیک ایسے افراد مستحق عقاب تھے ۔اس سے پتہ چلتا ہے ہمارے یہاں کی اکثر وبیشتر شخصیات خاص کر جناب آقائے رئیسی ،آقائی امداد شجاعی اور صالحی سلمان نقوی وغیرہ ان کی پسند پر پورے اترتے ہیں جنہیں افراد سازی ورازداری سے متعلق سب امور بتا دیئے گئے ہیں ۔لیکن ہمیں کبھی بھی کسی نے کچھ نہیں بتایا الحمدللہ ہم ضالین وگمراہوں کی نظر میں نالائق اور نا اہل قرار پائے ہیں ۔

☆باطنیوں کے حیلے اور ہتھکنڈے:

باطنی اپنے نفاق اور کفر والحاد کو چھپا کر دین کی چھتری کے نیچے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے مختلف ومتعدد شکل وصورت کے طور وطریقے استعمال کرتے ہیں اور اس سلسلے میں منافقت ،جھوٹ اور دھوکہ وفریب کے ساتھ ساتھ کسی چیز سے کوتاہی نہیں کرتے ۔یہ اپنے مخاطب کی ذہنیت کے ساتھ اس کے دین ومذہب کے موافقت ومطابقت میں بات کرتے ہیں اور ان کیلئے غلو کو بہتر دکھاتے ہیں تا کہ مخاطب سمجھے یہ شخص ہم سے دین میں کہیں آگے اور عقید تمند ہے ۔بالفرض اگر مخاطب شیعہ ہے تو داعی اپنے آپ کو شیعہ پیش کرتے ہیں اگر مدعو فاجر ہے سر عام گناہ کرنے والا ہے یا خشک عبادت گزار یا یہودی ونصرانی یا مجوس ہو تو داعی اسی رنگ وشکل میں آجاتے ہیں اور اسی کے مطابق بات کرتے ہیں ۔جیسے اگر مدعو عبادت گزار ہوتا تو اس سے عبادت وبندگی اور دنیا کی طرف میل نہ کرنے کی بات کرتے اگر مدعو یہودی ہے تو یہودیت کو پیش کرتے ہیں اور انہیں ہفتے کی عظمت کی یاد دلاتے ہیں اور اگر نصاریٰ ہوتا تو مسلمانوں کو گالی دیتے ہیں ۔اگر مدعو مجوسی ہے تو اسے آگ اور سورج کی تعظیم کو بڑھا چڑھا کر یاد دلاتے ہیں ۔اگر مدعو نصرانی ہے تو عبد ،ابن روح القدس اور صلیب کی بات کرتے ہیں اگر مدعی فلسفی ہو تو ان سے ظاہر وباطن کی بات کرتے ہیں اور شریعت کی اہانت کی بات کرتے ہیں فلاسفہ کے اقوال کا احترام کرتے ہیں اور معاد کو باطل ٹھہراتے ہیں ۔اگر وہ بت پرست ہے تو توحید کے بطلان کی بات کرتے ہیں گویا باطنی کا مذہب ہمیشہ مدعو کے مطابق چلتا ہے یہ اس پانی کی مانند ہوجاتے ہیں کہ اسے جس برتن میں ڈالو تو وہ

اس کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔لوگوں کے دل تک پہنچنے کیلئے ان کے پاس مختلف حیلے بہانے اور طریقے موجود ہیں وہ خود کو ان حیلوں اور بہانوں کے پیچھے چھپا کر رکھتے ہیں جیسے:

ا۔ذہانت وفراست کی تعریف کرتے ہیں اور خود کو عاقل وہوشمند اور ہوشیار دکھاتے ہیں اور پھر انسیت پیدا کر کے دین میں شک پھیلانے کی بات کرتے ہیں پھر دھوکہ میں لاتے اور بنیاد بناتے ہیں۔ان کے نزدیک داعی کو ذہین وفطین ہونا چاہیے کہ اسے پتہ ہو کہ اپنی دعوت کو کس کے سامنے پیش کرنا اور کس طرح پیش کرنا ہے اور اس کی دعوت کو قبول کرنے والے کون ہیں اس کا اندازہ جلدی کرتے ہیں یہ اپنی بات مخالفت سے شروع نہیں کرتے بلکہ ہمیشہ ہاں میں ہاں ملا کر موافقت کی بات کرتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

۲۔دوسرا حیلہ تانیث ہے اس سے مراد مدعو کے دل تک پہنچنے اور اس کو مانوس کرنے کی باتیں کرتے ہیں آیات اور احادیث واشعار پیش کرتے ہیں۔روزمرہ کی خبریں اور خطبے ومواعظ بیان کرتے ہیں۔

۳۔تشکیک: داعی اپنے مدعو سے ایسے مسائل پوچھتا ہے کہ مدعو اس کا جواب دینے سے عاجز ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے سوالات کیلئے ایسے افراد انتخاب کرتے ہیں جنہیں ان باطنیوں کے سوالات کا جواب نہیں آتا کیونکہ بعض سوالات کے جواب ان کے ہاں مختلف اقسام کے ہوتے ہیں ان کی حکمت پتہ نہیں چلتی بطور مثال ان سے حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے بارے میں یا اس قسم کے دوسرے مسائل پوچھتے ہیں کہ وہ جواب دینے سے عاجز ہوتے ہیں بعض۔احکام فقہ کے فلسفے پوچھتے ہیں، کبھی عقائد کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ جنت کے دروازے ۸ کیوں ہیں جہنم کے دروازے ۷ کیوں ہے اور کبھی رمی جمرات احرام کے بارے میں بات کرتے ہیں۔

۴۔تعلیق یعنی ان مسائل کو پوچھنے کے بعد اگر مدعو جواب دینے سے قاصر وعاجز آیا اور خود ان سے استفسار کرنے لگا تو کہتے ہیں ہم آپ کو اس کا جواب نہیں دیں گے جب تک آپ وعدہ نہ کریں عہد وپیان نہ دیں کہ کسی کو نہیں بتائیں گے پھر عہد لینے کے بعد اگلے مرحلے میں داخل ہوتے ہیں۔

۵۔تاسیس: یہ لوگ ایسا مقدمہ پیش کرتے ہیں کہ ظاہر کا انکار کرتے ہیں نہ باطن کا۔بلکہ مدعو کو درمیان میں رکھتے ہیں پھر کہتے ہیں ظاہر چھلکا ہے باطن مغز ہے ظاہر رمز ہے باطن مفقود ہے۔

☆باطنیہ:

۔۳۱۳ھ میں ایک فرقہ باطل نے سرزمین مقدس اسلام مکہ پر ہجوم کیا اور حجاج کے اموال کو غارت میں لیا اور ان کا قتل عام کیا۔حجر الاسود کو وہاں سے اٹھایا اور بئر زم زم جو تاریخ میں ملت ابراہیمؑ کے تبرکات میں سے ہے اسے گندگیوں سے پر کیا اور استر کعبہ کو اٹھا کر لے گئے یہ سب فرقہ باطنیہ سے تعلق رکھنے والے تھے اور ظاہری طور پر آل نبی سے محبت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ان کے افکار ونظریات اور فلسفہ ادیان قدیمہ سے آمیزش تھے یہ ایک منظم تنظیم کے حامل تھے انھوں نے اس کو چند فرقوں میں تقسیم کیا۔فرقہ باطنیہ کثیر البنات کی ماں ہے۔جس دن سے اس شجرہ منحوسہ کی شجرکاری ہوئی اس دن سے الی یومنا ھذا یہ دائم التولید ہے۔باطنیہ کے مشہور فرقے:

ا۔اسماعیلیہ۔ ۲۔قرامطہ۔ ۳۔نصیریہ۔ ۴۔دروزیہ۔ ۵۔اھل حق۔

۶۔قرآنیون۔ ۷۔اخبارگرائی۔ ۸۔علمانیہ۔(روشن خیالی یا جدید پسندی)
۹۔حروفیہ۔ ۱۰۔وطنیہ۔

☆اسماعیلیہ اور قرامطہ دو جڑواں بھائی ہیں:

اسماعیلیہ اور قرامطہ میں سے کسی ایک کو مقدم اور دوسرے کو موخر کا مرحلہ آئے تو اس سلسلے میں فرق شناسوں کا کہنا ہے قرامطہ اور اسماعیلیوں کی ایک دوسرے سے نسبت والد اور مولود کی سی ہے یا دونوں جڑواں بھائی ہیں یا ایک بڑا ہے اور دوسرا چھوٹا یا سیاسی اصطلاح کے مطابق ایک چہرہ حقیقی ظاہری صورت میں نمودار ہے جو قرامطہ کی صورت میں پیش ہوا جبکہ دوسرا چہرہ نفاق کا حامل ہے۔
فرقہ باطنی کے شکم سے نکلنے والے فرقوں کے درمیان کبھی تو آپس میں تناؤ کھچاؤ کی صورت حال نظر آتی ہے اور کبھی اتحاد و یک جہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ آپس میں متحد دکھائی دیتے ہیں جس کی قدیم دور میں اسماعیلیہ اور قرامطہ میں مثال دستہ قطب الدین اور دستہ حیدری ہیں کبھی یہ مسیحوں اور یہودیوں سے انسان دوستی کی بنیاد پر تقاہم ادیان کا نام لیتے اور کبھی اتحاد بین المسلمین کے نعرے بلند کرتے ہیں کبھی یہ فقہ جعفری کے نفاذ کے مطالبے سے فرقہ واریت کی آگ لگا کر شیعہ سنی اور سپاہ صحابہ اور شیعہ کے درمیان جنگ کا محاذ کھول کر اسلام و مسلمین کے نقصان کے درپے ہوتے ہیں اور کبھی صلیبیوں سے انتقام کے نام سے اتحاد کا نعرہ لگاتے ہیں اور عصر حاضر میں یہ اندر سے یا کھلم کھلا بڑی طاقتوں سے وابستہ سیاسی احزاب کی حمایت کرتے ہیں جو عوام کو دھوکہ وفریب دینے کیلئے خود کو ایک دوسرے سے مختلف دکھاتے ہیں جبکہ اندرون خانہ یہ اسلام کو منہدم کرنے اور مسلمانوں کو مارنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن افسوس کہ یا تو مسلمان ان کے اتحادی بن جاتے ہیں یا ایسے اقدامات اٹھاتے ہیں جو یا تو غیر مسلموں کے اہداف کی تکمیل میں معاون ومددگار ثابت ہوتے ہیں یا ان کے لئے خوشی ومسرت کا باعث بنتے ہیں۔

☆قرامطہ واسماعیلیہ کا تاریخی پس منظر:

زنج جوانوں کی تحریک کے پے درپے شکست کھانے کے بعد منظر عام پر دعوت اسماعیلی اور قرامطہ دونوں ساتھ ساتھ نمودار ہونے لگیں گر چہ یہ تینوں الگ الگ تنظیمیں نظر آتی تھیں لیکن تینوں ایک ہی ہدف کے حصول میں کوشاں تھیں۔یہ سب بے لگام آزادی مطلق کے داعی تھے۔انجمن زیادہ تر جوانوں پر توجہ مرکوز کئے ہوئے تھی چونکہ یہی لوگ تحریکوں کے ستون اور ایندھن ہوتے ہیں انہی سے سیاسی و اجتماعی اور دینی مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں۔زنج عام انسانوں سے تعلق رکھتے تھے لیکن قرامطہ اور اسماعیلی خود کو بیت ہاشمی سے منسوب کرتے تھے تاکہ اس کی چھتری کے نیچے اپنے کفر والحاد کو چھپائیں۔ان کی دعوت کبھی امام مستور کے نام سے ہوتی تھی اور کبھی میمون قداح کی طرف دعوت دیتے۔یہ داعی مختلف شہروں میں گشت کرتے۔عراق میں ان کے داعی کا نام ابوعبداللہ شیعی تھا جو محمد ابن اسماعیل کی طرف دعوت دیتا تھا۔ابوعبداللہ شیعی کے انصار میں سے ایک رستم ابن حسین ابن حوشب تھا جو صاحب مال و دولت و خاندان وعشیرت تھا اور شیعوں کا سربراہ سمجھا جاتا تھا۔دوسرا محمد ابن فضل تھا یہ کربلا امام حسین کی زیارت کیلئے نکلا تو اس نے رستم ابن حسین ابن حوشب کو دیکھا کہ وہ قبر مطہر امام حسین سے چمٹ کر رو رہا تھا۔ان دونوں نے چاہا کہ ایک دوسرے کو اپنی طرف مائل کریں چنانچہ انہوں نے اس سے بات کی یہ بہت استعداد اور صلاحیت کا حامل تھا۔یہ دونوں جنوبی عراق

میں ایک داعی بنام حسین اہوازی جو فارس سے تھا کے زیر اثر رہے۔ یہ لوگ اِدھر اُدھر اپنے مقاصد کے حصول کیلئے جاتے ایک دفعہ یہ شام کے شہر حمص کے گاؤں سلمیہ منتقل ہوئے۔ اسی دور میں خاندان میمون قداح بھی سلمیہ آئے۔

میمون قداح محمد ابن اسماعیل کے ہم عصر تھے۔ میمون کے والد دیصان یہودی تھا لیکن میمون قداح مسلمان ہوا یا اسلام کا مظاہرہ کیا۔ وہ بھی سیاسی اہداف رکھتا تھا۔ میمون دعوت اسلامی کا داعی بنا۔ میمون نے ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ اس نے مرنے سے پہلے عبداللہ کو وصیت کی کہ وہ یعنی عبداللہ اپنے پوتوں کے نام محمد ابن اسماعیل کے پوتوں کے نام پر رکھے تا کہ کسی کو ان کی حقیقت کا پتہ نہ چلے۔ میمون کا بیٹا عبداللہ ہے اور عبداللہ کا بیٹا احمد، احمد کا بیٹا حسین اور حسین کا بیٹا عبداللہ ہے۔ قداح نے جس طرح محمد ابن اسماعیل کے بیٹوں کے نام تھے۔ خود کو کبھی محمد ابن اسماعیل کے بیٹے کے القاب سے اور کبھی اسم سے شناخت کرواتا تا کہ اس کی حقیقت مخفی اور پوشیدہ رہے۔ سلمیہ اس وقت مرکز دعوت تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو دعوت کیلئے معین کیا تھا تا کہ وہ داعیوں سے ملے اور اپنے آپ کو بالکل چھپا کر رکھے اور اپنی دعوت کو بھی پوشیدہ رکھے یہاں دو آدمیوں کا ذکر آتا ہے جو کہ محمد ابن اسماعیل سے منسوب ہیں۔

عبداللہ ابن میمون قداح اپنی دعوت کو چھپا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے داعیوں کو شہروں میں منتشر کیا خاص کر کے اپنے بیٹوں کو تا کہ اس کے ٹھکانے کا کسی کو پتہ نہ چلے اس نے اپنے بیٹے احمد کو حکم دیا کہ تم فارس کے ایک شہر طالقان میں سکونت اختیار کرو اور اپنے داعیوں کو حکم دیا کہ طالقان میں احمد سے رابطہ کریں اچانک احمد نے اپنے بیٹے حسین کی موت کی جھوٹی خبر پھیلا دی کچھ ہی عرصہ بعد ایک شخص حسین اہوازی کے نام سے منظر عام پر آیا۔ یہ حقیقت میں وہی حسین ابن احمد ابن عبداللہ بن میمون قداح تھا۔ حسین اہوازی احمد اسماعیلی کی ہی طرف سے مذہب اسماعیلی کی ترویج کرتا تھا۔ یہاں سے حسین ابن احمد ابن عبداللہ ابن محمد ابن اسماعیل اور حسین ابن احمد ابن عبداللہ ابن میمون قداح میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے خاندان قداحی نے اپنے آپ کو اہل بیت سے منسوب کیا حسین اہوازی جنوب عراق میں داعی اسماعیلی سمجھے جاتے تھے حقیقت میں کون تھا لوگوں کو پتہ نہیں تھا یہ صرف حسین کے نام سے پکارا جاتا تھا حسین اہوازی، حمدان ابن اشعث سے ملنے عراق گیا وہاں حسین نے احمد کو اپنی طرف بلایا تو وہ انہیں اپنے گاؤں میں لے گئے اور وہاں اسماعیلی دعوت میں سرگرم ہوئے۔ احمد لوگوں سے زیادہ تعلقات و روابط رکھتا تھا۔ دونوں معاشرے کی برائیوں سے ناراض اور اصلاح کے خواہاں تھے اٹھتے بیٹھتے حالات کی مذمت کرتے تھے ساتھ ہی بنی عباس کی حکومت کے خلاف تھے ہر وہ شخص جو حکومت عباسی کی مخالفت کرتا وہ ان کی باتیں سنتا تھا یہاں تک کہ ان کی دعوت کو پذیرائی حاصل ہوئی اور حمدان دعوت اسماعیلی میں بہت اونچے مقام پر پہنچا یہاں سے کہتے ہیں اصل حمدان فارس کے مجوس سے تعلق رکھتے تھے یہ وہاں آمد و رفت زیادہ رکھتا اس کا مقصد اسلام کو منہدم کرنا تھا۔ بعض کا کہنا ہے حمدان کی اصل یہود نجران سے ملتی ہے جو ایرانی مجوس سے زیادہ شباہت رکھتا ہے، غرض یہ دونوں مل کر اسلام کے خلاف سرگرم ہوئے۔ اس وقت جنوب عراق میں موجود زنج کی تحریک بصرہ، اہواز و اسط پر مسلط ہوئی یہاں تک کہ لشکر عباسی تک انہیں غلبہ حاصل ہوا۔ حسین اہوازی نے چاہا کہ وہ اپنی تحریک کے پہلے مرحلے کے طور پر اس میں شامل ہو جائیں کیونکہ وہ تنہا کچھ نہیں کر سکتا تھا اس کی حکمت تھی کہ یہ ہمیشہ خود کو دوسری تحریک میں ضم کرتا وہاں جگہ بناتا اور جب دل چاہتا تھا ملتا اور جب دل چاہتا الگ ہو جاتا کیونکہ دونوں کا مقصد نابودی اسلام تھا۔ حسین اہوازی زنج سے ملا اور اس کیلئے اپنی خدمات پیش کیں لیکن صاحب زنج کو پتہ چلا کہ حسین

اہوازی تحریک کو تڑا کر اپنے قبضے میں لیا چاہتا ہے چنانچہ اس نے اس کی پیشکش کو مسترد کیا۔لیکن کچھ عرصے بعد زنج کی تحریک نا کام ہوئی اور ۲۷۰ھ میں وہ قتل ہوا۔بنی عباس ان پر مسلط ہوئے تو عباسیوں نے چاہا کہ کہیں زنج دوبارہ نہ آجائیں وہ ہمیشہ کیلئے ان سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے لوگوں کو دعوت بہ اسلام دی کہ اسلام پر عمل کریں اور ان عوامل کو ختم کیا جو زنج کو کامیاب بناتے تھے۔یہاں سے زنج نا کام اور عباسی کامیاب ہوئے۔زنج نے اپنے ساتھیوں کو مطمئن کیا اور انہیں امید دلائی کہ وہ جلد ہی زمین پر حاکم بنیں گے ہر شخص جو ان کی دعوت کو قبول کرتا وہ اس سے ایک دینار مانگتے تا کہ لشکر سازی کریں۔ان سے نماز روزہ اور دیگر واجبات وفرائض چھڑواتے اور اپنے مخالفین کے اموال کو چُرانے اور ان کا خون بہانے اور عزت وناموس کی ہتک کی اجازت دی۔

☆قرامطہ:

قرامطہ منسوب بہ حمدان بن اشعث ملقب بہ قرمط ہے۔یہ شخص خوزستان کے شہر اہواز سے کوفہ آیا۔وہاں اس نے ایک تنظیم سری عسکری تشکیل دی لیکن ظاہر میں وہ دوست دار اہل بیت کے نام سے اپنا تعارف کرواتا اور خود کو محمد بن اسماعیل سے منسوب کرتا تھا۔لیکن حقیقت میں اس تحریک کے بانی میمون بن دیصان اور ان کے بیٹے عبداللہ بن میمون ہیں اس شخص نے ۲۶۰ھ میں اس کی بنیاد رکھی تھی ان کا ایک داعی عراق میں بنام فرج بن عثمان قاشانی تھا لیکن اس کا مستعار نام زکرویہ تھا۔اس نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا بعد میں اس نے خلافت اسلامی کے سقوط کیلئے اپنی تنظیم کا اعلان کیا اور اس کے مرکز کو دار الہجرت کے نام سے متعارف کروایا۔انہوں نے دن میں ۵۰ نمازوں کا اعلان کیا ابتداء میں اس کا داعی زکرویہ تھا اس کے بعد یہ یہاں سے فرار ہوئے۔۲۰ سال تک روپوش رہے وہ اپنی اولاد کو شہروں میں منتقل کرتے تھے۔اس نے احمد بن قاسم کو تاجروں اور حجاج کے قافلے کو لوٹنے پر مامور کیا۔قرامطہ بحرین میں حسن بن بہرام کے گرد جمع ہوئے جو ابی سعید جنابی کے نام سے مشہور ہوئے انہوں نے ۲۸۳ھ میں بصرے پر حملہ کیا۔اس کے بعد ان کا بیٹا سلیمان بن حسن بن بہرام ابی طاہر کے نام سے جزیرہ عربی پر مسلط ہوا۔ اس نے ۳۰ سال تک حکومت کی اسے موسس حکومت قرامطہ بھی کہا جاتا ہے۔اس نے یہاں تک طاقت وقدرت حاصل کی کہ بغداد حکومت نے اسے جزیہ دینا شروع کیا۔قرامطہ کی جرم وجنائتیں بے حساب ہیں۔کعبہ اور حجاج پر حملے کی خاطر ۳۱۷ھ میں ابی طاہر قرمطی ترویہ کے دن مکہ میں ۹ سو مسلح افراد کے ساتھ داخل ہوا وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر مسجد الحرام میں اعلان کر کے داخل ہوا۔اس نے ایک ہزار سات سو حجاج اور ان کے امراء کو قتل کیا مسجد الحرام ان شہداء کے خون سے رنگین ہوگئی اور انہیں بغیر غسل وکفن مسجد میں ہی دفنایا گیا۔بعض نے حجر الاسود کو ہتھوڑے مارے جس سے اسکے ٹکڑے ہوئے ابو طاہر دروازہ کعبہ پر کھڑے ہوکر کہنے لگے ہم اللہ کیلئے ہیں اللہ سے قائم ہیں ہم خود ہی پیدا کرتے ہیں اور خود فناء کرتے ہیں۔

یہ لوگ حجاج کو مکہ سے واپسی پر لوٹتے اور ان کو دشت وبیابان میں فقر وفاقہ اور بے بسی کے عالم میں چھوڑ دیتے تھے۔خلیفہ عباسی کے زمانے میں ۲۹۵۔۳۲۰ھ کے دوران انہوں نے کوفہ پر حملہ کیا اور اسے ٦ دن تک مباح رکھا ۳۱۹ھ میں مکہ پر حملہ کیا اور حجاج کو لوٹنے کے ساتھ زمزم کو منہدم کیا اور ساتھ ہی مسجد کو خون سے رنگین کیا،کعبے کے استر کو اتارا دروازے کو گرایا اور حجر اسود کو وہاں سے نکالا اور اپنے ساتھ لے گئے اور ۲۰ سال

تک یعنی ۳۴۹ھ تک وہاں یا کوفہ میں رکھا۔اس کے بعد اس کا بھائی حسن اعصم آیا اس نے ۳۶۰ھ میں دمشق پر حکومت کی پھر مصر گیا اور خلافت فاطمیہ سے جنگ لڑی لیکن ان کے مقابلے میں شکست کھائی اور احصاء آ گیا۔قرامطہ نے حسن کو معزول کیا اور اقتدار کو جعفر اور اسحاق کے نام منتقل کیا یہ سب اعلیٰ وارفع عہدیدار تھے۔

اسی دعوت میں ایک شخص ہمدان قرمط نامی داخل ہوا۔یہ پہلے مزدوری کرتا تھا اس کا قد چھوٹا تھا اسی وجہ سے اس کا لقب قرمط مشہور ہوا پھر اس دعوت میں تیسرا شخص ابوسعید جناحی داخل ہوا۔یہ بھی ہمدان کی دعوت کو قبول کرنے والوں میں سے تھا یہ بحرین میں مسلط ہوا۔پھر گذشت زمان کے بعد ان میں سعید بن حسین بن احمد بن عبداللہ بن میمون بن دیصان قداح سامنے آئے۔پھر انہوں نے اپنے نام ونسب کو تغیر دیا اور اپنے ماننے والوں سے کہا میں عبیداللہ بن حسین بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق ہوں۔اس کے بعد ذکرویہ بن مہرویہ دندانی آئے یہ بھی ہمدان قرمط کے شاگردوں میں سے تھا پھر مامون ہمدان قرمط کا بھائی فارس میں نمودار ہوا،اسے مامونیہ کہتے ہیں پھر ارض دیلم میں ابی حاتم نامی شخص سامنے آیا۔پھر نیشاپور میں شاعرانی نامی شخص نے دعوت چلائی جس وقت ابی بکر بن حجاج وہاں حاکم تھے شاعرانی نے حسین بن علی مروزی کو دعوت دی ان کے بعد ابو یعقوب صاحب اساس دعوت کتاب تاویل شرائع و کتاب کشف اسرار وجود میں آئی اصحاب تواریخ لکھتے ہیں دعوت باطنیہ پہلے مامون کے زمانے میں وجود میں آئی اور معتصم کے زمانے میں پھیلی کیونکہ افشین نے ان کی دعوت کو قبول کیا جو معتصم کے لشکر کا سربراہ تھا۔

ان کا شعار تھا وہ آل محمد کی خاطر جنگ لڑتے ہیں۔بعد میں اپنے دوسرے مرحلے میں انہوں نے اس وقت کی خلافت اسلامی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور تیسرے مرحلے میں انہوں نے دین وشریعت کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔

۱۔انہوں نے ایک کمیونسٹ حکومت قائم کی جس میں لوگوں کی ملکیت کو ساقط کیا۔انہوں نے ہر چیز کو ہر شخص کیلئے مباح قرار دیا۔

۲۔نماز روزہ اور دیگر فرائض واجبات کو ساقط کیا۔

۳۔اپنے اہداف تک پہنچنے کیلئے ہر قسم کے تشدد وانتہاء پسندی کو جائز قرار دیا۔

۴۔معاد،حساب وکتاب اور سزا وجزاء کو باطل قرار دیا اور کہا جنت یہی نعیم دنیا ہے جبکہ عذاب شرائع صوم وصلاۃ حج زکوۃ کی پابندیوں کا نام ہے۔

۵۔انہوں نے اپنے عقائد کو مزدوروں،محنت کشوں اور کم عقل لوگوں میں پھیلایا اور یوں لوٹ مار کرنے والا ایک گروہ تشکیل دیا۔

ان کا عقیدہ ہے ہر دور میں ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے جو ظاہر کی تاویل کرتا ہے۔وہ عصمت میں نبی کے برابر ہے اور یہ اسرار چھپانے کو روزہ کہتے ہیں۔قرآن مجموعہ تعابیر ہے جو مرکب اللہ ومحمد ہے۔اسے کلام اللہ کہنا مجازی ہے۔یہ اپنے ماننے والوں کے اوپر مالیت واجب قرار دیتے۔دو خداؤں کے قائل ہیں۔دونوں قدیم ہیں جبکہ پہلا دوسرے کے وجود کا سبب ہے پہلے نے عالم کو خلق کیا اول کامل ہے دوسرا ناقص ہے پہلے کی صنعت وجود عدم سے نہیں ہو سکتی یہ موصوف ہے نہ غیر موصوف اسی طرح یہ رجعت کے قائل ہیں۔ان کے نزدیک امام غیب جانتے ہیں۔ اور اگر کسی نے علی کو پہچان لیا تو اس سے تکلیف ساقط ہو جاتی ہے۔ان کی اجتماعی کمیونسٹ تحریک ۱۰۰ سال تک چلی جو جنوب فارس سے شروع ہوتے ہوئے کوفہ،بصرہ،بحرین،یمن اور جزیرہ عرب،صحراء وسطاء،عمان،خراسان،دمشق،حمص،سلمیہ بلکہ قاہرہ تک پھیل گئی۔اس کے بعد ان

کی حکومت تنزلی کا شکار ہوئی اور ان کی پناہ گاہیں گر گئیں۔ان کے اور اسماعیلیوں کے درمیان فرق مختصر اور جزوی ہے اسماعیلی ان کے عقیدے کو بطور کامل اس لیے تطبیق نہیں کر سکے کہ وہ لوگوں سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ انہیں اسلام سے خارج نہ کر دیں۔

اصحاب تاریخ لکھتے ہیں دین باطنیہ کی بنیا درکھنے والے مجوس تھے لیکن مسلمانوں سے ڈر کر وہ اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔انہوں نے اپنے لئے پہلے چھت بنائی پھر اس کا اعلان کیا۔پہلے انہوں نے آیات قرآن کی تاویل کی اور پھر سنت نبیؐ کو اپنے دین کے مطابق بنانے کی کوشش کی۔ اس وقت ہمارے ہاں تنظیموں میں موجود مراتب و درجات انہی سے ماخوذ ہیں۔تنظیموں کے تمام طور وطریقے اور پالیسیاں سب قرامطہ سے ملتے ہیں ان تنظیموں کے اجلاس کے ایجنڈے اسلام کیلئے نہیں بلکہ ملت کے نام سے ہوتے ہیں۔یہ ہمیشہ سے حکومتوں کی برائی کرتے آئے ہیں اور تاریخ ہمیشہ میلادی لکھتے ہیں۔امام زمان کے نام عریضہ ڈالنے کا اہتمام اور یکم جنوری کو آغاز سال قرار دینا وغیرہ قرامطیوں کی نشانی ہے۔الحمد للہ،اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر کہ اس کے فضل واحسان سے ان باطنیوں کے جال میں پھنسنے کے بعد ہمیں نجات ملی ہے۔اس میں ہمارا کوئی کردار نہیں یہ صرف خالق کائنات کا لطف وکرم ہے۔باطنیوں اور ان کے گروہ کے شکاریوں کا کہنا ہے جو انسان انہیں پسند آئے اسے وہ اپنے جال میں جکڑ کر اپنے اسرار اور طور وطریقے سب بتا دیتے ہیں لہٰذا آقایان ،تقویان اور احباب نور و یا علی مدد کہنے والے کہتے ہیں یہ اسرار دین ہیں جو سب کو بتائے نہیں جاتے۔شکر ہے اللہ کا کہ انہوں نے یہ اسرار اور طور وطریقے ہمیں نہیں بتائے کیونکہ انہیں ہم پسند نہیں آئے ورنہ آج ہم بھی جہنم کے دھانے پر ہوتے۔عصر حاضر کے قرمطیان چوتھی صدی کے قرمطیوں سے شباہت ومماثلت کامل رکھتے ہیں۔تدریجی مراحل طے کرنے ،حجاج کو لوٹنے ،اعمال حج سے کھیلنے اسکا مذاق اڑانے اور آل محمد کے نام سے کفر والحاد کے راستے پر چلنا ان کا اپنے سابقہ کی سیرت پر چلنے کی واضح مثال ہے۔

☆اسماعیلیہ:

اسماعیلیہ ہر دور میں امام کا ہونا ضروری گردانتے ہیں لیکن اس کا ہمیشہ ظاہر ومشہور ہونا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک وہ غیاب میں رہتے ہوئے بھی امامت کر سکتے ہیں۔ان کا دور تستر ۱۴۳ھ سے شروع ہوا ہے۔صاحب کتاب اسماعیلیہ نے اپنی کتاب کے ص ۹۱ داعی اسماعیل خطاب بن حسن متوفی ۵۳۳ھ مفاخر الاسلام مستنصر و مستعلی لکھتے ہیں دور تستر امام جعفر صادقؑ ہی کی حیات سے شروع ہوا۔جب امام صادقؑ نے امامت اسماعیل کو سونپی تو امام اسماعیل اور محمد بن اسماعیل دونوں غیبت میں گئے۔اس وقت ان کی سرپرستی ونگرانی میمون دیصان کرتے تھے وہ کفیل ولی اور محمد بن اسماعیل کیلئے میمون بن دیصان والد کی جگہ تھے۔اس وقت میمون دیصان اور عبداللہ دونوں امام مستودع تھے میمون دیصان اس وقت متصرف ماموں محمد بن اسماعیل تھے اور امام متسودع تھے۔محمد بن اسماعیل ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اس دن سے وہ غائب ومستو رہیں وہ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ۱۹۳ھ کو وفات پائی۔لیکن شیعہ اثنا عشری کہتے ہیں محمد ابن اسماعیل امام موسیٰ کاظم کے خلاف حکومت وقت کے پاس جاسوسی وچغلی کرتے تھے ان ہی کی چغلی سے امام موسیٰ بن جعفر گرفتار واسیر اور آخر میں شہید ہوئے۔اس دور سے عبید اللہ مہدی کے دور تک اماموں کے نام میں شدت سے اختلاف پایا جاتا ہے۔اس دور میں ان کے کتنے امام تھے اور وہ کون کون تھے یہ ایک معمہ اور پر اسراریت پر مبنی بات ہے۔دور ظہور: یہ دور سلمیہ سے وہاں کے مقیم عبید اللہ مہدی سے شروع ہوا وہاں سے وہ افریقہ جا کر وہاں

چھپ گئے اعوان وانصار سے ملے اس کے بعد عبید اللہ نے افریقہ اور مغرب تیونس وغیرہ میں حکومت قائم کی۔ وہ ظاہر میں اہل بیت سے محبت کا مظاہرہ کرتے تھے لیکن اندر سے اسلام کو منہدم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ یہ اسلام کے عقائد کے خلاف غلو کے داعی تھے ان کا بانی میمون دیصان اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ بن میمون قداح ہے جو ۲۶۰ھ میں فارس میں آیا۔

☆ حاکمان فاطمیہ:

فاطمین نے ۲۶۰ھ سے ۵۶۷ھ تک مغرب، مصر اور شام میں حکومت کی انہوں نے ۵۲ سال مغرب میں اور ۲۰۸ سال مصر میں حکومت کی۔
فاطمین نے اپنے آپ کو فاطمی اس لیے کہا ہے تا کہ دیگر فرق شیعہ جو صرف حضرت علی سے انتساب رکھتے ہیں ان میں اور ان کے درمیان فرق وامتیاز واضح ہو جائے اور وہ ان پر برتری حاصل کریں۔ ان کا یہ انتساب جس کا انہوں نے دعویٰ کیا ہے علمائے نسب کے پاس ثابت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ فاطمین عقائد فاسد کے حامل اور عقیدہ اسلامی کے معتقد نہیں تھے۔
فاطمین کو خلفاء عبیدین بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا پہلا موسس اور داعی عبید اللہ تھا۔ بعض نے ان کا نام عبداللہ جبکہ بعض نے اسے سعید الخیر کہا ہے۔ نجوم الظاہر ج ۴ص ۵۷ پر نسب فاطمین کے بارے میں لکھتے ہیں۔ عبید اللہ کا نام سعید لقب مہدی تھا۔ ان کے باپ دادا یہودی سلمیہ میں لوہار تھے۔ پھر سعید نے دعویٰ کیا کہ وہ فرزند حسین ابن احمد بن عبداللہ بن میمون قداح ہے۔ نجوم الظاہرہ قاضی بن ابو بکر سے نقل کرتے ہیں قداح عبید اللہ کے جد کا نام ہے جو مجوسی تھا اور باطنیہ کا بانی تھا۔ اس کی تمام تر سعی وحرص ملت اسلام کو منحرف کرنا تھا۔ اس نے جہالت کو فروغ دیا تا کہ خلق کو جہالت میں رکھیں۔ نجوم ظاہرہ نے ابن خلقان سے نقل کیا ہے کہ تاریخ قیروان میں ہے اس کا نام عبید اللہ بن حسن بن علی بن محمد بن علی ابن موسیٰ ابن جعفر ہے۔ بعض نے کہا ہے علی ابن حسین بن احمد بن عبداللہ بن حسن بن محمد بن علی ابن حسین بن علی ابن ابی طالب ہے بعض نے کہا ہے عبید اللہ بن تقی بن وفی بن رضی۔ رضی سے مراد محمد بن اسماعیل بن جعفر ہے۔ اسماعیلی فاطمیہ اپنے سلسلہ نسب میں یوں لکھتے ہیں عبید اللہ مہدی بن حسن بن محمد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر ابن محمد باقر بن علی ابن زین العابدین بن حسین سبط بن علی۔ ان کا سلسلہ نسب مندرجہ ذیل کتب میں ملتا ہے۔ [وفیات الاعیان ج ۳ص ۱۱۷۔ کامل فی التاریخ ج ۶ ص ۲۳۸۔ بدایۃ ونہایہ ج ۱۱ص ۱۷۹۔ تاریخ ابن خلدون ج ۴ص ۳۱۔ نجوم ظاہر ج ۳ص ۲۴۲۔ شذرات الذھب ج ۲ص ۲۹۴۔ سیر اعلام انبلاء ج ۱۵ص ۱۴۱۔ تاریخ خلفاء سیوطی ص ۵۵۷] صاحب اخبار الدول ج ۲ص ۲۳۰ پر لکھتے ہیں کہ اس نے ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ میں وفات پائی اور ۲۶ سال کچھ مہینے حکومت کی ہے۔
اسماعیلیوں کے سلسلہ نسب کے بارے میں کلمات علماء پراگندہ ومنتشر ہیں۔ علماء محققین انساب العرب انساب جمہرۃ العرب اور مورخین سوائے ابن خلدون ومقریزی کے ان کے امام صادق سے انتساب کے منکر ہیں لیکن قائد عوام وایوان بلتستان علامہ جعفری صاحب فرماتے ہیں دیگر سادات کے نسب کی کسوٹی اسماعیلیوں سے حسن عقیدہ میں ہے اگر کسی نے ان کے حق میں لب کشائی کی تو اس کی سیادت مشکوک ہو جائے گی چنانچہ آپ نے ہمارے عزیز سید محمد سعید سے کہا تھا کہ ایران سے اسماعیلیوں کے بارے میں موقف آنے کے بعد بعض کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ جب کہ علامہ محمد علی شاہ جو سیاسی کروٹیں بدلنے میں مہارت رکھتے ہیں اور سوشلزم واسماعیلیزم کے شیدا ہیں اور ان کے علاقے کے سادات کی نظر میں ان سے پیسہ نہ بٹورنے والوں کے نسب مشکوک ہیں۔ اسی طرح وہاں کے بعض سیاسی لوٹوں کا بھی یہی خیال ہے۔

☆اسماعیلیوں کا مہدی موعود:عبید اللہ مہدی کنیت ابو محمد:

عبید اللہ مہدی کوفہ میں پیدا ہوااور وہاں ہی پرورش پائی اور پھر سلمیہ میں روپوش ہوگیا ۔اس دوران اس کا نام سعید بن احمد بن محمد بن عبید اللہ بن میمون قداح تھا۔سلمیہ ہی میں علی بن حسن بن احمد بن محمد ابن اسماعیل نے وفات پائی پھراس کی قبر کومخفی رکھا اور امامت کو اپنے بیٹے میں منتقل کیا۔

عبید اللہ مہدی سب سے پہلا حاکم فاطمیہ ہے۔عبید اللہ المہدی ۲۹۶ سے ۳۲۲ ھ ق تک حکومت کی اور اسی سال قیروان مہدیہ میں وفات پائی۔یوں اس نے ۲۲ یا ۲۴ سال کچھ مہینے حکومت کی۔عبید اللہ مہدی نے دعوئی رسالت کیا چنانچہ ایک دفعہ تو اس نے فقہا قیروان کو بلایا اور اپنے خادم سے کہا ان دوعلماء سے سوال کریں کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص جو کرسی پر ہے وہ رسول اللہ سے افضل ہے۔انہوں نے جواب دیا اگر سورج اور چاند کو ان کے دائیں اور بائیں ہاتھ میں دیں تب بھی ہم یہ گواہی نہیں دیں گے اس پر اس نے حکم دیا انھیں ذبح کرو۔جب انھیں قتل گاہ کی طرف لے جایا گیا تو ان سے کہا گیا اپنے بیان واپس لیں لیکن ان مومنین نے دوبارہ انکار کیا۔

☆قائم بامر اللہ:

محمد نزار بن عبید اللہ مہدی۔لقب قائم بامر اللہ۔کنیت ابوالقاسم۔شام کے شہر سلمیہ میں ۲۷۸ ھ میں پیدا ہوا یہ حکومت فاطمی کا دوسرے خلیفہ منتخب ہوا۔یہ ایک فاسد العقیدہ شخص تھا جو انبیاء پر سب وشتم کرتا تھا۔اسکے ماننے والے چیخ و پکار کر کہتے غار والے پر لعنت۔قرامطہ سے ان کا گہرا رابطہ تھا۔اس نے دکانوں کے دروازوں پر جوتے نصب کرنے کا حکم دیا اس کے اوپر خلفاء کے نام لکھا اور کہتے یہ شیاطین کا سر ہے۔۳۳۲ ھ کو ابویزید فرقہ خوارج نے ان کے خلاف بغاوت کی۔اس کا یہ اقدام اہل مغرب پر گراں گزرا،اس نے ۵۰ سال سے زائد عمر کی۔اس نے اپنے بنائے ہوئے مھدیہ میں بربریوں کے حصار میں رہتے ہوئے ۳۳۴ ھ میں حصار مخلد بربری کے دوران مہدیہ میں وفات پائی۔اس طرح اس کی مدت خلافت ۱۲ سال ہوئی۔اسکی عمر ۵۰ سے کچھ زیادہ تھی۔

☆منصور باللہ:

اسماعیل بن محمد نزار۔۳۰۲ ھ کو قیروان میں پیدا ہوا۔بربریوں کے حصار میں سلطان بننے پر بربریوں نے اس سے جنگ کی،اس نے اپنے باپ کی وفات کو چھپا کر رکھا تاکہ میدان میں لڑنے والے لشکر پر اثر نہ پڑے،اس کے لشکر نے حصار کو توڑا،ابی یزید کو شکست دی ''مدینہ منصوریہ'' بنایا اور اسی کو دارالخلافہ بنایا۔اس نے سات سال آٹھ ماہ حکومت کی اور ۳۴۱ ھ میں وفات پائی۔دوران حصار بربری میں خلافت سنبھالی۔وہ ۲۲ سال کی عمر میں ۳۳۴ ھ میں حاکم بنا۔پھر ایک شہر بنایا اس کا نام منصوریہ رکھا اور وہاں سکونت اختیار کی۔۳۴۱ ھ میں وفات پائی۔اس کی مدت حکومت ۷ سال ۸ دن رہی۔

☆معزلدین اللہ:

معد بن اسماعیل کنیت ابوتمیم۔۲۱ رمضان ۳۱۹ ھ کو مہدیہ میں پیدا ہوا۔اس کے والد اسماعیل نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

ذوالحجہ ۳۴۱ ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھا اس کی حکومت افریقا صیقلہ اور حدودمصر تک پہنچی۔وہ مصر پر حکومت کے خواب دیکھ رہا تھا مغرب کے تمام قبائل

اسے مانتے تھے جب اہل مغرب تسلیم ہوگئے تو اس نے مصر فتح کرنے کیلئے سوچا کیونکہ یہ اپنے خاص امتیازات وخصوصیات اور جغرافیائی حوالے سے فلسطین اور حجاز سے ملا ہوا تھا۔ فلسطین وحجاز مصر کے تابع تھے یہاں سے وہ مدینہ،بغداد اور شام پر حملہ کرسکتا تھا اس کا دورانیہ کچھ اس طرح سے تھا۔

(۱)مغرب میں ابی یزید پر فتح حاصل کرنے کے بعد وہاں امن وامان قائم تھا لہٰذا وہاں سے اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

(۲) کافور اخشندی کے اچانک مرنے کے بعد مصر میں بدامنی پھیل گئی تھی۔

(۳)بغداد میں خلیفہ عباسی رومی مسیحیوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھا۔

(۴)اطراف عراق میں آل بویہ کی حکومت قائم تھی۔

(۵)اہل مصر کی طرف سے ان کو دعوت ملی۔

کافور اخشیدی کی وفات کے بعد مصری فوج میں کمزوری آئی۔مزید کمزوری اس وقت بڑھی جب خلیفہ بنی عباس دیلمیوں سے جنگ میں مصروف ہوگئے اس کی توجہ مصر کی طرف نہیں تھی۔معزالدین نے جوہر صقیلی کے ساتھ ایک لاکھ لشکر مصر بھیجا ۳۵۸ھ میں جوہر صیقلی نے مصر پر حملہ کیا تو مصر بغیر جنگ کے فتح ہوگیا،انہیں اس میں کوئی دشواری نہیں آئی مصر فتح ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد اس کے چاروں طرف ۳۶۱ھ میں جوہر صیقل نے جامع ازھر بنایا تا کہ اس میں تعلیمات فاطمی کی تدریس کریں گر چہ جامع نے اپنے اہداف تاسیس میں اسلام کے خلاف فاطمی عقائد پڑھانا تھے لیکن تقدیر کا فیصلہ اس کے برعکس نکلا اور جامع میں خود بخود تعلیمات اسلام داخل ہوگئیں۔جس طرح معزالدین کی ہدایت کے مطابق اس کے اردگرد مغرب سے آنے والے فوجی لشکر کیلئے ایک کالونی بنائی گئی ۳۶۲ھ میں معزالدین مصر میں داخل ہوگیا اور قصر میں اپنی اولاد کو رکھا گیا۔صیقل خود وزارت خانے میں منتقل ہوگیا پھر دارالخلافہ کو قاہرہ منتقل کردیا گیا۔یہاں سے مصر کی حکومت مکہ تک پھیل گئی۔

اس طرح سے فاطمی فکر پورے مصر میں نفوذ کر گئی تھی کہ جو لوگ اہل سنت والجماعت کے مسلک پر قائم تھے وہ بھی اُن کے عقیدے سے متاثر ہوئے اور فاطمی عادات ورسومات کو ماننے لگے۔یوں پورا مصر یک رنگ ہوکر فاطمی مذہب کے تابع ہوگیا،خلفاء فاطمیہ کے آثار میں سے جامعۃ الازہر موجود ہے۔اس میں صرف مذہب فاطمی کی فقہ پڑھائی جاتی تھی۔جامعۃ الازہر میں سب سے پہلی کتاب ''الاقتصاد'' پڑھائی گئی پھر ''دعائم الاسلام فی الحلال والحرام'' پڑھائی گئی۔معزالدین اللہ نے صیقل سے حکومت سنبھالنے کے بعد چار سال حکومت کی پھر وہ میدان سیاست سے غائب ہوگیا ۳۶۴ھ میں جب حسن بن احمد کی طرف سے قرامطہ کا خطرہ لاحق ہوا تو وہ دوبارہ منظر عام پر آئے اس نے ۳۶۵ھ میں وفات پائی،اس طرح معزالدین نے مصر میں دو سال چند مہینے حکومت کی۔

☆عزیز باللہ:

نزار بن معزالدین اللہ۔ملقب العزیز باللہ،۱۴محرم الحرام ۳۴۴ھ کو مدینۃ المھدیہ میں پیدا۔ہوا اپنے باپ معزالدین کے ساتھ ۳۶۲ھ میں قاہرہ میں آیا،۳۶۵ھ ۲۲ سال کی عمر میں حاکم بنا،یہ شخص کریم،شجاع اور حسن اخلاق کا مالک تھا لوگوں کے بیچ میں رہنے اور شکار کھیلنے کا عادی تھا۔اس نے پہلی بار جامع الازہر کو آج کل کے جدید جامعہ کے مفہوم میں تبدیل کیا۔اس کے دور خلافت میں فاطمی حکومت محیط اطلسی مغرب کی طرف سے بلاد نوبہ تک پھیل گئی جب قرامطہ کا خطرہ بڑھا تو اس نے ۳۶۸ھ کو قرامطہ اور افتـــکیـــن پر غلبہ حاصل کیا اس کے دور میں شیعہ اسماعیلیوں کو بہت فروغ ملا

اور ہر چیز ان کے قبضے میں آئی، بہت سی ترقی کی اصلاحات نافذ ہوئیں ۔ ۲۱ سال حکومت کرنے کے بعد اس نے ۳۸۶ھ کو ۴۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

☆ حاکم بامر اللہ: ا۔ نابالغ حاکم جو ۱۱ سال کی عمر میں حاکم بنا۔

منصور بن عزیز کنیت ابو علی ۔ ۲۶ ربیع الاول ۳۷۵ھ ق میں پیدا ہوا اور ۳۸۳ھ شعبان میں ولی عہد بنا۔ ۲۸ رمضان ۳۸۶ھ میں اس نے با قاعدہ خلافت سنبھالی خلافت سنبھالتے وقت اس کی عمر ۱۱ سال تھی۔ اس کی خلافت تضادات کا مجموعہ تھی۔ یہ خود بھی متضاد شخصیت کا حامل تھا۔ شجاعت شہامت جسور اور دلیری کے ساتھ بزدل وڈرپوک بھی تھا، علم سے محبت اور علماء سے نفرت دونوں پہلو اس میں پوشیدہ تھے۔ بخیل اس حد تک تھا گویا کبھی اس جیسا بخیل پیدا نہیں ہوگا۔ یہ درویش نمائی بھی کرتا تھا اس نے ۷ سال درویشی لباس پہنا، ۷ سال تک غسل نہیں کیا اور کئی سال رات کو چراغ روشن نہیں کرتا تھا۔ اس نے بے شمار علماء صلاح کو قتل کیا۔ مساجد اور محل اجتماعات میں ابو بکر عمر عثمان عائشہ طلحہ زبیر کے نام کے ساتھ سب و شتم لکھوائے۔

یہ شیطان، سرکش، جبار، عنید، سفاک، فرعونِ زمانہ تھا۔ وہ ایک سفاک قاتل تھا، اس نے بہت سے لوگوں کو بغیر کسی وجہ کے قتل کیا، یہ بھی اپنے آباؤ واجداد کی سیرت پر چلا لیکن جس چیز کو آباؤ واجداد نے مخفی و پوشیدہ کیا تھا اسے اس نے عیاں کیا۔ اس نے قتل و غارت اور تحقیر و تذلیل اور مظالم کے بعد سب صحابہ ابو بکر عمر امہات المومنین خاص کر حضرت عائشہ کو وسیع پیمانے پر زبان و قلم سے رواج دیا۔

''ذہبی'' نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے حاکم نے دعویٰ علم غیب کیا، وہ کہتا تھا فلاں نے اپنے گھر میں یہ بات کی ہے اور فلاں نے یہ کھانا کھایا ہے یہ ساری باتیں وہ ان بوڑھی عورتوں سے لیتا تھا جو امراء کے گھروں میں کام کرتی تھیں، اس کی غیب گوئی کے بارے میں کسی نے اس کو چٹھی بھیجی کہ جو ظلم وجور تم نے روا رکھا ہے اس پر ہم نے صبر کیا لیکن تمہارے کفر وحماقت پر ہم صبر نہیں کر سکتے یہ جو تمہارے پاس علم غیب ہے اس کا لکھنے والا کون ہے، اس پر اس نے غیب گوئی کرنا چھوڑ دیا۔ حاکم اپنے خاندان کی شرافت کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا ہم اولاد فاطمی ہیں اور ہمارا باپ علیؑ ہے اور وہ یہ بات بار بار منبر پر تکرار کیا کرتا تھا۔ اس پر لوگوں نے چٹھیاں بھیجیں اور لکھا ہم تمہارے نسب کو جانتے ہیں جو تم منبر پر بتاتے ہو اگر تم سچے ہو تو تم اپنی ساتویں پشت کے بعد سے باپ کا ذکر کرو۔

اس نے نصاریٰ کو حکم دیا کہ گھروں میں صلیب رکھیں جس کی لمبائی ایک ہاتھ ہو، سبِّ صحابہ کو لوگوں کے دروازوں پر لکھا اسی طرح وہ مساجد کے دروازوں پر بھی لکھتا تھا، یہودیوں کو حکم دیا کہ کالا عمامہ پہنیں، وہ کہتا کہ آدمؑ کی روح علیؑ میں منتقل ہوئی اور علیؑ کی روح حاکم میں منتقل ہوئی ہے۔

کہتا اللہ کی روح علی میں داخل ہوئی تھی اس نے لوگوں کیلئے شراب وزنا سب جائز قرار دیا تھا۔ تاریخ دولت فاطمیہ ص ۱۵۲ پر ہے کہ اس نے دعویٰ الوہیت بھی کیا اور اپنی الوہیت کو قبول کرنے والوں کے نام لکھنا شروع کیے کہتے ہیں کہ یہ تعداد ستر ہزار (۷۰۰۰۰) تک پہنچی بعض اوقات معمولی بات پر اپنے وزیروں یا ملازموں کو بھی تہہ تیغ کرتا تھا وہ اہل کتاب سے زیادہ رواداری رکھتا تھا۔ فرقہ اسماعیلی اس کی بہت تعریف کرتے ہیں اور ان کے اقدامات کو صحیح گردانتے ہیں۔

اس نے کہا مجھے خواب میں آیا کہ دعویٰ ربوبیت کریں۔ اس کیلئے اس نے ایک شخص اخرم نامی کو اپنے ساتھ ملایا اور اس کے ساتھ ایک گروہ کو ملایا جو کھلے عام دین و دیانت کا مسخرہ کرے۔ ایک دن اخرم اپنے پچاس آدمی سواروں کے ساتھ قاہرہ کی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ قاضی ابی عوام وہاں بیٹھے

ہوئے تھے ۔لوگوں کولوٹا اور قاضی کوایک خط دیا۔اس خط کے اوپر لکھا ہوا تھا باسم حاکم رحمٰن الرحیم جب قاضی نے پڑھا تو انتہائی پریشان حالت میں کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون ۔لوگوں نے اخرم پر حملہ کیا اور اس کے بعض ساتھیوں کو مارا اور بعض فرار ہوگئے ۔یہ خبر شہر میں پھیل گئی۔یہ لوگ جب حاکم سے ملتے تھے تو کہتے السلام علیک یا واحد یا احد یا محی یا ممیت ۔خلفائے فاطمیہ میں یہ سب سے زیادہ شیطان صفت اور الحادی اعتقاد کا حامل شخص تھا یہ خونریز قاتلِ خلقِ کثیر تھا یہ مدعی الوہیت،شاتم صحابہ اور قاتل علماء وصلحاء تھا۔

یہاں تک کہ شوال ۴۱۱ھ ق میں اس کو قتل کیا گیا بعض کا کہنا ہے کہ اس کی بہن ست نے اسے قتل کیا ہے جبکہ بعض کا کہنا ہے معلوم نہیں اسے کس نے قتل کیا،قاتل ناپید ہو گیا ہے اس کے قتل کے بعد اس کی بہن ست نے امور مملکت سنبھالے۔اس کے معین کردہ ولی عہد عبدالرحمٰن بن الیاس کو ولی عہدی سے ہٹایا اور اس کے بیٹے جس کی عمر ۱۶ سال تھی کو ولی عہد بنایا۔وہ شراب پیتا تھا۔اس نے لوگوں کو بھی شراب پینے کی اجازت دی۔

حاکم بامر اللہ کے وزیر حمزہ بن علی نے اس کی الوہیت کا اعلان کیا یہاں تک کہ مصریوں نے اس پر لعنت بھیجی اور اس کے خلاف اعلان بغاوت کیا اور اس کی الوہیت کی تحریک چلانے والوں پر حملہ کیا اور حاکم انتہائی غیض وغضب میں آیا مصری انقلابیوں سے اس نے انتقام لیتے ہوئے مدینہ فسطاط کو جلایا حاکم بامر اللہ اپنی الوہیت سے خوش تھا۔اس نے ایک خط میں حمزہ بن علی کو لکھا حضرت لاہوتیہ کیلئے ۴۰۸ کو یہ خط ہے یہ پہلا سنہ ہے جس میں عبد مولانا ومملوک کے ظہور کا دور ہے اجابت کرنے والوں کے ھادی کہاں ہیں مشرکین سے انتقام لینے والا کہاں ہے اس کیلئے کوئی شریک نہیں اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں حاکم بامر اللہ کی الوہیت کے بارے میں بہت سے کلمات ہیں یہاں سے ایک فرقہ نے جنم لیا جو ہمیشہ کیلئے حاکم بامر اللہ کی الوہیت کا داعی بنا اس فرقہ کو دروزی کہتے ہیں ۔حاکم بامر اللہ کے دعوئ الوہیت کے ساتھ اسماعیلیوں میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا یہاں تک کہ حمید الدین کرمانی جو عراق میں رہتے تھے مصر میں آئے اور حاکم بامر اللہ کی الوہیت کو غلط ٹھہرایا۔حاکم کو ان کی بہن ست نے اس لئے قتل کیا کہ حاکم اس پر بدکاری اور عصمت فروشی کی تہمت لگاتا تھا۔

حاکم کو اس کی بہن ست نے مارا تھا قتل کا پس منظر یہ ہے کہ حاکم اپنی سواریوں کی معیت میں سیر وتفریح کیلئے نکلتا تھا لوگ سڑکوں پر اس کا انتظار کرتے تھے وہ ان کی شکایات سنتا تھا اس وقت لوگ سخت تنگی اور پریشانی میں رہتے تھے لہٰذا لوگ حاکم کو درخواستیں دیتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کسی نے ایک عورت کا مجسمہ بنایا اور اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ رکھا تھا حاکم نے آکر اس رقعے کو اپنے ہاتھ میں لیا۔اس رقعے میں اس پر سب وشتم اور نفرین تھی اس نے ایک آدمی اس کے پاس بھیجا کہ یہ کون ہے لیکن دیکھا تو وہ ایک پتلا تھا۔اس نے فوراً حکم دیا شہر میں داخل ہو جائیں ۔قتل وغارت اور اہانت وجسارت کرنا شروع کی اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا تو ان کی بہن ست نے اس کیلئے سوچا ۔تاریخ اسلام ذھبی ج ۲۸ ص ۱۴۷ پر لکھتے ہیں وہ ان دونوں قائدین لشکر کو بلاتی اور انہیں عطیات سے نوازتی تھی۔اس نے ابوالحسن علی بن حاکم کو بہترین لباس پہنا کر آمادہ رکھا اور ابن دواس کے سامنے حاضر کیا اور ابن دواس سے مخاطب ہو کر کہا مملکت اور حکومت کی پاسداری آپ کے ذمہ ہے تو اس نے سجدے میں جا کر شکریہ ادا کیا۔پھر علی بن حاکم کو حاضر کیا اور الظاہرہ عزار دین اللہ کا لقب دیا اور انہیں تاج معزان کے جد کا تاج پہنایا گیا۔ست نے حاکم کو نصیحت کی تھی کہ تمہاری حرکت سے یہ گھرانا تباہ ہوجائے گا وہ نہیں مانا بلکہ انہی کو مارنے کی تہدید کی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اسے ست نے مارا ہے ستہ نے حاکم کے مرنے کے بعد تدبیر مملکت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔وہ خود سیاسیات کے امور چلاتی تھی۔اس نے اپنے باپ کے پیدا کی گئی بہت سی رسومات کو ختم کیا اور کوشش کی کہ وہ اچھی سیرت کا مظاہرہ

کرے۔

☆ظاہر باللہ:

علی ابن حاکم کنیت ابوالحسن ۔حاکم بامراللہ ۲۷شوال ۴۱۱ھ میں مفقود ہوگیا تھا اورلوگ اس کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے جب یقین ہوا کہ وہ مارا گیا ہے ۔تو اس نے اپنے باپ کے مرنے کے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد قاضی شمس الدین بن خلقان کی موافقت پر ۴۱۱ھ ۱۰ذی الحجہ کو خلافت سنبھالی ۔ اس نے عید الضحیٰ کے دن اپنے والد کی وفات کے دو مہینے بعد ۱۰ ذی الحجہ ۴۱۱ھ کو حکومت سنبھالی اس وقت اس کی عمر سات سال تھی ،اس کی حکومت لشکری قائدین اور خواتین کے صلاح ومشورہ کے تحت تشکیل پائی وہ اپنے نفس کو ایک بڑی جنگ اور مقابلہ کیلئے دیکھتا تھا گویا اس کے دل کے اندر ایک احساس کمتری پیدا ہو گیا تھا ،زیادہ اجتماعات ومحافل منعقد کراتا تھا ،قصر کے افراد اور حکمرانوں کے درمیان تضاد وتناقص چل رہا تھا جو اس کی حکومت کے خلاف تھے اور اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنار ہے تھے۔

ظاہر باللہ نے اپنے دور حکومت میں درج ذیل تبدیلیاں کیں:

۱۔اس نے حکومت چلانے کیلئے غیر مسلمین پر زیادہ اعتماد کیا اور اس حوالے سے شراب اور دیگر لذات اور خواہشات کے کاموں کو فروغ دینے پر اکتفا کیا۔

۲۔تاریخی مصادر بنانے کیلئے حاکم رصد کی طرف متوجہ ہوا۔"دروز اور نصیریہ" مذہب اس کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے کیونکہ حکومت کے عقیدے میں اضطراب آیا تھا فاطمین مصریوں کو زیادہ دیر اپنے عقیدے کا ہموا نہیں بنا سکے حتیٰ کہ انہیں مصر والوں کو اپنے حال پر چھوڑنا پڑا اس وجہ سے اس نے غیر مسلمین پر اعتماد کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا اس نے سات سال کی عمر میں حکومت سنبھالی لہٰذا کم عمری کی وجہ سے اس کی حکومت کمزور ہوگئی، یزید بن معاویہ کے ناتجربہ کار اور کم سن ہونے کی وجہ سے اس وقت کے اصحاب وملت نے یزید کی ولی عہدی کو مسترد کیا تھا جبکہ اس کی عمر ۳۵سال تھی لیکن ابوالحسن کی عمر ۷ سال تھی لیکن کسی شخص نے اعتراض نہ کیا اس نے ۱۵سال ۹ مہینے حکومت کی ،نصف شوال ۴۲۷ھ میں وفات پائی۔

☆مستنصر باللہ: نابالغ خلیفہ ۸سال کی عمر میں حاکم بنا:

معد بن ظاہر نے اپنے باپ کی وفات کے بعد آٹھ سال کی عمر میں حکومت سنبھالی ۔ان کی حکومت کے دوران مصر فتنہ وفساد اور شدت مصائب میں مبتلاء ہوا ۔آس پاس کے والی اور حکمرانوں نے ان کے خلاف بغاوت کی اور ان کو اپنے قصر میں محصور کیا اور ان کے ہاتھوں میں جو کچھ تھا اسے لوٹ لیا ۔ان کی بیٹیوں اور بہنوں سے فوجیوں نے شادی کی انہیں اپنی اولاد کے ساتھ قصر سے باہر نکالا ۔ان کی حکومت کے دوران مصر میں بدترین قحط سالی آئی مؤرخین لکھتے ہیں حضرت یوسف کے بعد یہ پہلی قحط سالی تھا۔یہ قحط سالی ۷ سال تک چلی ۔اس دوران ایک روٹی ۵۰ دینار میں فروخت ہوتی تھی یہاں تک کہ یہ بھی ملنا ختم ہوگئی۔اورلوگوں نے بچوں اور عورتوں کو قتل کرکے ان کا گوشت کھانا شروع کیا۔ایک عورت اپنے زیورات لے کر نکلی اور چیختی ہوئی اعلان کرتی تھی کہ کون ہے جو میرے یہ زیورات لے کر مجھے چند سیر گندم دے دے لیکن اتنی کم اور معمولی قیمت پر زیورات بیچنے کے باوجود اسے کوئی خریدار نہ ملا تو اس نے کہا اگر یہ میرے کھانے کیلئے بھی کام نہیں آئے تو ان کی مجھے کوئی ضرورت نہیں چنانچہ اس نے زیورات کو راستہ میں پھینک

دیا۔اس کے پاس دس ہزار گھوڑے ہوتے تھے لیکن قحط آنے کے بعد صرف تین گھوڑے تھے لکھتے ہیں۔مستنصر گھر سے نکلتے وقت تنہا سواری کے ساتھ نکلتا تھا باقی لشکر والے سب پیدل چلتے تھے۔لشکر میں شامل سپاہی سخت بھوک کی وجہ سے گر جاتے تھے یہاں تک کہ قائد لشکر بدر جمالی جو کہ مکہ میں ہوتے تھے مصر میں آئے اور اس نے نئی تدبیر اپنائی اور آس پاس سے مواد غذائی حاصل کیا۔اس سے کچھ کچھ قحط سالی دور ہوگئی۔مستنصر خلفائے اموی و عباسی اور فاطمی میں سب سے زیادہ حکومت کرنے والا ہے۔انہوں نے ۶۰ سال حکومت کی اور ۱۸ ذی الحج ۴۸۷ھ کو وفات پائی۔

☆مستعلی باللہ:

احمد بن مستنصر باللہ کنیت ابو العباس۔ان کے دور حکومت میں دعوت رک گئی۔حکومت کمزوری کی طرف رواں تھی اور دن بدن گرتی جا رہی تھی اکثر صوبے ان کے ہاتھوں سے نکلتے گئے فرانسیسی ان پر غالب آئے تو مستعلی کے ساتھ صرف اس کا وزیر رہ گیا۔

مستنصر باللہ کے بعد ابو العباس احمد باللہ خلیفہ بنا اس کے زمانے میں فاطمیین کی حکومت میں خلل آیا، حکومت کمزور پڑ گئی اور اکثر علاقے کٹ گئے۔فرانسیسی شام پر غالب آئے حتیٰ یہ اپنے وزیر سے بھی کٹ گیا یہاں تک کہ اس نے مصر میں ۲۰ صفر ۴۹۵ھ میں وفات پائی۔اس نے ۷ سال حکومت کی۔

☆ آمر باحکام اللہ: نابالغ خلیفہ ۵ سال کی عمر میں حاکم بنا:

منصور ابن مستعلی باللہ۔کنیت ابو علی تاریخ اسلام ذھبی ج ۶ ص ۸۹ منصور فاسق و فاجر اور ظالم مستعز لعاب انسان تھا وہ کھلے عام لہو ولعب میں مشغول رہنے والا متکبر وجبروت انسان تھا۔پانچ سال پانچ دن کی عمر میں اس نے خلافت سنبھالی۔اس کی حکومت افضل شہنشاہ اپنی امیر الجیوش چلاتے تھے جب یہ بڑے ہو گئے تو افضل کو قتل کیا۔وزراء نے محمد بن مختار بن فاتک البطحائی کو منصوب کیا اس نے بھی ظلم وزیادتی کرنا شروع کی تو اسے گرفتار کیا گیا اور ۵۲۲ھ میں قتل کر دیا گیا اس کے دور خلافت میں ۴۹۷ھ میں عکا ہاتھ سے نکلا۔اس کے دور میں تو مرت ظاہر ہوئے۔قاہرہ جاتے وقت حسہ پر کمین گاہ میں چھپے ہوئے افراد نے ان پر حملہ کیا انہیں زخمی حالت میں قصر میں پہنچایا گیا وہ غیر عقب لا ولد مرے یہ عبید اللہ مہدی کا دسواں فرزند خلیفہ تھا ان کے بعد ان کا چچا زاد بھائی حافظ ابا المیمون عبد المجید بن محمد بن مستنصر باللہ خلیفہ منتخب ہوا یہ ۵۴۴ھ تک رہے۔

آمر باحکام اللہ ایک جاہل، ظالم اور فاحش طبیعت کا مالک انسان تھا۔وہ حرص وطمع میں گرفتار، فسق وفجور کا مرتکب اور برملا فواحش کا ارتکاب کرنے والا پست طبیعت انسان تھا۔سوال یہ کہ پانچ سالہ بچے کو مقام خلافت پر بٹھانے والے کیسے معاویہ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جس نے یزید کو ۳۵ سال کی عمر میں خلیفہ بنایا۔وہ ۵۲۴ھ میں قتل ہو گیا قتل کے وقت ان کی عمر ۳۴ سال تھی ابن اثیر اور ابن خلقان کے مطابق لا ولد تھے بعض کا کہنا ہے اس کو عبد الحمید نے قتل کیا ہے۔اس کے بیٹے کا نام طیب تھا کنیت ابو القاسم تھی انہیں امام قرار دیا، پھر امام اپنے قصر میں آیا وہ اپنے چچا زاد بھائی پر تکیہ کرتا تھا۔عبد الحمید بن محمد المستعصر باللہ کی وقتی بیعت کی گئی اور امامت عبد الحمید بن محمد مستنصر کے پاس امانت چھوڑی گئی۔وہ کم سن ہونے کی وجہ سے عقل سے بے بہرہ، کھلے عام منکرات کا ارتکاب کرنے والا، غناء سننے والا اور شراب خمر میں مبتلا انسان تھا اس نے نیل کے کنارے پر ایک قصر بنایا وہ برے اور بدترین کاموں میں مصروف رہتا تھا اسے امور مملکت کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی حکومت میں کیا ہو رہا ہے۔وہ خون ریزی

اور ارتکاب جرائم میں معروف تھا۔اس وقت لوگ راعی بلا غنم کی طرح آوارہ تھا۔اسی طرح اکثر خلفائے فاطمین بالغ ہونے سے قبل خلیفہ بنے ،اس کے علاوہ دین وشریعت میں فسق وفجور کورواج دینے والے کیسے یزید بن معاویہ کوسب وشتم کرتے ہیں جوکہ نوعمری اور فسق وفجور میں ان سے زیادہ آگے نہیں تھا، یہ یزید پر اس لئے سب نہیں کرتے تھے کہ یزید ایک فاسق وفاجر اورنا اہل خلیفہ اسلامی تھا بلکہ ان کا مقصد اس سے یہ ہے کہ فاطمی خلفا یعنی وارثانِ یزید پر لوگوں کی نظریں نہ پڑجائیں ۔ بلا آخر فرقہ ''باطنیہ'' اس پر غالب آیا۔پھرانہیں اس کے چاہنے والوں نے قتل کردیا۔اس کے قتل سے لوگ خوش ہوئے اس کی حکومت ۳۰ سال ۹ مہینے رہی ۔

☆ حافظ للدین اللہ:

عبدالمجید ابن امیر ابی القاسم محمد ابن خلیفہ مستنصر باللہ معدا بن ظاہر، کنیت ابوالمیمون ۔حافظ نے ۱۹ سال ۹ مہینے حکومت کرنے کے بعد اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کو ولی عہد بنایا۔اس نے حکومت میں تصرف کرنا شروع کیا یہاں تک کہ حالات بہت خراب ہوگئے اس کی وفات ۵۴۴ھ کو ہوئی اس کی حکومت کی مدت ۱۹ سال کچھ مہینے تھی ۔

۵۸ سال کی عمر میں خلافت سنبھالی۔ان کی خلافت برائے نام تھی وزیر ابن افضل تھا۔اصل میں حکومت وزیر کی تھی ۔جو ملک کے تمام امورات کو چلاتا تھا۔وہ ۵۲۵ھ کو خلیفہ بنے ۔مراۃ الزمان میں لکھا ہے حافظ کی حکومت کمزور ہوتی گئی ۔اس کا اپنے وزیر ابی علی احمد بن افضل رئیس لشکر کے ساتھ تنازع ہوا وزیر طاقت ور ہوتا گیا۔اس نے اپنے لئے خطبہ دیا۔اذان سے حی علی خیر العمل کو نکال دیا گیا اور خود کو خلیفہ پیش کیا۔وہ مرض کولنج میں مبتلاء دائم المرض تھا۔حافظ کیلئے حکومت نامی کوئی چیز نہ تھی ۔وہ محض نام کا حکمران تھا۔انہوں نے مذہب امامیہ کا مظاہرہ کیا اور اپنے وزیر کو قتل کیا۔ان کی قدرت بڑھ گئی اس نے ۵۴۴ھ کو ۱۹ سال حکومت کرنے کے بعد وفات پائی۔

☆ ظافر باللہ:

اسماعیل بن حافظ للدین اللہ۔اپنے باپ حافظ للدین اللہ کی وفات کے بعد ۵۴۴ھ میں جس وقت اس کی عمر ۱۷ سال چند مہینہ تھی کیلئے بیعت لی گئی۔ ابوفدا عارف وعاقل اور دیندار تھا۔اس نے ایک جامع مسجد بنائی جو''ظافری'' کے نام سے مشہور ہوئی، ملک عباس کو اپنا وزیر بنایا عباس کا ایک بیٹا نصر تھا جو ہروقت ابوفدا کے ساتھ رہتا تھا۔دیگر اُمرا کو اس پر حسد ہوا تو ملک عباس ڈر گئے کہ کہیں اس کے بیٹے کو اُمرا قتل نہ کردیں تو اس نے بیٹے اور خلیفہ کے درمیان برا کام کرنے کی تہمت لگا کر جدائی ڈال دی۔اس کے والد عباس نصر نے خلیفہ ظافر کو ۵۴۹ھ میں قتل کردیا۔اس کی مدت خلافت ۴ سال ۸ مہینے رہی ۔عباس تاریخ اسلام ذہبی ج ۳۸ ص ۲۶۸ میں آیا ہے عباس صبح کو قصر گیا پوچھا ہمارا مولا کہاں گیا ہے تو ان کے دو بھائیوں جبرائیل اور یوسف نے کہا اپنے بیٹے سے پوچھیں وہ بہتر جانتے ہیں پھر کہا اسے تم نے اور تمہارے بیٹے نے قتل کیا۔پھر ان دونوں نے عباس کو قتل کیا پھر ظافر کے قتل کے بعد اس کے پانچ سالہ بیٹے کو اٹھا کر لوگوں سے بیعت لی گئی اور اس کو''فائز باللہ'' کہا۔اس کے بعد وہ خود پورے ملک کا مالک بن گیا۔اس کے ظلم سے کوئی محفوظ نہ رہ سکا حتی یہ قصر سلطنت کی خواتین تک پہنچا پھر خواتین نے طلائع بن ازیک کو اطلاع دی۔اس کی خبر جب عباس کو ملی تو وہ تمام مال ودولت جتنا اٹھا سکا لیکر شام فرار ہوگیا لیکن راستے میں صلیبیوں نے اسے لوٹ لیا۔

☆ فائزباللہ: بچہ خلیفہ

عیسیٰ بن ظافر کو ۵ سال کی عمر میں حکومت ملی، یہ صالح، عارف اور دیندار تھا، اس کیلئے طلائع بن ازیک وزیر بنا، اس نے جامع الصالح بنائی پھر مشہد حسینی بنایا، وہ اچھی فکر کے حامل لوگوں کا پسندیدہ شخص تھا انہوں نے ۵۵۵ ہجری میں وفات پائی ۔عیسیٰ ابن خلیفہ الظافر بامر اللہ ۔صاحب نجوم تاریخ مراۃ الزمان سے نقل کرتے ہیں فائز ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۵۵ھ میں وفات پائی ۔۵۵۵ھ میں عاضد کی خلافت کیلئے بیعت لی گئی ۔وہ چھ سال چھ مہینے خلافت پر رہے ۔۱۷رجب ۵۶۷ھ کو وفات پائی ۔

☆ ابومحمد عاضدلدین اللہ عبداللہ بن یوسف بن حافظ:

فائز کی نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ۵۵۵ ہجری کے بعد طلائع بن ازیک نے اس خاندان سے کسی فرد کو منتخب کرنا چاہا تو بعض حلقوں نے ایک عمر رسیدہ تجربہ کار شخص کا نام لیا لیکن کسی نے سرگوشی کے ساتھ کہا بڑوں کو چھوڑ و کسی چھوٹے کو پکڑو اسی میں مصلحت ہے ۔چنانچہ اس نے اسی خاندان کے ایک کم سن بچے ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن حافظ کو منتخب کیا اور انہیں ''العاضد باللہ'' کا خطاب دیا اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی کرائی اور ملک کے تمام امور کا خود مالک ہو گیا ۔

☆ عاضدللدین اللہ: بچہ خلیفہ

عبداللہ ابن امیر یوسف ابن خلیفہ حافظ باللہ عبدالمجید ابن امیر محمد ابن خلیفہ مستنصر باللہ معدا بن ظاہر باللہ علی ابن حاکم ۔ابن خلقان نے لکھا ہے عاضد باللہ ۲۰محرم ۵۴۷ھ کو پیدا ہوئے اپنے چچازاد فائز بنصر اللہ کی وفات کے بعد ۵۵۵ھ میں خلیفہ کیلئے بیعت لی گئی ۔عاضد نے ۲۳ سال کی عمر میں گیارہ سال حکومت پر رہنے کے بعد ۵۶۷ھ میں وفات پائی ۔لیکن کیسے وفات پائی اس کے بارے میں بہت اختلاف ہے ۔بعض کہتے ہیں ان کی مملکت در حقیقت ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی ۔جب انہیں پتہ چلا کہ ان کا زوال عنقریب ہے تو وہ غم وغصے سے مر گئے ان کی خلافت عدد خلفائے بنی امیہ کے مطابق ۱۴سال رہی ۔

ابوعبداللہ گیارہ سال کی عمر میں خلیفہ بنا، یہ سب صحابہ میں غلو کرتا تھا اور سنی مسلمانوں کے خون کو مباح سمجھتا تھا اس کا وزیر طلائع بن ازیک تھا لیکن تھوڑے عرصے بعد اسے قتل کر دیا گیا اس کے بعد شاور کو وزیر بنایا گیا ۔اس نے ۵۶۷ھ میں وفات پائی ۔اس کے ساتھ ہی فاطمی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ۔

ابن خلقان نے لکھا ہے عاضد اور فائز دونوں امور خلافت ومملکت سے دور رہنے کے باوجود وہ خلفاء پر سب کرتے ۔سنیوں کے خون کو مباح سمجھتے تھے ۔لیکن ان کا وزیر طلائع بن ازیک ان کی سیرت پر چلا وہ مملکت میں قحط اور مہنگائی کا سبب بنا اس نے امرائے حکومت اور صاحبان عقل وقدرت کو قتل کیا اور اموال کو غارت میں لیا ۔تاریخ اسلام ذھبی ج ۳۹ ص ۲۱ میں آیا ہے محرم ۵۶۷ میں مصر سے عاضد کے نام سے خطبہ جاری ہوا اس نے عاشورا کے دن وفات پائی ۔عاضد کے عاشورہ کے دن خطبہ پڑھنے کے چند دن بعد دوسرے جمعہ کو خلیفہ بغداد کیلئے خطبہ پڑھایا گیا یہاں سے خلافت فاطمیہ کا اختتام ہوا ۔پہلی محرم کا خطبہ عاضد کے نام سے پڑھایا گیا دوسرے جمعہ کو تمام مصر میں خلیفہ بغداد کے نام سے خطبہ دیا گیا ۔اس طرح خلافت

عباسیہ خلیفہ بغداد سے کٹ کر دوسو سال گزرنے کے بعد دوبارہ خلافت کو سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے سنبھالا اور مملکت کی دولت و ذخائر پر ان کا قبضہ ہوا۔اولاد عاضد کو قصر میں گرفتار کیا گیا۔ان کے آثار کو مٹایا گیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کیا گیا۔صاحب نجوم الزاہرہ لکھتے ہیں جو کچھ انکے ساتھ کیا گیا وہ اس کے مستحق تھے۔یہ باطنیہ زندیق تھے مذہب تناسخ اور حلول کے قائل تھے بلکہ انہوں نے دعویٰ الوہیت بھی کیا۔سب صحابہ میں غلو کرتے اور اہل سنت کے خون کو مباح سمجھتے تھے۔

☆دور فاطمین پر ایک نظر:

دور فاطمین میں اسماعیلیوں کی امامت میں شرط عصمت و منصوصیت ایک ہی خاندان وغیرہ کے دعویٰ حکومت ملنے سے ان کے اندر کا چہرہ کھل کر سامنے آیا فاسقین و فاجرین بعویداران نبوت والوہیت نے ان کے دین دعویٰ پشت از امام رکھا یہاں تک ان کے نسل فاطمی ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹا ثابت ہو گیا اور ان کی حمایت کرنے والوں کو ہر آئے دن شرمندگی اٹھانا پڑی۔

مصریوں نے اس عقیدے میں سستی دکھائی اور افضل بن بدر جمالی نے امامت کو مستنصر سے مستعلی کی طرف پلٹا دیا حالانکہ وہ اس کا حقدار نہیں تھا یوں صاحب نص کو محروم کیا گیا یہاں سے وہ ''مشرقی اور حشیشیہ'' دو فرقوں میں تقسیم ہوئے چنانچہ جب ۵۲۴ ہجری میں ان کا خلیفہ قتل ہوا تو اس کی کوئی اولاد نہیں تھی اُنہوں نے یمن میں فاطمین کو اس بارے میں لکھا لیکن جب حاکم امر باللہ قتل ہوا تو اس کی بیوی حاملہ تھی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام طیب بن امر تھا اُس نے اپنے بیٹے کو چھپایا چنانچہ ان سے ایک اور فرقے نے جنم لیا جس کا نام فرقہ ''طیبیہ'' ہے جو کہ آج تک باقی ہے۔[نقل از تاریخ دولۃ الاسلامیہ صفحہ ۱۹۴]

مستنصر کے بعد یہ فرقہ ۴۸۷ھ میں دو گرہوں میں تقسیم ہوا۔وزیر افضل جمالی نے امام مستنصر کی وفات کے بعد خلافت کو غصب کیا اور اپنی بہن کے بیٹے احمد ابن مستنصر کو امامت پر فائز کیا اور اسے مستعلی باللہ کا لقب دیا اور نزار جو بڑا تھا اسے محروم کیا وزیر جمالی ارمانی اصل مسیحی تھا وہ انتقام لینے پر بضد رہا اور نزار اور اس کے بیٹے علی کو جیل میں ڈالا اور دیوار گرا کر ان دونوں کو مروایا۔یہاں سے اسماعیلیوں میں ایک انقلاب وجود میں آیا اور انہوں نے مستعلی کی بیعت سے انکار کیا اور امامت نزار کا اعلان کیا۔اس طرح فاطمیہ کے دور کا آغاز ہوا اس کو دور ظہور امام بھی کہتے ہیں۔

اسماعیلیہ کی پہلی بار مغرب میں حکومت قائم ہوئی انہوں نے ۳۵۸ھ سے لے کر ۵۶۷ھ تک حکومت کی۔اس دور میں عقائد اسماعیلی کو چندین بار اپنی امامت کے بارے میں اختراع کردہ اصول سے انحراف و بغاوت کرنا پڑی۔

۱۔اسماعیلی تسلسل امامت کا عقیدہ رکھتے تھے۔اس کے تحت وہ ایک ہی گھرانے سے بڑے فرزند کو پہلے مرحلے میں ولی عہد بناتے اور پھر ولی عہدی کے ذریعے سے امامت پر منصوب کرتے ہیں۔لیکن خلیفہ کی موت کے بعد انہیں یہ عقیدہ تین بار توڑنا پڑا ایک دفعہ جب معز الدین اللہ نے امامت کیلئے اپنے بعد اپنے بڑے بیٹے عبداللہ کا تعین کیا لیکن عبداللہ نے اپنے باپ معز الدین اللہ کی حیات میں ہی وفات پائی تو انہوں نے امامت پر ان کے چھوٹے بیٹے نزار کو منصوب کیا ہے، جس کا لقب عزیز باللہ ہوا۔

۲۔دوسری دفعہ خلیفہ مستنصر نے امامت کیلئے ان کے بیٹے نزار کو ولی عہد نامزد کیا لیکن افضل جمالی جو وزیر خلیفہ تھا اور خلیفہ ان کے بہنوئی تھے ان کے کہنے یا اصرار پر احمد ابن مستنصر کی امامت کا اعلان کروایا جسے بعد میں مستعلی باللہ کا لقب دیا۔

۳۔تسلسل امامت کا ایک ہی نسل میں ہونا ٹوٹ گیا جب حاکم بامر اللہ کو قتل کیا گیا اور چونکہ وہ لاولد تھا اس لئے اس کی جگہ ان کے چچا عبدالمجید ابن مستنصر امام وقت بنے لہٰذا اصطلاح اسماعیلی کے تحت یہ امامت مستودع تھی لیکن وقت نہیں گزرا تھا انہوں نے اپنی امامت کا اعلان کیا اور لقب حافظ لیا تو اس طرح امام اپنے بعد ولی عہد بنانا یا وصیت کے ذریعے امام بنانے کے طریقے میں تین چار دفعہ تبدیلی کرنا پڑی اس طرح ان کے عقیدہ منصوصیت جو نا قابل شگاف اور حرف آخر تھا اور جسے افتراق اور انتشار سے بچنے کا ضامن کہا جاتا تھا چندین بار اس میں شگاف آیا۔

یہاں سے اسماعیلی دعوت میں شگاف آیا اور یہ فرقوں میں تقسیم ہوئے:

۱۔اسماعیلی نزاریہ جسے بعد میں اسماعیلی شرقیہ کہتے ہیں اس کا داعی حسن ابن صباح ہے یہ امام مستنصر کی زیارت کیلئے مصر آیا تھا۔وہ یہ جانتا تھا کہ امام مستنصر کے بعد اس کا بڑا بیٹا نزار ہے جب اس میں شگاف آیا تو بعد میں اس نے امامت نزار کا اعلان کیا اور قلعہ الموت پر قبضہ کیا اور تاریخی شہرت حاصل کی۔

۲۔اسماعیلیہ مستعلی جسے اسماعیلیہ غربی کہتے ہیں۔یہ تقسیم ابھی تک جاری ہے۔

بغداد میں آل بویہ کیسے داخل اور کیسے وہاں سے رخصت ہوئے یہ تاریخ میں نقل ہے،ان کی آمد کے اسباب اور رخصت کے اسباب کا جائزہ لینا علم تاریخ اور اس سے نتیجہ اخذ کرنا فلسفہ اخلاق ہے،نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی بھی انسانی گروہ کسی ملک میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہاں کے رہنے والے اسے دعوت نہ دیں،پیغمبر اسلامؐ مدینے میں داخل نہ ہوسکے جب تک اہل مدینہ نے داخل ہونے کی دعوت نہ دی،اس سے اندازہ لگالیں اگر دنیائے کفر وشرک ہمارے ملک میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو یہاں سے کوئی ان کو دعوت دینے کیلئے نکلتا ہے جو اس ملک کے دیگر باشندوں سے اجازت لئے بغیر دعوت دے رہا ہے امت اس وقت تک یہ چیزیں برداشت کرتی ہے جب تک اس کی عزت وکرامت کو نہ چھیڑا جائے لیکن جس دن اس کی عزت وکرامت کو چھیڑیں گے وہ اس دن انہیں وہاں سے نکال دیں گے۔چنانچہ بغداد سے آل بویہ کو اور مصر سے فاطمین کو نکال دیا گیا لیکن چودہ،پندرہ سوسال گزرنے کے باوجود حضرت محمدؐ اہل مدینہ کے نزدیک آج بھی اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہیں،اہل مدینہ خود دنیا سے چلے گئے لیکن نام محمدؐ باقی رہے گا۔

☆موبقات فاطمین:

فاطمین نے تخت سلطنت پر مستقر ہونے کے بعد ان جرائم وموبقات کا ارتکاب کیا جن کا تسلسل آج بھی ان جیسے امراء،ظلم واستبداد کے حامیوں اور فرعون صفت حکمرانوں نے اپنایا ہوا ہے۔حکمران جب کسی ملک پر قابض ہوتے ہیں تو پھر اس احتمال خطر یعنی ہر اس انسان یا گروہ کو کچل دیتے ہیں جسے وہ اپنی حکومت کیلئے باعث خطر تصور کریں۔خود کو جہاں تک اونچا دکھا سکیں دکھاتے ہیں اور جتنا بڑا بول بول سکیں بولتے ہیں تاکہ کوئی ان کی طرف شک وریب سے نہ دیکھ سکے۔ہم یہاں پر ان کے چند جرائم کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔عبید اللہ مہدی نے دعویٰ رسالت کیا اپنی حکومت کے قیام کے کچھ عرصہ بعد مصر سے دو فقیہوں کو قصر حکومت میں بلایا اپنے کسی نوکر کے ذریعے ان سے سوال کیا کیا آپ گواہی دیں گے کہ یہ رسول اللہ ہے تو انہوں نے جواب دیا اگر سورج دائیں ہاتھ میں چاند بائیں ہاتھ میں دیں تو بھی یہ گواہی نہیں دیں گے تو اس نے دونوں کو ذبح کردیا۔

۲۔ایسے دین فروش وضمیر فروش شعراءکوقصر میں بلایا جوان کے کفروشرک کے پوشیدہ جرائم کواشعار میں پیش کریں ۔
۳۔اہلسنت کوتنگ کرنے اورانہیں اذیت پہنچانے کے لئے ان کے عقائد کومجروح کرنے کیلئے اصحاب پرسب وشتم عام کیا دکانوں کے دروازے کے اوپر جوتے لٹکائے اوراوپر لکھا یہ روح شیاطین ہیں۔
۴۔سابق حکمرانوں کے تمام آثار کومٹانے کاحکم دیا تاکہ ان کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔
۵۔ہرقسم کے اجتماعات پرپابندی لگائی حتیٰ نماز میں تحقیق کرتے کہ زیادہ نمازی جمع نہ ہوجائیں اورجوآئیں وہ جلدی منتشر ہوجائیں ان حکمرانوں نے کتب اہل سنت کوتلف کیا اوربعض کتب پرپابندی لگائی۔
۶۔امام ملک کافتویٰ نقل کرنے پربندش لگائی اورمساجد میں درس وتدریس پرپابندی لگائی۔
۷۔بہت سے احکامات کومعطل کیا۔
۸۔وہ لوگوں کوجبری طورپراپنے مذہب میں شامل ہونے کی دعوت دیتے تھے۔
[صفحات مشرقہ تاریخ الاسلامی ج ۲ص ۱۰۰]
سقوط خلافت فاطمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں ان کے اقتدار کے زوال کے اسباب یہ ہیں:۔
۱۔اہل مغرب نے حکومت مزدرہ فاطمیہ کے اباطیل سے مقابلہ ومقاومت کیا ہے۔
۲۔مغرب میں ایک قائد شجاع پربربری بنام مغرین بادس نکلے۔
۳۔شام میں اسماعیلیہ اورقرامطہ میں جنگ چلی۔
۴۔فاطمین نے نصاریٰ یورپ سے مدد لی۔
۵۔مصر نے مذہب فاطمیہ کومسترد کیا۔
۶۔عباسی حکومت نے اپنے بحالی اقتدار کی خاطر اسلام کی طرف برگشت کی۔

☆مستعلی غربیہ:

دروز:

دروز پرکلمہ باطنیہ سوفیصد صدق آتا ہے انہوں نے اپنے عقیدے کوتمام فرق اسلامی سے چھپا کررکھا ہے ۔فرقہ دروزاپنے عقیدے کے فاش ہونے کیلئے لوگوں کوآگاہی سے روکنے کیلئے بہت حریص ہیں ۔مؤرخین درزی میں اختلاف نظر رکھتے ہیں بعض نے کہا ہے فرقہ دروز دوشخص میں سے ایک سے مربوط ہے ایک کانام ہے محمد ابن اسماعیل درزی یہ ان اشخاص میں سے ہے جنہوں نے حاکم بامراللہ کی الوہیت کی تحریک چلائی ہے اوران کے مذہب کی پیشن گوئی کی ہے وادی تیم ان کا پہلا مسقط اورمرکز ہے ان کی فکر یہودیت اورمجوسیت سے ملتی ہے ۔اسی کانام نشتکین دروزی ہے دوسرا شخص ابومنصور انوشتکین درزی ہے ۔یہ ایک قائد لشکر تھا حاکم بامراللہ کا طائفہ دروزی ان سے منسوب ہے بہرحال جوبھی ہو

تشتگین نے الوہیت حاکیت بامراللہ کی تحریک چلائی اور بہت سے لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا ہے۔

دروزفرقہ باطنیہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ان کا عقیدہ وہی عقیدہ اسماعیلی ہے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حاکم بامراللہ ہے یہ فرقہ تشتگین درزی سے منسوب ہے۔تشتگین درزی مصر میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی لیکن شام کی طرف ہجرت کی۔اس کا عقیدہ بہت سے ادیان فاسدہ کے عقائد کا مجموعہ ہے وہ اپنے عقیدے کو چھپا کر رکھتا تھا حتیٰ ان کی اولادیں بھی نہیں جانتی تھیں جب تک کہ وہ چالیس سال کی عمر نہ گزار لیں۔بعض کا کہنا ہے اس مذہب کے بانی حمزہ بن علی بن محمد زوزونی ہے جو ۳۷۵ھ میں پیدا ہوئے ۴۳۰ھ کو وفات پائی اس نے ۴۰۸ھ کو اپنے مذہب کا اعلان کیا اور کہا روح اللہ حاکم میں حلول ہوئی ہے اور اس بارے میں اس نے کتاب لکھی محمد ابن اسماعیل درزی معروف بہ تشتگین حمزہ کے ساتھ اس عقیدے کی تاسیس میں شریک تھے لیکن محمد ابن اسماعیل نے حاکم کی الوہیت کا جلدی اعلان کیا اور لوگوں نے ان کے خلاف ہجوم کیا شام گئے اور وہاں اپنے مذہب کا اعلان کیا وہاں سے فرقہ دروزی وجود میں آیا۔ان کا اعتقاد یہ ہے کہ حاکم بامراللہ ہے جب وہ مرے تو انہوں نے کہا وہ غیبت میں گئے ہیں واپس آئیں گے۔دروزی انبیاء و رسل کے منکر ہیں ان کی شان میں جسارت کرتے ہیں کہتے ہیں مسیح ان کے داعی حمزہ کا نام ہے تمام ادیان سے عداوت رکھتے ہیں خاص کر کے مسلمانوں سے دیگر ادیان کے خون و مال کو مباح سمجھتے ہیں۔کہتے ہیں ان کے دین نے تمام ادیان کو منسخ کیا ہے ان کے اعتقاد کا مرکز ہندوستان ہے کیونکہ ان کے عقیدے ہنود کے عقیدے سے ملتے ہیں دروز تناسخ ارواح کے قائل ہیں ثواب و عقاب اور جنت و نار کے منکر ہیں قرآن کے منکر ہیں۔کہتے ہیں قرآن سلمان فارسی نے بنایا ہے ان کی تاریخ ۴۰۸ھ سے شروع ہوتی ہے جس میں حمزہ نے الوہیت حاکم کا اعلان کیا تھا۔قیامت ان کے نزدیک حاکم باللہ کے واپس آنے کا دن ہے کہتے ہیں وہ آئیں گے کعبہ کو منہدم کریں گے اور روئے زمین سے نصاریٰ اور مسلمانوں کا خاتمہ کریں گے اور مسلمانوں سے جزیہ لیں گے۔دیگران سے شادی کو حرام سمجھتے ہیں نکاح محرمات کو جائز سمجھتے ہیں ان کے علماء حافظ اسرار ہیں ان کے عقائد عقائد فلاسفہ ہیں ان کے اعتقاد میں ستر کتمان تقیہ ضروری ہے۔وہ صحابہ کی شان میں برے اور فحش کلمات استعمال کرتے ہیں رمضان کے روزے نہیں رکھتے حج بیت اللہ کو نہیں جاتے اپنے عقیدے کا اظہار نہیں کرتے دروز فرقہ باطنیہ کے اہم فرقوں میں سے ہے جو قائل بہ تناسخ ہیں۔پانچ اور سات کے عدد کو ان کے عقیدے میں بہت احترام حاصل ہے۔

اسماعیلی مستعلی سے بہرہ نکلے ہیں مستعلی کی وفات کے بعد اس کے بیٹے طیب کے بعد دوبارہ دور تستر شروع ہو گیا اس کے بعد بہرہ دو حصوں میں بٹ گئے:

☆بہرہ:

بہرہ اسماعیلیہ مستعلیہ کو کہتے ہیں وہ امام مستعلی اور ان کے بعد کے ائمہ کے معتقد ہے۔اس کے بعد آخری امام کے بیٹے طیب کے معتقد ہیں لہٰذا ان کو طیبیہ بھی کہتے ہیں۔ہند اور یمن میں رہنے والے اسماعیلی اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ لوگ سیاست چھوڑ کر تجارت میں وارد ہوئے ہیں اور ہندوؤں سے گھل مل گئے ہیں یہ بہرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ان کا کہنا ہے امام طیب ۵۲۵ھ میں پردہ غیب میں گئے ہیں اور ان کی نسل سے آنے والے امام بھی ابھی تک غیبت میں ہیں پتہ نہیں کہاں ہے ان کا نام تک بھی پتہ نہیں حتیٰ علماء بہرہ بھی نہیں جانتے۔بہرہ اپنی جگہ دو گروہوں

میں تقسیم ہوئے ہیں:

ا۔بہرہ داؤدی قطب شاہ داؤد۔ہندوستان و پاکستان میں آباد ہیں ان کے داعی ممبئی میں رہتے ہیں۔

۲۔بہرہ سلیمانیہ:سلیمان بن حسن سے منسوب ہیں۔ان کا مرکز یمن میں ہے یہ عامۃ المسلمین کی مساجد میں نماز نہیں پڑھتے ظاہری طور پر ان کا عقیدہ دوسروں کی مانند ہے لیکن باطن مختلف ہے۔نماز پڑھتے ہیں لیکن یہ نماز اپنے امام مستور کیلئے پڑھتے ہیں یہ دیگر مسلمانوں کی طرح حج کو جاتے ہیں لیکن ان کا کہنا ہے کعبہ مرکز و رمز امام ہے۔کہتے ہے ہر امر مباح ہے۔

بہرہ داؤدیہ اور بہرہ سلیمانیہ۔اس وقت یمن میں ہیں۔

بہرہ اسماعیلیوں کے امام مستعلی بن مستنصر کے معتقدین کو کہا جاتا ہے مستنصر آخرین خلیفہ فاطمی ہے اس فرقے کو مستعلیہ کہتے ہیں نسبت ہے مستعلی گروہ خلیفہ فاطمی امر بن مستعلی کے قتل کے بعد وجود میں آیا یہ گروہ یمن اور ہندوستان کے درمیان تجارت کرتا تھا ساتھ ہی وہ اپنی دعوت بھی پھیلاتے تھے لیکن گذشت زمان کے بعد یہ خود دو گروہوں میں بٹ گئے یہ لوگ ایک مہدی کے منتظر ہیں جو نسل اسماعیل سے ہوگا جو اس وقت غیبت میں ہیں۔یہ لوگ زیادہ تر ہندوستان کے شہر بمبئی میں سکونت کرتے ہیں صاحب فرہنگ کی نظر میں جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا ہے وہ بمبئی یا ہندوستان میں زیادہ ہیں لہٰذا ان کے عقائد ہندوستان سے زیادہ متاثر ہیں یہ لوگ بھی خلفاء کو سب وشتم کرتے ہیں ان کے عقائد زیادہ تر مسیحوں سے ماخوذ یا متاثر ہیں یہ لوگ بھی عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں اپنے موقف پر اصرار رکھتے ہیں یہ فرقہ حروفی کے بھی معتقد ہیں۔سب سے پہلے یہاں اس دعوت کیلئے آنے والا شخص عبداللہ عیسیٰ تھا۔

☆نزاریہ شرقیہ یا حلقات مفقودہ اسماعیلی کا دوسرا دور:

خلیفہ مستنصر فاطمی نے جب ۴۸۷ھ میں وفات پائی تو خلافت پر ان کا بیٹا ابوالقاسم احمد بیٹھا۔احمد خلیفہ کا بڑا بیٹا نہیں تھا اور نہ ہی اس میں خلافت سنبھالنے کی اہلیت پائی جاتی تھی اسماعیلی ان کی بہ نسبت نزار کو خلافت کا حقدار اور اہل سمجھتے تھے۔خلیفہ مستنصر نے نزار کو ولی عہد بنایا اور اس کیلئے بیعت لی لیکن ان کے وزیر افضل بن بدر جمالی نے اس پر عمل نہیں ہونے دیا۔یہاں سے حکومت فاطمی اور اس کے مذہب میں شگاف پیدا ہوا ایک گروہ نزار کی طرف گیا جو اسماعیلیہ نزاریہ کے نام سے مشہور ہوا اور دوسرے احمد کے طرفدار بنے۔

خلیفہ فاطمی مستنصر باللہ جس نے ۴۸۷ھ میں وفات پائی اس نے وفات سے پہلے اپنے ایک بیٹے جس کا نام "احمد" تھا جو اس منصب کیلئے بعض اسماعیلیوں کے نزدیک اہل نہیں تھا کو خلیفہ بنایا۔والله اعلم بلکہ ان کے نزدیک اس کا دوسرا بیٹا "نزار" اس کا مستحق تھا۔غرض مستنصر کی وفات کے بعد احمد مستعلی خلیفہ بنا اس موقع پر نزار نے اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کی۔اس طرح فرقہ اسماعیلی میں ۴۸۷ھ کو ایک شگاف پیدا ہوا جس میں ایک اسماعیلی مستعلی بنا جو خلافت کی بساط پر قائم رہا جنھیں آج بوہرہ کہتے ہیں اور اس کے بالمقابل اسماعیلی نزاریہ بنا جس نے اس کے خلاف بغاوت کی۔اس صورتحال کے پیش نظر ان دونوں کے درمیان مختلف مواقع پر جنگ وجدال ہوتی رہی اور فرقے کو بچانے اور تسلسل قائم رکھنے میں ایک شخص بنام حسن صباح کا کردار بتاتے ہیں جو کہ ایران کے شہر "ری" کا رہنے والا تھا۔۴۷۱ھ میں اس نے مصر میں مذہب اسماعیلی نزاری کو قبول کیا اور مستنصر باللہ کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹوں احمد اور نزار کے درمیان خلافت پر اختلاف او رشگاف کے نتیجے میں

اس نے نزار کی حمایت کی اور اس کے بعد ۴۸۷ھ قلعہ الموت میں جو کہ ایران کے شہر "قفضوین" کے نزدیک ہے، وہاں اس نے نزاریہ فرقہ کی طرف دعوت دی اور خود کو "شیخ الجبل" یا "پیر کوہستان" کہا۔ ۵۱۸ھ میں اس نے وفات پائی تو اس کا ایک شاگرد بنام" بزرگ امید درباری" نے اس کی جگہ لی اس کے بعد اس کے بیٹے محمد ابن بزرگ امید ۵۳۲ھ بمطابق ۱۱۶۲ میلادی میں جانشین بنا اس کے بعد حسن ثانی بن محمد ۱۱۶۶ء تک جانشین رہا۔ اس کے بعد محمد ثانی بن حسن ۱۱۶۶ء سے لے کر ۱۲۱۰ء تک پھر حسن ثالث بن محمد ثانی ۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۱ء تک پھر محمد ثالث بن حسن ثالث ۱۲۲۱ء سے ۱۲۵۵ء تک پھر رکن الدین خوشاہ ۱۲۵۵ء سے خلیفہ بنا اور اس طرح ان کے بعد ہلاکو نے رکن الدین کو قتل کیا پھر ان کی مرکزیت ختم ہوئی اور وہ منتشر ہوئے اس طرح ۱۲۵۵ سے ۱۸۸۱ء تک وہ بغیر کسی خلیفہ اور مرکزیت کے دور سے گزرے۔ یہاں تک کہ فرقہ آغاخان کا آغاز ہوا۔ فرقہ آغاخانی کا کہنا ہے کہ عقائد میں ہم اللہ کی وحدانیت کے قائل ہیں اور امامت کا تسلسل کبھی ظہور کی صورت میں اور کبھی مخفی صورت میں باقی رہتا ہے اور ان کی شریعت گذشت زمان کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

پھر وہ اپنے کچھ فدائی بھیج کر نزار کے دو بیٹوں کو قلعہ الموت لایا بہر حال حسن صباح وہ پہلا شخص ہے جس نے نزاریہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی یا نزاریہ کی اولاد مصر سے نکل کر قلعہ الموت پہنچی اور یہ سلسلہ نزار کے بعد بھی باقی رہا۔ نزاریوں کا کہنا ہے خلافت اسماعیلی مستنصر کے بعد ان کے بیٹے نزار بن مستنصر ملقب مصطفیٰ باللہ وفات ۴۹۰ھ کو ملی اس کے بعد علی بن نزار ملقب بہ ھادی وفات ۵۳۰ھ اس کے بعد محمد بن علی بن نزار مہدی ۵۵۲ھ کو وفات پائی ان کے بعد حسن بن محمد بن علی قاہر وفات ۵۵۷ھ ہے لیکن تاریخ میں ان کی کسی قسم کی سرگرمی کا ذکر نہیں آتا ہے صرف نام لیا جاتا ہے معلوم نہیں اس کی کوئی حقیقت ہے بھی یا نہیں۔ حسن بن صباح نے ۵۱۸ھ میں وفات پائی اس نے اپنے بعد قیادت نزاریہ کیلئے بغیر اعلان و نامزدگی کے چھوڑی۔

جب خلافت احمد کیلئے مستحکم ہوئی تو نزار اسکندریہ گیا وہاں کے والی ناصر الدین افتگین نے ان کا استقبال کیا اس کی بیعت کی لیکن جب بدر جمالی کو پتہ چلا تو اس نے اسکندریہ پر لشکر کشی کی اور محاصرہ کیا اور نزار کے تابعین کو اپنی طرف جھکایا۔ کہتے ہیں اس وقت حسن صباح مصر میں تھا وہ اس ولایت عہدی کو نہیں مانتا تھا وہ سمجھتا تھا مستنصر مجبور ہے اس نے یہ با دل ناخواستہ کیا ہے خلافت کا حقدار نزار ہے۔ حسن صباح مصر سے فرار ہوا اور لوگوں کو نزار کی طرف دعوت دی۔ فرقہ باطنیہ جو کہ صدر اسلام میں بنام نفاق سرگرم تھے دوسری صدی کے آغاز سے غلات کی شکل میں سرگرم ہوئے اور انہوں نے تیسری صدی سے باطنیہ کے روپ میں کام کرنا شروع کیا۔ اسی دور میں انہوں نے اپنے ضد اسلام اعمال مختلف گروہوں کے نام سے انجام دینا شروع کیا: ملحدانہ جسورانہ انداز میں تعطیل و تنسیخ شریعت کرنا شروع کیا۔ یہ گروہ کچھ حد تک مظاہر اسلام کرتے ہوئے کبھی شریعت کی پاسداری کرتے کبھی اہانت و جسارت اسلام کرتے اور کبھی غیر جانب داری کی شکل میں اپنے کاموں کو انجام دینا شروع کیا۔

☆ فاطمین سے دوسرا جسورانہ ملحدانہ تعطیل اور تنسیخ شریعت اسلام کا اعلان کرنے والا:

حسن بزرگ امید: جب سلسلہ حسن ثانی بن محمد بن بزرگ امید ۵۵۸ھ میں اقتدار پر آیا تو اس نے اسلام سے آزادی کا اعلان کیا اس نے کہا اب دین نئے مرحلے میں داخل ہوا ہے۔ یہ نئے مرحلے کا دین پرانے دین سے بالکل مختلف و متعارض ہے۔ اس نے کہا قیامت دو قسم کی ہے

ایک قیامت جسدی ہے جو اس عالم میں ہوگی اور ایک قیامت روحانی ہے جس کا میں اعلان کر رہا ہوں، کہا آج کے بعد محرمات نامی کوئی چیز نہیں ہے اس نے کہا حقائق جب ظاہر ہوتے ہیں تو شرائع باطل ہو جاتی ہیں مؤرخ کبیر علاء الدین عطا ملک جوینی متوفی ۶۵۸ھ کے مطابق حسن بن محمد نے قیامت روحی برپا ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۷ رمضان المبارک ۵۵۹ھ کو حسن نے حکم دیا کہ قلعہ الموت میں ایک منبر نصب کریں جس کا رُخ مغرب کی طرف ہو اور چار بڑے جھنڈے سفید، سرخ، زرد اور سبز رنگ کے لائیں اور نصب کریں اور لوگوں کو جمع کرو۔ ہر طرف سے لوگ وہاں جمع ہوئے۔ لوگ جو مشرق سے آئے دائیں طرف، جو مغرب سے آئے بائیں طرف شمال رودبار اور دیلم سے آنے والے منبر کی طرف رُخ کر کے بیٹھے۔ اس دوران ظہر کے نزدیک حسن قلعہ سے سفید عبا وعمامہ پہنے ہوئے نکلا وہ منبر کے نزدیک بائیں طرف گیا اور انتہائی بردباری کے ساتھ اوپر چڑھا اور تین دفعہ سلام کیا اور پہلے دیالمہ کیلئے پھر دائیں طرف والوں کیلئے اور پھر تیسری دفعہ بائیں طرف والوں کیلئے سلام کیا پھر رک گیا بیٹھ گیا پھر اٹھ گیا تلوار پر تکیہ کیا اور بلند آواز سے خطاب کیا جن وانس ملائکہ سے میرا خطاب ہے کہ امام کی طرف سے اعلان رسالت آیا ہے۔ آج ہمارے امام وقت جو تمہاری طرف رحمتیں بھیج رہے ہیں تمہیں دعوت دے رہے ہیں انہوں نے تمہیں تکالیف شرعیہ سے آزاد کیا ہے کیونکہ تم بعثت کو پہنچ گئے ہو پھر تصریح کی کہ جو کچھ زمان شریعت میں تھا اگر انسان اسے انجام نہ دے سکے اور عبادت نہ کر سکے تو ایسا کرنے والوں کیلئے سابق زمانے میں سنگسار ونا زیانہ اور قتل تھا آج اگر کسی نے خود کو شریعت کا پابند رکھا اور عبادت جسدی میں مصروف رکھا شعائر دینی کو جاری رکھا تو اس کیلئے بھی وہ سزائیں ہوں گی جو پہلی شریعت پر عمل نہ کرنے والوں کیلئے ہوتی تھیں۔ پھر حسن نے اپنی گفتگو مکمل کرتے ہوئے کہا لوگوں کو شریعت سے معاف کیا گیا ہے اپنے اعضاء وجوارح کو اللہ کی طرف متوجہ کریں اور جتنی بھی عبادات، شعائر دینی پہلے انجام دیتے تھے ان سب کو چھوڑیں نماز پانچ وقت تکلیف ظاہری تھی اب آپ قیامت میں آئے ہیں اب آپ ہمیشہ اللہ کے ساتھ ہوں گے اور اللہ کے حضور میں ہوں گے کہتے ہیں اس تمام تہدید وخوف کے باوجود اس کے کلام کا لوگوں نے انتہائی قہر اور غصے سے مقابلہ کیا اور اس کو رد کیا سب سے پہلے اس کو مسترد کرنے والا اس کا سالہ (بیوی کا بھائی) تھا اگرچہ بعض نے اس کا استقبال کیا اس دن سے اس نے فعل قبیح کا ارتکاب اور برائیوں کا اعلان کیا میدان مامون آباد کو سالہ کفر میں ۶ ربیع الاول ۵۶۱ھ کو اس کے سالے (بیوی کے بھائی) نے اسے ایک ضربت مار کر واصل جہنم کیا۔ ایک سال کے بعد ایک نئی دعوت کا آغاز ہوا اور کہا کہ اس وقت امام ستر کا دور گزر رہا ہے لیکن انحرافات اپنی جگہ جاری اور استمرار رہے۔ ان کے بعد علا محمد آیا اس کی عمر ۱۹ سال تھی اس نے ۶۰۷ھ میں وفات پائی لیکن معارضہ شدید باقی رہا۔ اس کے بعد حسن کی ریاست اس کی زوجہ کے بھائی اور اس کے بعد ان کے پوتے نے سنبھالی۔

☆ آغا:

یا اُغا یہ لفظ مشرقی ترکی زبان میں عام طور پر "بڑے بھائی" کے مفہوم میں اور بعض اوقات "اِنی" "چھوٹے بھائی" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن زبان یاقوتی میں "یاقوت سائبیریا میں آباد ایک ترک قبیلے کا نام ہے" "آغا" کے معنی "باپ" کے ہیں۔

عثمانی ترکی میں آغا (جو عام طور پر "آءا" بلکہ "آ" بولا جاتا ہے) "سردار"، "مالک" اور بعض دفعہ "صاحبِ ملک" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ کسی گھرانے کے سربراہ یا حلقۂ خُدّام کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آغاخان:(زیادہ صحیح شکل: آقا خان)نزاری، اسماعیلیوں کے امام کا اعزازی لقب ہے جو سب سے پہلے آقائے حسن علی شاہ کو ملا۔اس سلسلۂ امامت میں اب تک چار آغاخان گذر چکے ہیں:

ا۔آغاخان اوّل: حسن علی شاہ (م ۱۸۸۱ء)، جو فتح علی شاہ قاچار (م ۱۸۳۴ء) کے منظورِ نظر اور داماد تھا، اپنے والد خلیل اللہ کے قتل (۱۸۱۷ء) کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ شاہ نے اسے کرمان کے صوبے کا والی مقرر کیا، جہاں اس نے بڑی دانشمندی اور میانہ روی مگر مضبوطی سے حکومت کی محمد شاہ قاچار (م ۱۸۴۸ء) کے عہدِ حکومت میں درباری سازشوں کے زیرِ اثر حسن علی شاہ نے ۱۸۳۸ء میں کرمان میں بغاوت کر دی، لیکن اسے ہزیمت اٹھانا پڑی اور یہ ۱۸۴۱ء میں سندھ چلا گیا جہاں اس نے سر چارلس نیپیئر کو سندھ کی مہم (جنوری ۱۸۴۳ء) میں مدد دی اور بالآخر وہ بمبئی میں آکر مقیم ہو گیا۔(۱۸۴۸ء) کے بعد یہ بنگلور چلا گیا۔بمبئی اسماعیلی خوجوں (رک بآن) کے امام کا مسکن رہا ہے۔

۲۔آغاخان دوم: آغاخان اوّل کا بیٹا علی شاہ (م ۱۸۸۵ء) اُس کا جانشین ہوا۔

۳۔آغاخان سوم: سر سلطان محمد شاہ ۲ نومبر ۱۸۷۷ء کو کراچی میں پیدا ہوا۔اپنے والد علی شاہ آغاخان دوم کا اکلوتا بیٹا تھا ۔باپ کی وفات پر ۱۷ اگست ۱۸۸۵ء کو امامت کی مسند پر بیٹھا۔اس نے مشرقی اور مغربی طرز کی بہترین تعلیم حاصل کی ۔۱۸۹۷ء میں آغاخان علی گڑھ کالج گیا، جہاں سر سیّد احمد خان نے اس کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔۱۸۹۸ء میں آغاخان پہلی مرتبہ انگلستان گیا اور ملکۂ وکٹوریا سے ملاقات کی ۔۱۹۰۲ء میں اس نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس دہلی کے اجلاس کی صدارت کی ۔سر آغاخان کو ہندوستان کے سیاسی معاملات سے گہری دلچسپی رہی ۔۱۹۰۲ء میں وہ ہندوستان کی امپیریل لاجسلیٹو کونسل کا رکن نامزد ہوا۔۱۹۰۶ء میں کل ہند مسلم لیگ وجود میں آئی اور ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۴ء تک آغاخان اس کا صدر رہا۔۱۹۱۰ء میں اس نے تیں لاکھ روپیہ جمع کر کے مسلم کالج علی گڑھ کو یونیورسٹی بنانے کا سامان فراہم کیا۔حکومت برطانیہ نے اسے جی ۔سی۔آئی۔ای، جی۔سی۔ایس۔آئی، جی۔سی۔وی۔او، کے۔سی۔آئی۔ای ۔کی طرح کے اعزازات سے نوازا۔یہ فرقہ اسماعیلی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔لیکن اسلام کے اصول وفروع سے خالی اور عاری ہونے کی وجہ سے یہ فرقہ اسلامی کہلانے یا لباس اسلام پہننے کا اہل نہیں ۔

شیعوں میں اس وقت غلوگرائی اور نصیریت کو جو فروغ مل رہا ہے وہ سب انہی کی سرپرستی میں ہے ۔ان کا ایک رائج شعار نعرہ ''یا علی مدد'' ہے آغاخانیوں سے تعلق رکھنے والے ایک اہل خبرہ کے مطابق اس کا مخاطب خود آغاخان ہے لیکن وہ آغاخان کو یا علی کس زاویئے اور تصور کے تحت کہتے ہیں اس کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے ۔لیکن تعجب ہے کہ پوری دنیا کے شیعوں میں سے صرف پاکستان کے صوبہ سندھ اور پنجاب کے بعض عوام اور عوام کے مقلد علماء اسے تشیع کی شناخت میں شمار کرتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

☆اسماعیلی اور تقویم اسلامی قمر:

کلمہ تقویم قرآن کریم کی سورہ تین آیت ۴ میں آیا ہے، جس کے معنی تعدیل (برابری) کے ہیں ۔اصطلاح میں تقویم دن مہینہ سنہ کے ابتداء وانتہاء کے تعین کا نام ہے صاحب موسوعہ قرن عشرین نے صفحہ ۸۰۴ پر تقاویم دینیہ وتقلیدیہ کے عنوان کے ذیل میں تقویم مسیحی' تقویم یہودی' تقویم چینی' تقویم غلیغوری' تقویم جمہوری اور تقویم اسلامی کی تشریح کی ہے۔تقویم اسلامی کی تشریح میں لکھتے ہیں مسلمانوں کے نزدیک ایک سنہ ۱۲ ادوار ہلالیہ

کا نام ہے جس کے دن ۳۵۴ ہوتے ہیں اور کبھی ۳۵۵ ہوتے ہیں یہ ۱۰ دن سے یا ۱۲ بارہ دن پیغمبرؐ کی ہجرت سے پہلے حساب ہوتا ہے۔اس کے مہینے کے دن کبھی ۳۰ اور کبھی ۲۹ ہوتے ہیں عادی حالات میں ۲۹ ہوتے ہیں اور کبھی ۳۰ ہوتے ہیں مسلمان دن کو غروب شمس سے شروع کرتے ہیں مسلمان اپنا سنہ اول محرم سے شروع کرتے ہیں اس طرح رمضان المبارک ان کا نواں مہینہ بنتا ہے۔

باطنیہ کے بنیادگزار اسماعیلی ہیں یا فرقہ باطنیہ نے اسماعیلیہ کی بنیا درکھی ہے اس کو سمجھنے کیلئے اس مثال سے مدد لے لیں جہاں یہ مثال ہے کہ آیا مرغی پہلے تھی یا انڈا ۔لیکن علمائے فرق اسے فرقہ باطنیہ میں شمار کرتے ہیں اسماعیلی اور فرقہ باطنیہ دونوں کے اہداف دین اسلام کو منہدم کرنا، اسے کنارے پر لگانا اور مسلمانوں کو ہمیشہ بے نتیجہ مجادلات میں مصروف رکھنا یا میدان جنگ میں رکھنا اور افراط وتفریط اور عدم توازن میں رکھنا ان کے مقاصد شوم میں سے ہے۔اسلام کے دونوں مصدر قرآن وسنت نے اسلامی تقویم کو قمری حساب سے رکھنے کا حکم دیا ہے جبکہ غیر شمسی ہو یا کوئی اور حساب اسے کفر سے تعبیر کیا ہے۔﴿بیشک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُن میں چار حُرمت والے (ادب کے) مہینے ہیں، یہی ہے درست دین، پس تم اِن میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو، اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں، اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے﴾ (توبہ ۳۶) ۔اس لحاظ سے ان کے پیٹ میں بہت درد ہوتا ہے وہ اس لیے پریشان ہیں خاص کر کے مراسم اسلامی حج اور رمضان المبارک کا اختتام تقویم قمری کے حساب سے ہو رہا ہے یہ ان پر بہت گراں گزر رہا ہے۔گرچہ متدین حضرات بلکہ علماءمدارس دینی مفتیان دیار تک اپنے تمام معاملات کا تاریخ میلادی سے حساب رکھتے ہیں اس ملک میں تعلیم آل محمد کے فروغ کی دعویدار تنظیمیں بھی تاریخ میلادی ہی لکھتی ہیں ۔لیکن یہ رمضان میں روزہ رکھنے اور روزہ کھولنے کیلئے اور اعمال حج بیت اللہ کے لئے قمری حساب سے چلتے ہیں اس میں وہ پریشان ہیں کہ اس کو کیسے ختم کیا جائے چنانچہ مصر میں قائم حکومت باطنیہ اسماعیلی کے بارے میں کتاب صفحات مشرقہ من تاریخ الاسلام ج ا ص ۲۶ پر ذھبی سے نقل ہوا ہے۔قاضی مدینہ برقہ کہتے ہیں امیر برقہ میرے پاس آیا اور کہا کل عید ہے تو قاضی نے کہا اگر چاند نظر آیا تو عید ہوگی ورنہ میں کیوں لوگوں کے گناہ اپنے سر لوں تو امیر نے کہا حاکم منصور کا حکم اسی طرح آیا ہے لیکن دوسرے دن امیر دف ڈھول کے ساتھ نکلا۔قاضی نے کہا میں عید کی نماز نہیں پڑھاؤں گا تو امیر نے منصور سے شکایت کی تو حکم آیا معذرت نہ کریں تو چنانچہ قاضی کو دھوپ میں باندھ کر چھوڑا یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے ۔ماہرین فرق ومذاہب کی تحقیقات کے مطابق شیعہ اثنا عشری درحقیقت اسماعیلیوں کے جبہ یا گروہ طلاعیہ میں سے شمار ہوتا ہے وہ اس گروہ کے ذریعے اس تاریخ کے خاتمے پر تلے ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں بہت سے مراحل ومراتب طے کر چکے ہیں ۔میں یہاں یہ حقیقت کھولنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کروں گا کہ بعض علمائے اہل سنت جو انتہائی شدومد سے اہل تشیع کے خلاف بولتے ہیں اور ان کی مخالفت کرتے ہیں اور ان سے انتہائی نفرت بھی کرتے ہیں چنانچہ سالہائے گذشتہ مسجد الحرام میں سوالات حجاج کے جواب دینے والے عالم دین سے پوچھا گیا کہ اہل تشیع اور بریلویوں میں کیا فرق ہے؟ تو انہوں نے کہا: تم نے کیسا سوال کیا ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے ۔جبکہ وہ خود ہمیشہ اور ہر دن بریلویوں کے خلاف بولتے تھے لیکن یہاں آ کر انہوں نے بریلویوں کو اپنے اور اسلام سے نزدیک اور شیعوں کو اسلام کے خلاف قرار دیا ہے حالانکہ شیعہ اور بریلوی تمام خرافات تمام اقسام شرک تعظیم قبور، قبور پر عبادت، اسلامی تقویم کے مقابلے میں غیر اسلامی اور شمسی تقویم اور خلقت نورانیت سوائے سب صحابہ کے سب میں

بالکل برابر ہیں چنانچہ علامہ افتخار نقوی نے اپنے مجلّات اور رسالہ الثقلین میں دیئے گئے مضمون میں دونوں کو ایک فرقہ بتایا ہے اور کہا ہے ہم دونوں کے ملنے کے بعد اکثریت ہماری ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک اور گروہ ہمیشہ اور سالہائے سال سے عید الفطر اور رمضان کی پہلی اور آخری تاریخ میں سرتوڑ کوشش کرتا آیا ہے کہ مسلمانوں کی عید کو درہم و برہم کرے اسی طرح انہوں نے فقہائے شیعہ کو اُکسا کر عید الفطر کو ہمیشہ سے تقلید کی بنیاد پر افراط و تفریط کے میدان میں رکھا ہے۔ اس سلسلے میں اس سال یعنی ۱۴۳۱ ہجری کے ماہ مبارک کے پہلے دن رمضان کا چاند نظر آنے کے بارے میں رویت ہلال اور اس کی تمام کمیٹیوں کے درمیان ہم آہنگی ہونے کی وجہ سے ان منافقین اسلام کو پیٹ میں زیادہ درد ہوا لہٰذا اس درد کی انہوں نے یہ دوا نکال لی کہ صوبہ سرحد میں پہلی بار حکومتی سطح پر بغیر کسی ثبوت کے عید منانے کا رویہ اپنایا گیا اسی طرح شیعوں نے شمالی علاقاجات میں اپنے ہاں چاند نہ ملنے کی وجہ سے ہندوستان کے شہر کرگل سے درآمد کیا یقیناً ان کو اس میں زحمت بھی تھی اور آسانی بھی۔ زحمت یہ تھی کہ اتنے دور دراز علاقے سے درآمد کرنا پڑا آسانی اس لیے تھی کہ وہاں کوئی تحقیق نہیں کرسکتا تھا کیونکہ وہاں کسی کی رسائی نہیں تھی انہوں نے بغیر کسی سند فقہی کے ۲۹ رمضان کا اعلان کیا جبکہ اندرون پاکستان پہلی بار شیعوں کی بعض جانی پہچانی شخصیات نے کبھی آغائے جواد نقوی کی طرف، کبھی آغائے بہاؤالدینی کی طرف اور کبھی آغائے خامنہ ای کی طرف دیکھا یہ لوگ بغیر کسی ثبوت کے کمال اصرار کے ساتھ صبح سے لے کر مغرب تک افطار کرنے میں مصروف رہے۔ یہ ان کی عملی جدوجہد کے مظاہر ہیں لیکن ہم یہاں پر آپ کی خدمت میں ان کے اصرار کی ایک سند ہمدردی و منافقت کا ایک نمونہ یا اسلام دشمنی کا ایک نمونہ مجلّہ ثقافتہ اسلامی کے شمارہ ۳۰ صفحہ نمبر ۱۱۸ پر چودہ سو دس ھ (۱۴۱۰ھ ق) رمضان میں ''الصوم عند الفاطمین'' کے عنوان سے پیش ہوا مقالہ نگار استاذ ابراہیم احمد لکھتے ہیں مسلمانوں کے رہن سہن اور ثقافت میں آپس میں بہت اختلاف ہے لیکن وہ اختلاف ان کی نظر میں رحمت ہے لیکن ابتدائے رمضان، آخر رمضان یا عید الضحیٰ کی تاریخ کے تعین پر اختلاف ان کے لئے بڑے درد و پریشانی کا باعث ہے اس اختلاف میں انھیں خیر و رحمت نظر نہیں آتی ان کا کہنا ہے کہ بیسویں صدی گویا عصر حقائق، عصر روشنائی اور عصر تحقیقات کے عروج کا زمانہ ہے اس میں ایسا اختلاف بہت افسوس ناک ہے وہ اختلافات کی مثال یوں دیتے ہیں کہ ۱۹۴۹ء میں عید الضحیٰ مصر میں پیر کو تھی، جبکہ حجاز میں منگل کو جبکہ ممبی میں بدھ کو تھی۔ ۱۹۶۴ء میں عید الفطر عراق میں کسی مرجع اور مقلد کے نزدیک جمعہ کے دن، جبکہ دوسرے مرجع اور ان کے مقلدین نے ہفتہ کے دن عید منائی۔ ۱۹۷۱ء میں جزائر میں ایک دن روزہ رکھا تو تیونس میں دوسرے دن، جبکہ مغرب میں تیسرے دن۔ ۱۹۸۴ء میں سعودی عرب والوں نے صرف ۲۸ روزے رکھے۔ ۱۹۸۹ کو حکومت سعودی مجبور ہوئی کہ ایک روزہ کم کرنا پڑا اس کی وجہ سے ایک دن کا کفارہ حکومت نے برداشت کیا۔ انہوں نے سوڈان کے عوام کیلئے بطور مساعدہ دیا ان لوگوں کے لئے افسوسناک ہے۔ خاص کر کے مصر میں کسی امام جمعہ نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کسی دن مسلمانوں کو رمضان کے چاند کے بارے میں واشنگٹن سے سوال کرنا پڑے گا۔ یہ شخص انتہائی دردمند ہے ان کا خوف اپنی جگہ درست ہے لیکن خوف کھاتے ہیں اور اس مسئلے کا حل تلاش نہیں کرتے انہیں اس خوف کے ساتھ اس مسئلے کا حل بھی تلاش کرنا چاہیے۔ جس طرح ابراہیم احمد کہتا ہے بعید ہے رمضان مبارک کے مہینے اللہ نے ویسے ہی بغیر تعین اور بغیر انضباط چھوڑے ہوں بعید ہے اللہ نے سنہ قمری کو سنہ شمسی کے مقابلے میں اضطرابی حالات میں رکھا ہو یا اس عدم استقرار کا علماء کوئی حکمت و فلسفہ بیان کر سکتے ہوں، اس کا کوئی جواب نہیں لیکن احمد ابراہیم کے بارے میں معلوم نہیں وہ اثناعشری بن کر ایک غیر جانبدار حقیقت اور حق تلاش کی بنیاد سے

یہ رائے رکھتے ہیں یا یہ خود اسماعیلی ہیں احمد کہتا ہے اس اختلاف کو ختم کرنے کیلئے قرآن کریم وسنت مطہرہ اور علم جدید کے افادات سے استفادہ کریں۔

ہم یہاں پر انہیں ایک اور مسئلہ کے بارے میں تحقیق کی زحمت دیتے ہیں وہ یہ کہ روزہ رکھنے اور کھولنے اور عید کرنے میں کیا رشتہ ہے کیا ایک دن سب کامل کر عید کرنا بھی اس روزے کا جزء ہے اور روزہ کھولنے کے بعد عید ناگزیر ہے اور بغیر عید روزہ نہیں کھل سکتا۔ دوسری طرف عید اور غمی و خوشی اور مذہبی مجالس ومحافل کیلئے دیگر مواقع پر اسراف وتبذیر بے ہودہ حرکتیں اور قیمتی وانمول وقت کے ضیاع کا تحفہ کس آیت اور روایت کے تحت ہے اور روزہ نہ رکھنے والوں کو کیوں تاریخ ہجری سے نفرت ہے کیوں مسلمانوں کے رمضان کے روزوں سے ان کے پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ اگر یہ مسلمانوں کی یکجہتی کے خواہشمند ہیں تو خود دیگر مراسم اسلامی میں بھی مسلمانوں کے ساتھ یکساں ہو جائیں۔

☆مصر میں شیعیت کب داخل ہوئی:

اگر ہم سے کوئی یہ سوال کرے یا ہم خود یہ تحقیق کرنا چاہیں کہ مصر میں شیعیت کب داخل ہوئی تو تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ جب فاطمین نے حکومت قائم کی تو اُس وقت شیعیت مصر میں داخل ہوئی۔ تاریخ کے محققین وماہرین کے مطابق سنہ ۳۵۷ہجری تک مصر میں اہل سنت والجماعت کی اکثریت جبکہ شیعہ بہت کم تھے، مصر میں شیعہ کب اور کیسے وجود میں آئے یہ گفتگو مختلف علاقوں کے بارے میں کی جاتی ہے، مصر والے صرف اہل بیتؑ سے محبت رکھتے تھے لیکن اہل بیتؑ سے محبت سوائے چند محدود افراد کے دنیا کے اکثر وبیشتر بلکہ تمام مسلمانوں میں پائی جاتی ہے مصری اور غیر مصری دنیا بھر کے تمام علماء اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں آپ جانتے ہیں مشہور محدث امام شافعی نسائی کس طرح حضرت علیؑ کو شیخین پر فضیلت دیتے تھے مصر میں محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم رئیس مدرسہ مالکیہ، بن حداد قاضی سب حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر فضیلت دیتے تھے اسکے باوجود یہ مذہب اہل سنت والجماعت پر قائم تھے لیکن جس طرح آج دنیا کے مختلف گوشہ وکنار میں رہنے والے چند افراد، شیعہ عقائد کے بارے میں انتشار اور تضاد پھیلاتے ہیں مصر والے اس رویے سے دور تھے۔ مصر میں شیعہ مذہب اور اہل سنت کے درمیان ٹکراؤ پہلی مرتبہ ۲۹۶ہجری میں ہوا۔ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان محبت اہل بیتؑ کا مسئلہ شیعوں نے اس وقت بنایا جب اہل سنت والجماعت نے شیعوں سے اختلاف کرنا شروع کیا تو انہوں نے شیعوں سے دشمنی کو اہل بیتؑ سے دشمنی قرار دیا تاکہ اس طرح شیعوں سے دشمنی کو بڑا جلوا ور ظلم قرار دیا جائے اور لوگ انہیں شیعوں کا دشمن کہنے کی بجائے دشمنانِ اہل بیت گردانیں لیکن یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ اہل سنت والجماعت نے بطور مذہب کسی بھی وقت اہل بیتؑ سے دشمنی نہیں کی۔ اسی طرح فاطمین، زیدیین اور حسنیین کو سنیوں اور دیگر مسلمانوں کی طرف سے ہر جگہ پذیرائی ملنا دوستی اہل بیتؑ کی بنیاد پر تھا۔ جب ان کے اس دعویٰ میں کوئی وزن نہیں رہا تو انہوں نے ''معلی بن خیش'' کیسانی مذہب سے منسوب حدیث جعل کی کہ اہل بیتؑ نے فرمایا ہے ''تم لوگوں سے دشمنی ہم سے دشمنی ہے'' جبکہ یہ جملہ بے سند اور ہر حوالے سے باطل ہے۔ علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کے سخت سے سخت متعصب علماء نے بھی اہل بیتؑ کی شان ومحبت اور فضیلت میں کتابیں لکھی ہیں۔ شیعہ وسنی کا تمام تر نزاع اہل بیت کی ایسی محبت پر ہے جس کی کوئی قیمت وحیثیت نہیں اور اس میں شیعہ وسنی دونوں برابر کے شریک ہیں۔

☆اہل حق:

اہل حق و مردان حق کہلانے والے بھی فرقہ باطنی سے تعلق رکھتے تھے۔اس فرقے کے لوگ ایران میں سکونت اختیار کیئے ہوئے تھے۔ان کا عقیدہ پرانے مذہب ایرانی واسماعیلی،تناسخی وہندی اور دیگر ادیان کی کھچڑی ہے۔لیکن اہل حق،علی اللہی بھی کہلاتے ہیں۔اہل حق مختلف ناموں سے چلتے ہیں اہل حق اپنے آپ کو اہل سر اہل پارساں،نصیری اور علی اللہی وغیرہ کہتے ہیں۔ان کی علامات میں سے ایک یہ تھی کہ یہ لمبی مونچھیں رکھتے۔اہل حق ساتویں ہجری تک بورستان میں پھر مغرب ایران کی طرف سرایت کر گئے جسے کردستان کرمان شاہ وغیرہ کہتے ہیں۔آج کل بھی تمام کرد فرقہ اہل حق سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کا کہنا ہے اس سلسلے میں پہلا قدم شریعت ہے یعنی دین کے ظاہری آداب ومراسم کا انجام دینا۔مرحلہ دوم طریقت ہے یعنی رسول عرفانی بجالائیں مرحلہ سوم یعنی شناخت الٰہی ہے مرحلہ حقیقت یعنی وصول الٰہی ہے ان کا مذہب مختلف اور متعدد عقائد و آزار،زردشتی،یہودی ومسیحی،مہر پرستی اور مانوی وہندی افکار فلاسفہ کا معجون ہے۔اہل حق کے دستور میں لکھا ہے ۱۴ اصل اخلاق زردشتی: کینداران نیک گفتار نیک اور کردار نیک یہ واجبات میں سے ہیں پاک وراستی نیکی دیاری۔

☆حروفیہ:

مذہب حروفی وہ مذہب ہے جس نے حروف واعداد کے ذریعے خلق اللہ کو صراط مستقیم سے منحرف کیا ہے۔

قرآن کریم کے دعوائے تحدی میں سے ایک معجزہ عددی قرآن ہے اس نظریے کا ایک عرصے سے پرچار کیا جارہا ہے۔اس اعجاز کے داعی قرآن کریم کے کلمات کے اعداد و شمار جمع کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم اپنی تعداد کلمات کے انتخاب میں بھی اعجاز کا حامل ہے یعنی قرآن نے اعجاز عددی یا توازن کلمات سے تحدی کی ہے۔

معجزہ عددی کوئی معجزہ نہیں' کیونکہ معجزہ کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک یہ ہے کہ اُسے سب تسلیم کریں۔دوسرا علما اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آجائیں۔انبیاء کے سب معجزے ایسے ہی تھے۔عصاء موسیٰ اژدھا بن گیا جسے پوری رعیت نے دیکھا۔

حضرت ابراہیمؑ آگ میں جلے بغیر سلامت باہر نکل آئے جسے سب نے دیکھا۔عصائے موسیٰ سے دریا شگاف ہوا اور وہاں سے جاہل و عالم سب گزر کر نکلے۔ان تمام معجزات کے بارے میں ماہرین نے اپنی عجز و ناتوانی کا اعتراف کیا ہے جبکہ اعجاز عددی سے متعلق ابھی تک علما نے ایسا کوئی اعتراف نہیں کیا۔

معجزہ عددی صرف چند افراد کے علاوہ کسی پر ثابت نہیں اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہے کہ جس سے سب استفادہ کرسکیں۔اگر اس سے کوئی فائدہ یا تقویت ملتی بھی ہے تو وہ بھی صرف فرقہ حروفی کو ملے گی۔فرقہ حروفی کی پہلی برگشت فضل اللہ حروفی استر آبادی پر ہوتی ہے۔اگر اس سے آگے جائیں تو اس کا سرا مغیرۃ بن سعید ملحد اور اس سے آگے جائیں تو فیثاغورث سے ملتا ہے۔

اس فکر کا بانی فضل اللہ حروفی ہے جو ۷۴۰ھ میں پیدا ہوا اور ۷۹۶ھ میں واصل جہنم ہوا۔یہ لوگ اپنے آپ کو''اہل حق'' کہتے تھے۔اہل حق وہی ہیں جسے بعض علی اللہی کہتے ہیں: انہوں نے حروف کیلئے بہت سے فلسفے تراشے ہیں اور حروف سے ہی اللہ کو تشبیہ دی ہے۔ان کا کہنا ہے: الف اللہ

کے پاؤں اور ع اللہ کی آنکھیں ہیں۔

لیکن فرق شناسوں کا کہنا ہے یہ چیزیں دوسری ہجری میں مغیرہ بن سعید عجلی نامی شخص نے ایجاد کی ہیں۔ جو شیعہ غُلات میں سے تھا۔ لیکن یہاں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ غُلات تنہا شیعہ نہیں ہوتے، بلکہ یہ تصور جو کبھی اللہ کو تنزل کر کے بندوں میں حلول دیتے ہیں اور کبھی بندے کو ریاضت کے نتیجے میں اللہ میں ضم ہونے کی بات کرتے ہیں، یہ کھیل اور عقیدہ فرق مسلمین کے علاوہ دیگر فرق وادیان حتیٰ ملحدین و مسیحی کے گروہ میں بھی موجود ہے۔ انہوں نے پہلے مرحلے میں جادہ مستقیم سے ہٹا کر کنارے پر لگانے کیلئے عبادات، چلہ کشی، لاتعداد نمازیں پڑھنے اور دعائیں وغیرہ جعل کی ہیں، یعنی یہ دعا پڑھیں تو یہ حاجت روا ہوتی ہیں۔ یہ دنیا کو اسباب و مسببات سے نکال کر خرق العادۃ میں لے گئے یعنی ہر انسان خرق العادۃ عمل کر سکتا ہے۔ دعاؤں کی اکثر کتابیں اسی پر مشتمل ہیں۔ اسی کی ایک مثال، قرآن کی بعض آیات و سوروں کے بارے میں خصوصیات اور تلاوت کے اجر و ثواب والی روایات ہیں۔ جس کی بنیاد پر بہت سے مسلمان اس قرآن کو معاشرے میں آئین و نظام کے طور پر پیش کرنے اور اس میں خود کو حصہ دار اور داعی بنانے کی بجائے صرف تلاوت پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ چودہ صدیاں گزر گئیں لیکن ہر دن مسلمانوں کی ہر گلی میں تنہا قرائت قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن پورے ملک میں احیائے نظام قرآن کی بحالی کیلئے کوئی گروہ نہیں نکلتا۔ کوئی کہتا ہے: فقہ حنفی نافذ کریں، کوئی حنبلی و جعفری اور کوئی نظام مصطفیٰ جبکہ کوئی نظام مرتضیٰ کا نام لیتا ہے لیکن نظام قرآن کا کوئی نام نہیں لیتا، جبکہ نظامِ اسلام، صرف قرآن اور سنت محمدؐ ہے، اس نوعیت کی جتنی بھی کاوشیں قرآن کے متعلق کی گئی ہیں وہ تمام تر حروفی فکر سے متاثر ہونے کی واضح نشانیاں جن کا مقصد ہمیں قرآن کے نظام سے دور رکھنا ہے۔

☆ وطنیت:

وطن پرستی میں دوستی جیسی اصطلاحات جدید قوم پرستوں کی ہیں جو فرقہ خبیث باطنیہ کی اٹھارویں انیسویں صدی کا نیا مہلک اسلحہ ہے جسے انہوں نے بیک وقت دو محاذوں پر استعمال کیا ہے۔ ایک طرف سے اسلام کو اساس اور آئین حیات سے خارج کرنے کیلئے تو دوسری طرف سے امت واحد اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں دست و گریبان کرنے کے لیے تا کہ یہ کسی بھی وقت کفر و شرک والحاد سے دو بہ دو ہونے اور مقابلہ کرنے کی جرأت و ہمت نہ کر سکیں۔ انہیں مذموم عزائم کی خاطر اس فکر کو جدید اسلحے کے طور پر وجود میں لائے ہیں۔ آج امت اسلامی کو مصطلاح قدیم کے تحت بت پرستی مسیحیت اور زردشتیِ و مجوسی کا آمنا سامنا نہیں گرچہ یہی اسلام کے دشمن اولیٰ ہیں آج مسلمانوں کو الحاد اور قوم پرستی جیسی کافرانہ و مشرکانہ عقائد و افکار کا سامنا ہے کیونکہ اس وقت دنیا میں رائج کوئی دین و مذہب محرک و مدافع اور حیات انسانی کیلئے منظم و مربوط نہیں رہا اور اسلام بہترین ضابطہ حیات اور آئین حیات ہونے کے باوجود اپنی اصلی شکل میں کہیں رائج و نافذ نہیں ہے اگرچہ قومیت قرون وسطٰی سے ماقبل سے انسانوں کے درمیان موجود تھی لیکن وہ افراد کو جمع رکھنے اور فعال بنانے کیلئے محرک و منظم نہیں تھی بلکہ اس کا تمام تر دارومدار حاکم کے رہن سہن کے طریقوں اور اشاروں پر ہوتا تھا۔ قومیت ایک محرک اور حیات بخش ہتھیار کے طور پر انقلاب فرانس کے بعد وجود میں آئی جسے ابتدائے ظہور قومیت کہہ سکتے ہیں۔ انقلاب فرانس میں سب سے پہلے قومیت کا شعار اٹھانے والا روسو تھا۔ وہ بار بار قوم کو انسان کو اپنے مسقط رأس یعنی جائے پیدائش اور موطن نشست یعنی جائے پرورش و جائے سکونت سے وابستہ اور محبت و اخلاص رکھنے پر اسرار کرتا اور اس نے اس سے

مضمحل ونا پید شدہ دین کی جگہ پر قیام کیا۔ یورپ جہاں مسیحیوں کا مرکز تھا وہاں سب کو ایک شیرازے میں ایک نقطے کی طرف مربوط کرنے کیلئے کلیسا تھا جو اپنا اقتدار و اعتبار اور قدسیت سب کھو بیٹھا تھا لہٰذا وہاں کے انسانوں کے درمیان ایک خلاء پیدا ہوا تھا جسے پُر کرنا ضروری اور ناگزیر تھا وہ حیران تھا کہ جو دین پورے یورپ اور مسیحیت کو ایک جگہ جمع کئے ہوئے تھا وہ اب لوگوں کے ذہنوں سے نکل گیا ہے اور ان کے اندر اس سے نفرت و بیزاری پیدا ہوگئی ہے لہٰذا اس کی جگہ کسی نئی چیز کی ضرورت تھی۔ جب نابلیون وجود میں آیا تو اس نے قوت اور شدت کے ساتھ مغرب میں فکر قومیت کو جنم دیا۔ اس طرح نابلیون سب سے پہلا شخص ہے جس نے فکر قومیت کو فروغ دیا تاکہ وہ اپنے استعمار و استثمار کے عزائم کو فروغ دے۔ اس طرح انیسویں صدی کو دور مذہبی قومیت کہا جاتا ہے۔ اس صدی میں امریکہ سے جفرسون، برطانیہ سے قسیس جریمی اور ولیم غلاد ستون وغیرہ ابھر کر سامنے آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قومیت مغرب میں فکری خلاء کا نتیجہ ہے کیونکہ وہاں یورپیوں کو یکجا اور ایک ہدف و منزل کی طرف حرکت دینے کیلئے کوئی اعلیٰ ہدف اور فکر و مذہب نہیں تھا جس سے وابستہ ہو کر وہ منزل تک کا سفر طے کرتے۔ یہ کہتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے کہ ہم اس تمام بدبختی و زوال اور ذلت و حقارت اور حیوانیت والی زندگی سب کا ذمہ دار کلیسا کو ٹھہرائیں کیونکہ وہی سوچ، وہی فکر اور وہی ظلم و استبداد جوں کی توں اس وقت مسلمانوں میں ہے۔ امت مسلمہ اس وقت اسلام سے نا آشنا ہے مسلمانوں نے زندگی کے تمام شعبوں سے دین کو خارج و بے دخل کر دیا ہے اور امت ٹکڑے ٹکڑے اور گروہ در گروہ ہو کر ایک دوسرے سے دست و گریباں اور فرقہ پرستی کے تباہ کن دلدل سے نکلنے کے لئے کوئی موثر اور پر خلوص کوشش ہوتی نظر نہیں آتی۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دین مسیحیت میں آئین مسیحیت اور کتب مسیحیت مجموعہ اباطیل وخرافات ہیں اگر تمام مسیحی جمع ہو جائیں گے تب بھی اصل انجیل سامنے لانے سے قاصر و ناتواں ہوں گے۔ لیکن الحمدللہ دین اسلام اس وقت بھی یہ فریاد بہانگ دھل بلند کرتے ہیں فاتو بکتب مثل یا فاتو بسورۃ غرض مسلمانوں کا امت مسلمہ یا اسلام یا قرآن و سنت پیغمبرؐ کے نام پر اکٹھا ہونے کے بجائے قوم پرستی، وطن پرستی، تنظیم و جماعت پرستی یا کسی اور نام سے اتحاد قائم کرنے کے نعرے بلند کرنا دراصل معاشرے میں درآمد شدہ از بلاد کفر و شرک و مسیحیت و زردشتیت و وطنیت ہے جسے استعمار نے دین اسلام امت اسلام سے لڑنے کیلئے بنایا ہے اسے مہلک اسلحہ کہا جاسکتا ہے جس کا مصدر ملل و ادیان منحرفہ ہیں لیکن اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ ہماری ملت کے تعلیم یافتہ جوان و دانشور، روشن خیال حضرات و خواتین اور علم پرست علماء علم لینے کے بہانے سے وہاں جا کر واپسی پر ہماری نابودی کیلئے یہ خودکش اسلحہ لے کر واپس آتے ہیں۔

☆قومیت:

قومیت ایک متعصب حرکت سیاسی ہے قومیت کی تجدید و تعظیم و توقیر کے قائل ایسی حکومت کے قائل ہوتے ہیں جس کی بنیاد خون، رشتہ داری یک لختی تاریخ پر قائم ہو۔ قومیت ارباب قومیت کے پاس دین کا مقام رکھتی ہے۔ فکر قومیت انیسویں صدی کے آخر یا بیسویں صدی کی ابتداء میں بطور مخفی عاسمہ خلافت عثمانی کے دور میں ترکی میں وجود میں آئی جس نے بعد میں جب طاقت و قدرت حاصل کرلی۔ شام اور بیروت وغیرہ میں بھی اس کا اعلان کیا گیا یہ فکر پہلے مراحل میں بطور مخفی وجود میں لائی گئی۔ فکر قومیت کے بانی نصاریٰ تھے جو ایک اقلیتی گروہ کی صورت میں مسلمان نشینوں میں تھے جہاں انہوں نے مسلمانوں کو اسلامی حکومت کے قیام سے روکنے کیلئے رابطہ لغت و تاریخ کی تجدید و توقیر کروائی۔ قومیت کا بنیادی مقصد دین کو زندگی کے تمام شعبوں سے دور کرنا اور جاہلیت کی طرف پلٹانا ہے تاکہ افراد کی سیاسی و اجتماعی تربیت دین کی بنیاد پر نہ ہو۔ درحقیقت

قومیت ایک قسم کی فکری وثقافتی جنگ ہے ۔علمائے اعلام نے اس فکر کو دعوت جاہلیت اور دعوت باطنی جدید کہا ہے جو اہل مغرب ونصاریٰ اسلام سے لڑنے کیلئے اور اسلام کو اپنے گھر میں دفنانے کیلئے وجود میں لائے ہیں ۔اسلام کو دفنانے کا کردار انہوں نے خود مسلمانوں سے کروایا ہے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے بہت سے دین دار پابند صوم وصلاۃ،تہجد گزار وعمامہ پوش وعباپوشوں کے ذریعے دین کا نظام وآئین زندگی کے طور پر اجراء ونفاذ نہ ہونے دیا اور انہی کے ذریعے فلاح وبہبود کے نام پر تنظیمیں اور ادارے اور خود کو یتیم پرور غریب نواز دکھانے کیلئے ان سے رقم بٹورتے ہیں ۔قوم پرستوں نے دین کو کنارے پر لگانے کیلئے انسان کو دین سے آزاد اور دین کو وطن سے الگ کرنے کا شعار سکھایا اور کہا دین اللہ کیلئے اور وطن سب کیلئے ہے ۔یہاں تک کہ ایسے دین فروش نکلے جو بعد میں طاقت وقدرت اور دولت وثروت کے دیوانے بنے اور انہی سے کہلوایا ہم پہلے عرب بعد میں مسلمان،ہم پہلے ایرانی بعد میں مسلمان،ہم پہلے شیعہ اور بعد میں مسلمان ہیں۔ہم پہلے ہندی بعد میں مسلمان پہلے پاکستانی پہلے پنجابی پہلے پختون پہلے سندھی پہلے بلوچی پہلے گلگتی اور پہلے بلتی اور بعد میں مسلمان ہیں۔انہی لوگوں نے بعد میں ملک کو پست ترین وذلیل ترین قیمت پر فروخت کیا۔امت اسلامی کیلئے اس سے زیادہ حدام مخرب ومتمرد دین وانسانیت نہیں دیکھی ہے ۔

☆صوفیہ:

عالم اسلام میں تیسری صدی میں انفرادی طور پر زہد گرائی اور عیش وعشرت سے گریز پر زیادہ توجہ دینے کی دعوت شروع ہوئی۔رفتہ رفتہ یہ دعوت اپنے تدریجی مراحل طے کرتے ہوئے اسلام کے اندر ایک نئے طریقہ کار کی شکل اختیار کرگئی اور بعد میں یہ صوفیہ کے نام سے معروف ہوئی۔ان کی تعریف میں کہا گیا کہ یہ تربیت نفس کی طرف دعوت دیتے ہیں اور نفس کے ذریعے معرفت اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں گویا کہ یہاں معرفت بغیر وسائل کے خود بخود حاصل ہوتی ہے ۔اس مقصد کیلئے ان میں پرانے زمانے کی بت پرستی کی اشکال وانواع ہندی وفارسی اور یونانی بھی شریک ہوئے ۔اگر کوئی شخص دقت وگہرائی سے حقائق جاننا چاہے تو وہ اس حقیقت تک پہنچ جائے گا کہ زہد اور تصوف میں واضح فرق ہے زہد اللہ کی طرف سے ایک حکم ہے جبکہ تصوف طریق حق اور قرآن وسنت میں بتائے گئے صراط مستقیم سے انحراف کی ایک شکل ہے ۔نبی کریمؐ خلفائے راشدین یہاں تک کہ حسن بصری کی وفات تک کوئی چیز یا طور وطریقہ صوفیوں کے نام سے رائج اور متعارف نہیں ہوا تھا۔اس وقت تک اسلامی معاشرے میں مسلمین ومومنین،صحابی،بدری،اصحاب بیعت رضوان اور تابعی وغیرہ معروف تھے ۔اس زمانے میں عبادت اور تربیت نفس میں غلو نامی کوئی چیز رائج نہیں تھی بلکہ یہ تصوف،صوفی ازم اور پیر پرستی وغیرہ سب بعد کی پیداوار ہیں ۔

گرچہ فرق شناسوں کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے تاہم بہت سے فرق شناسوں نے فرقوں کی برائیوں اور خرابیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے فرقوں کے بارے میں بہت سی غیر ضروری مباحث کو اٹھا کر محققین کو الجھن میں ڈالا ہے ۔

فرق شناسوں نے فرقوں کے انحراف اور گمراہ فرقوں کی نشاندہی کرنے کی بجائے انہیں بچانے کیلئے فلسفہ تسمیہ کی بحث کو طول دیا انہوں نے کبھی کسی فرقے کی وجہ تسمیہ اور تاریخ ظہور وبروز تاسیس کو ایک پیچیدہ مسئلہ بنایا ہے ۔اور کبھی اس فرقہ کے مذموم عزائم پر پردہ ڈالنے کیلئے ان کی تعریف، تاریخ پیدائش اور مراحل کو قیل وقال سے پر کیا ہے یہاں تک کہ کلمہ صوفیہ عربی کے کس کلمہ سے مشتق ہے انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے ۔

بعض نے کہا ہے یہ کلمہ صوف سے مشتق ہے کیونکہ اہل کتاب کے راہبان صوف پہنتے تھے ۔ان سے متاثر ہونے والوں نے بھی صوف پہن لیا۔

بعض نے کہا رسول اللہ کے وہ اصحاب جو مسجد رسول میں رہتے تھے ان سے منسوب ہے یعنی اصحاب صفہ سے۔انہوں نے کوشش کی کہ صوفیہ کو حضرت علی اور حسن بصری اور سفیان ثوری سے نسبت دیں دوسرے کہتے ہیں کلمہ صوف یونانی ہے حکمت کے معنی رکھتا ہے۔ان کا کہنا ہے فلسفے کا ترجمہ ہونے کے بعد یہ طریقہ بغداد میں وجود میں آیا اس سے پہلے یہ کلمہ عالم اسلام میں معروف نہیں تھا لیکن زمان گزرنے کے بعد اس کی ظاہری شکل وصورت اور فکری بنیا دیں بننا شروع ہوئیں جیسے وحدت وجود، حلول، اشراق ،فیض وغیرہ ان مفاہیم اور کلمات کو اختراع کرنے والے سہروردی ہیں ان کا کہنا ہے یہ فکر فیثاغورث سے لی گئی ہے۔

☆حلولیہ:

یہ گروہ احوال عجیبہ کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے پاس علم نہیں ہوتا یہ گمان کرتے ہیں کہ انھیں حلول یا اتحاد حاصل ہے یہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اسلام میں ایسے دعویٰ کی ابتداء کرنے والے اہل غلو ہیں جنھوں نے اپنے آئمہ کے بارے میں غلو کا آغاز کیا ہے۔

مباحیہ: یہ ایسی چیزوں کے قائل ہیں جن کی کوئی اصل نہیں یہ دعویٰ محبت اللہ کرتے ہیں لیکن ان کے پاس حقائق کا کچھ حصہ نہیں یہ لوگ شریعت کے خلاف ہیں ان لوگوں کا کہنا ہے حبیب نے ان سے تکلیف ہٹائی ہے یہ لوگ سب سے برے لوگ ہیں یہ لوگ دین مزدکیہ پر ہیں۔

لا للقرآنیۃ القادیانیہ و اللپرویزیۃ الناکرہ لسنت النبویہ و اللحدیثۃ الرافضی لحاکمیت القرآنیہ و اللبریلویۃ الصوفیۃ البغیضۃ و لاشیعۃ البغیضۃ للسلام و اعاظم المسلمین و للائمۃ الطاھریہ الموالی لبیت الخطابیہ المغیرۃ العجلیۃ القلاحیہ و الشیعۃ الآغاخانیہ و للباطنیہ المھلویہ و ان ما القرانیہ المحمدیہ الاسلامیۃ و من یبتغی غیرھا فھم من زندقۃ الحادیہ ھدامیۃ الاسماعیلیہ نحن نوالی من واللہ ونعادی من عاد اللہ وعلی ذلک نختم کلمتنا الختامیہ وھی کلمۃ الحق کلمہ الاسلامیہ ھی العلیاء و کلمہ الکفر ھی سعلی ۔

ان الدین عند اللہ الاسلام و من یبتغی غیر اللاسلام فلن یقبل منہ

☆زہد کی چھتری کے نیچے سیکولرزم:

زہد دین مبین اسلام کی ایک بڑی اساس وبنیاد ہے۔زہد دین حنیف کے جواہر میں سے ہے۔عصر رسول سے لے کر بہت سے زاہدین نے اس دنیا کی متاع سے زہد کیا ہے۔انہوں نے اللہ کے پاس زاہدین کے مقام کو دیکھ کر اسے مقدم رکھا اور دنیا سے زہد کیا۔اس امت کے سب سے پہلے زاہد خود رسول اللہؐ ہیں آپ نے ایک تلخ اور سخت زندگی گزاری اور متاع دنیا سے دور رہے۔آپ کے بعد بہت سے صحابہ کرام نے آپ کی پیروی کی ہے۔

اس کے باوجود انہوں نے عمل کسب کو نہیں چھوڑا تا کہ وہ لوگ کسی انسان کے سامنے فقیر محتاج و نیاز مند نہ رہیں ہمیں اس قسم کے زاہد تاریخ میں بہت ملیں گے۔اس کے باوجود وہ لوگ اپنے اور اہل خانہ کی ضروریات خود کسب کرتے تھے تا کہ دوسروں پر بوجھ نہ بنیں۔اصحاب کے بعد بہت سے تابعین نے بھی اس روش کو اپنایا اور یہ سلسلہ جاری رہا وہ اس کی تشویق دلاتے آئے اور متقی اور صالح انسانوں کو بشارت دیتے رہے۔

صوفیت وہی باطنیات ہے جسے منافقین اپنے آپ کو چھپانے کی خاطر بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں چنانچہ منافقین اپنی شناخت وتعارف تصوف سے کرواتے ہیں۔جیسا ہر گروہ جو اپنے اندر منویات سوء رکھتے ہیں۔انہیں عملی جامہ پہنانے کیلئے شیطان کی طرح شکل وصورت اور نام بدلنا پڑتے ہیں جنہیں پہلے منافق بعد میں غلات کہتے تھے۔اس کے بعد انہوں نے اپنا تعارف صوفی کے نام سے کروایا۔صوفی دین اسلام کے توازن کو بگاڑنے اور اسے تہہ و بالا کرنے کیلئے کبھی تہذیب نفس اور عزلت وخلوت اور رہبانیت کی بات کرتے ہیں۔ان میں سے کچھ لذیذ طعام اور رقیق لباس سے نفرت کی بات کرتے ہیں اور کچھ عیش و نوش میں مستغرق ہو جاتے ہیں لیکن اس کی توجیہ جنت کی عیش و نوش کے مقابل میں ناچیز گردانتے ہیں اور کبھی اس کو اعلیٰ اقتدار پر قابض ہو جانے کا بہانہ بناتے ہیں پھر شریعت اور واجبات ومحرمات چھوڑنے کیلئے کہتے ہیں ہم سے تکلیف ساقط ہے۔اس تقسیم بندی کی وجہ سے مسلمانوں کیلئے صوفیت کے حقائق کی شناخت ناممکن ہوگئی لہٰذا اگر کوئی ان کی بعض ضد اسلامی حرکات کو دیکھ کر انہیں دشمن اسلام قرار دے تو دوسرے آ کر ان سے دفاع کرتے ہیں اور کہتے ہیں اسلام ان سے پھیلا ہے۔اس میں ہمارے علاقہ بلتستان کے خاندان عماچہ کا اختلاف ہے ان کا کہنا ہے وہاں اسلام راجگان سے پھیلا ہے۔کوئی کہتا ہے یہ اللہ والے ہیں کوئی کہتا ہے یہ زاہد ہیں اور اسلام میں زاہد کا مقام ہے لیکن حقیقت میں صوفی چاہے غالی ہو، چاہے معتدل اسلامی ہو اور چاہے صوفی روشن خیال، علمانی وسیکولر ہو یہ سب مختلف الفاظ وکلمات کی چھتری ہے اس کے نیچے یا اس چھتری کو اٹھانے والے سب دین کے دشمن ہیں۔ان میں سے ہر ایک نے اسلام کو ناقص لنگڑا اور ایک آنکھ سے محروم دکھانے کی کوشش کی ہے۔یہ ایک ایسی تحریک و روش کا نام ہے جس کا منبع و برگشت فکرِ زردشتی یہودی ومجوسی اور ہندو مسیحی افکار ہیں۔ان کے افکار مختلف ادیان سے ماخوذ ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفیوں کے بھی بہت سے فرقے ہیں ہر ایک کا طریقہ وسلیقہ ایک دوسرے سے مختلف ہے لہٰذا علما کو ان کی تعریف میں دشواری پیش آتی ہے۔دوسری طرف یہ عبادت اور نفس کی بات کرتے ہیں کبھی زاہد وعبادت کی چھت کے سائے تلے آتے ہیں۔اور کبھی ہر آئے دن نئی چھت میں دکھائی دیتے ہیں۔ان کے عزائم پر روشنی ڈالنا ایک مشکل عمل ہے بعض لوگ ان کے نام کی فلسفہ تراشی کرتے ہیں بعض ان کے فلسفہ کی بات کرتے ہیں۔صوفی ایک گرائش کا نام ہے یہ کوئی فرقہ نہیں لہٰذا تمام فرقوں میں اس فکر کے حامی و داعی موجود ہیں شیعہ وسنی دونوں میں صوفی پائے جاتے ہیں نیز یہود اور نصاریٰ اور بوذی میں بھی صوفیاء کی کمی نہیں۔اہل سنت والجماعت اصل عقائد اور فروعات میں متفق ہیں گرچہ طرائق اور سلیقہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ایک گروہ اہل حدیث کہلاتا ہے ان کا منبع ومصدر ادلۃ سمعیہ کتاب سنت والاجماع ہے ایک گروہ اہل فکر ونظر ہے یہ اشعری حنفی وغیرہ ہیں یہ لوگ ہمیشہ مبادی عقل پر اعتماد کرتے ہیں جبکہ تیسرا اہل وجدان وکشف ہیں۔

تصوف کی اصل یعنی عبادت میں مستغرق ہونا، دنیا سے روگردانی کرنا، لذت اور مال جاہ سے بے نیازی کا مظاہرہ کرنا اور مخلوق اللہ سے لاتعلق ہو کر خلوت میں عبادت کرنا ہے جبکہ صحابہ اور علماء میں یہ معمولی صفات قرار پائی تھیں۔دوسری صدی کے بعد لوگ دنیا اور اہل دنیا کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں گھل مل گئے تو عبادت کی طرف متوجہ رہنے والے صوفی سے موسوم ہوئے۔یہاں سے انہوں نے اپنے لئے خاص اصطلاحات وضع کیں جس سے علم شریعت دو حصوں میں تقسیم ہوا اور ایک حصہ علم مخصوص بہ فقہا اور اہل فتویٰ قرار پایا جبکہ دوسرا حصہ علم مخصوص بہ محاسبہ نفس قرار پایا۔

ان کا کہنا ہے جب روح اپنی حس ظاہری سے باطن کی طرف برگشت کرتی ہے تو احوال حس کمزور قرار پاتے ہیں اور روح قوی ہوتی ہے اس کی سلطنت غالب آجاتی ہے اس میں ہر آن نمو ہوتا ہے اور اس کا علم گزشت کے ساتھ شہود میں تبدیل ہوتا ہے۔

☆دین صوفی کے عقائد وافکار کے مصادر:

عقائد صوفیہ کتاب تصوف وتشیع ص ۳۳۶ پر آیا ہے صوفیائے مقتدات قبل از اسلام وہ بھی تقریبا چین کے عقائد ہیں اور یہ مسیحیت سے بھی لیے گئے ہیں اس کے بعد ہندو و بوذی سے پھر یونان و فارس کے زردشتیوں اور مانویوں سے ماخوذ ہیں ان کے عقائد اسلامی عقائد سے نہ نزدیک اور نہ دور سے ملتے ہیں ان کے بنیادی عقائد یہ ہے:

۱۔حلول واتحاد ووحدت الوجود۔ ۲۔عمل و جہاد۔ ۳۔اولیاء۔ ۴۔نظام کون کرامت۔

کسی بھی دین ومذہب کی قدر وحقیقت اور حقانیت کا اندازہ اس کے مصادر و ماخذ سے ہوتا ہے کہ جہاں سے یہ دین اخذ کیا گیا ہے اور اس کے مصادر عقلی کیا ہیں تمام عقلائے اعلام اسے تسلیم کرتے ہیں جیسے جز کل سے چھوٹا ہے دو دو مساوی تقسیم ہے آسمان ہمارے اوپر ہے وغیرہ یا قرآن کریم کی آیات محکمات کہ انسان جن کے دلائل کی طرف ادنیٰ سی توجہ کے ساتھ متوجہ ہوسکتا ہے جس میں احتمالات کثیرہ نہیں اور نبی کریم کی سنت وسیرت جس کی اسناد تسلسل میں مصدق، موثق اور صحیح راوی یک بعد دیگر اخذ ہوئے ہیں۔اس تناظر میں ہم مذہب صوفی کے ماخذ ومصادر پر نظر ڈالیں گے اور دیکھیں گے کہ یہ مذہب اپنے عقائد اور افعال ورسومات کیلئے کیا دلائل واسناد پیش کرتا ہے۔یہ مندرجہ ذیل اسناد پیش کرتے ہیں:

۱۔دعویٰ کشف کرتے ہیں کشف ان کے پاس ایک مصدر موثق ومعتبر ہے۔ان کے کہنے کے مطابق کشف سے صوفی کے اندر بہت سی چیزیں آتی ہے جیسے:

۱۔کہتے ہیں یہ چیز ہم نے خود نبی کریمؐ سے خواب میں یا بیداری میں سنی ہے۔

۲۔یہ چیز فلاں نے خضر سے لی ہے یا خضر نے انہیں دی ہے۔ان کے اذکار اور فضائل ومناقب کی برگشت خضر پر ہوتی ہے۔

۳۔اللہ تعالی نے بغیر کسی واسطے کے انہیں الہام کیا ہے اس طرح ان کی نظر میں صوفی کا مقام مقام نبی سے مافوق وبلند ہے جہاں یہ ولی اللہ کہلانے والے بغیر واسطہ سے اللہ سے کوئی بات لیتے ہیں جبکہ رسول یا نبی ملائکہ کے توسط سے لیتے ہیں۔

۴۔فراست وذہانت ہے ولی کی قوت درک عام انسان سے کئی گنا زیادہ اور بلند ہے۔

۵۔خواطف:۔وہ اللہ سے خطاب کو خود سنتا ہے یا ملائکہ سے یا صالح جنوں سے یا کسی ولی سے یا خضر سے یا ابلیس سے آمنے سامنے یا نیند یا بیداری میں

۶۔اسرارات ومعارج یا اسراء ومعراج:۔اس سے مراد روح ولی عالم علوی کی طرف عروج کرتی ہے اور وہاں سے بہت سے علوم واسرار کشف کرتی ہے۔

۷۔کشف سے حسی حقائق وجود اور ان کے درمیان حجاب رفع ہوجاتا ہے دل، بصارت اور حقیقت کے درمیان حجابات ختم ہوجاتے ہیں۔

۸۔رویئت اور منامات:۔ان کے اکثر عقائد دین کے مصادر رویئت ومنامات (خواب) پر اعتماد ہے یہ معتقد ہیں وہ یہ چیزیں اللہ سے عالم خواب میں یا نبی سے یا اپنے شیخ سے اخذ کرتے ہیں۔ہر معارف شرعی اور احکام شرعی اسی طرح انہی سے لیتے ہیں۔

۲۔ذوق کے دو اطلاق ہیں:

ا۔ذوق:۔ایک ذوق عام ہے جو تمام حالات اور مقامات ادوار میں رہتا ہے۔غزالی اپنی کتاب المنقذ میں لکھتے ہیں ممکن ہے سالک ذوق کے ذریعے حقیقت نبوت تک پہنچ جائے اور خاصیت نبوت کو درک کرلے۔

۲۔دوسرا ذوق خاص ہے ان اولیاء کے درجات میں فرق ہوتا ہے بعض ذوق کرتے ہیں پھر شرب کرتے ہیں۔عقائد صوفی اور ان کے افکار و مدارج اور طریقے متعدد ہیں یہ سب وجد کو ان نکات میں خلاصہ کرتے ہیں:

۳۔وجد:وجد کے تین مراتب ہیں:

ا۔تواجد

۲۔وجد:ہمارے نبیؐ کے علاوہ دیگر انبیاء اور دنیا سے گزرنے والے شیوخ سے اخذ کرنے کو وجد کہتے ہیں۔

۳۔وجود

صوفی اللہ کے بارے میں مختلف عقائد رکھتے ہیں:

ا۔اللہ ان میں حلول کرتا ہے جیسا کہ مذہب حلاج والے کہتے ہیں۔

۲۔وحدت وجود:اللہ سے وحدت یعنی خالق اور مخلوق کے درمیان فاصلے کٹ جاتے ہیں اسے وحدت وجود کہتے ہیں ابن عربی وحدت وجود کے قائل تھے۔

۳۔عقیدہ شاعری اللہ کی ذات وصفات کے بارے میں عقیدہ اشعری رکھتے ہیں۔

۴۔بعض رسول کے بارے میں گمان ہے کہ رسول ان کے درجات تک نہیں پہنچ سکتے بسطامی کہتے ہیں ہم اس سمندر میں ڈوب گئے یا داخل ہوگئے ہیں جہاں انبیاء اس کے ساحل پر رک گئے ہیں۔

۵۔بعض کہتے ہیں محمدؐ قطب کائنات ہیں وہی اللہ ہیں جو عرش پر فائز ہیں آسمان وزمین عرش وکرسی کل کائنات ان کے نور سے خلق ہوئی ہے محمدؐ اول موجود ہیں یہ عقیدہ ابن عربی اور ان کے تابعین کا ہے۔

۶۔بعض یہ عقیدہ نہیں رکھتے اور اسے رد کرتے ہوئے کہتے ہیں محمدؐ بشر اور رسول ہیں انہی سے شفاعت مانگتے ہیں اور انہیں اللہ تک پہنچنے کیلئے وسیلہ قرار دیتے ہیں۔

صوفی کے اولیاء کے بارے میں عقائد آپس میں مختلف ہیں۔بعض نبی کو ولی پر فوقیت دیتے ہیں۔جبکہ بعض ولی کو صفات میں اللہ کے برابر سمجھتے ہیں جس طرح اللہ خالق ورازق ہے ان کے خیال میں ویسے ہی ولی بھی زندہ کرتے ہیں اور مردہ کرتے ہیں اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔انہوں نے ولایت کی ایک تقسیم بندی کی ہے۔جیسے مراتب صوفی کے تحت بعض غوث ہیں بعض قطب ہیں بعض ابدال ہیں اور بعض نجباء

ہیں بعض اس قسم کا عقیدہ نہیں رکھتے وہ ولی کو اللہ اور اپنے درمیان واسطہ سمجھتے ہیں۔لیکن یہ سب اسلام کے خلاف ہے۔اسلام میں تقویٰ عمل صالح اور عبودیت کامل ہے فخر کامل ہے ولی اللہ کے مقابل میں اپنی ذات کا بھی مالک نہیں چہ جائیکہ وہ دوسروں کا مالک ہوجائے جیسا کہ سورہ جن آیت ۲۱ میں آیا ہے ان کا عقیدہ ہے دین میں ایک شریعت ہے ایک حقیقت ہے شریعت ظاہر دین کو کہتے ہیں یہ جو شریعت ہے وہ باب ہے جس سے سب داخل ہوتے ہیں۔جبکہ ایک حقیقت ہے جو باطن دین ہے اس تک سب نہیں پہنچتے۔صرف مصطفیٰ ہی پہنچتے ہیں۔تصوف ان کی نظر میں طریقت وحقیقت دونوں کا جامع ہے۔ضروری ہے تصوف میں تاثر روحی ہو اور یہ روح پر اثر کرے جو کہ کسی شیخ کے بغیر ناممکن ہے ایسا شیخ جس نے کسی شیخ سے کشف کیا ہو۔تصوف میں اعلیٰ درجہ ان کے پاس درجہ ولی ہے صوفی علم کے بارے میں کہتے ہیں علم لدنی وہ علم ہے جو ان کی نظر میں اہل نبوت وولایت کے پاس ہوتا ہے جس طرح خضرؑ کو حاصل ہے اللہ نے اس کی خضر کو خبر دی ہے جس طرح سورہ کہف ۶۵ میں آیا ہے۔" تو اس جگہ پر ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اپنے علم خاص میں سے ایک خاص علم کی تعلیم دی تھی"

بعض نے اسے کلمہ صوف کی طرف برگشت کی ہے بعض نے صفہ بعض نے صفہ صفوف کی طرف برگشت کی ہے۔جبکہ بعض نے اس کو ایک کلمہ جامد کہا ہے بعض نے صفانہ کہا ہے جو ایک سبزی کا نام ہے بعض نے ایک کو صوفی گروہ کہا ہے جو خدمت کعبہ کیلئے ہوتے تھے۔بعض نے اسے ایک ایسی سبزی کہا ہے جو صفا کے نیچے پیدا ہوتی ہے بعض نے اسے ایک یونانی الاصل قرار دیا اور کہا یہ کلمہ سوف یونانی سے ماخوذ ہے جسے عربی میں حکمت کہتے ہیں اور یہ اس کا اشتقاق ہے۔

☆بدائیت ظہور تصوف وصوفی:

آخری ادوار صحابہ اور آغاز دور تابعین میں ایک گروہ نے خود کو عبادتوں میں مصروف رکھنے اور لوگوں سے دور رہنے کی دعوت کا آغاز کیا وہ دور ایک طرف تو فتنہ وفساد اور خونریزی کا دور تھا جس میں پاک ہستیوں کا قتل ہوا تو دوسری طرف جنگوں میں فتح وکامیابی اور کثرت فتوحات نے عیش وعشرت کے نئے انحرافی راستے کھول دیئے۔یہاں تک کہ امام حسین ابن علی کی شہادت کے بعد لوگوں میں پشیمانی آئی۔لوگ دین وشریعت کی طرف متوجہ ہوئے اور کتاب وسنت پڑھنے، سیکھنے، سکھانے اور اللہ سے ڈرنے وغیرہ کی صورت حال سامنے آئی۔کوفہ وبصرہ میں دوسری ہجری میں بعض ایسی شخصیات وجود میں آئیں جن میں ابراہیم بن ادھم، مالک بن دینار، بشر حامی، رابعہ عدومی عبدالواحد بن زید وغیرہ شامل ہیں جنہوں نے اپنے نفس کو لذیذ کھانوں سے دور رکھا اور دشت وبیابان میں سکونت اختیار کی۔ان کے نزدیک عائلی زندگی سے گریز مستحسن قرار پایا یہ لوگ اپنی بیوی بچے چھوڑ کر غیر آباد جگہوں سے مانوس ہونے لگے۔جس طرح سابقہ ادوار میں مشرکین اور مسیحوں کی جنگ وجدال میں مسیحوں نے رھبانیت اختیار کر لی تھی جو بعد میں ایک عبادت کی شکل اختیار کر گئی۔تصوف پہلی بار کوفہ میں نمودار ہوا۔

ا۔سب سے پہلے صوفی نام رکھنے والا ابو ہاشم کوفی تھا جس نے ۱۵۰ھ میں شام میں وفات پائی یہ سفیان صوفی اور امام جعفر صادق کا ہم عصر ہے اسی کو مخترع صوفی کہتے ہیں۔کوفہ وفارس اور یونان سے آنے والے گروہ راہبوں کی بود وباش سے مانوس ہوئے تو وہاں سے صوفیت کا سلسلہ شروع ہوا۔

۲۔عبدالکریم یا محمد متوفی ۲۱۰ھ یہ شخص بھی صوفی کے نام سے مشہور ہوا یہ اہل اہوا و بدع تھا یہ شخص ابدک فرقہ زنادیقہ کا سربراہ تھا۔ان کا اعتقاد تھا دنیا کی ہر چیز حرام ہے سوائے قوت لا یموت دنیا کی ہر چیز حرام ہے؟

۳۔بعض نے کہا اس کی بنیا درکھنے والا جابر بن حیان ہے جس نے ۲۰۸ھ میں وفات پائی۔

سب سے پہلے کون صوفی بنے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

☆سرخیل صوفیاں:

طبقات صوفی:۔ارباب فرق و مذاہب نے صوفیوں کی مختلف انداز میں طبقات بندی کی ہے۔کتاب موسوعہ میسرہ ج ا ص ۲۵۲ پر لکھتے ہیں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں صوفیوں کا ظہور ہوا جنہیں طلائع صوفیہ کہہ سکتے ہیں وہ ان صوفیوں کو تین طبقات کہتے ہیں۔طلائع تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوئے ان کے طبقات ہیں:

ا۔وہ طبقہ جن کے بارے میں کہتے ہیں یہ حضرات اپنے زہد گیری میں سچے ہیں وہ اپنے زہد میں اس حد تک غلو کئے ہوئے تھے کہ وہ حد وسوسہ تک پہنچے تھے ان کی عبادت اور اعراض از دنیا دوسروں سے سلوک میں مختلف تھی۔پہلا طبقہ وہ گروہ ہے جو زہد میں اس حد تک صادق تھا

۲۔دوسرا گروہ دنیا سے دور عبادت میں مستغرق صدر اسلام کے دور سے منحرف اور مختلف گرہوں کا قافلہ ہے ان کے ہاں شطحیات اور رموز چلتے تھے اس میں سب سے پہلے جنید ابو القاسم خراز متوفی ۲۹۸ھ ہے جنہیں صوفی سید طائفہ بھی کہتے ہیں یہ زنون نوبی سے متاثر ہوا۔گویا وہ اس میدان میں صدر اسلام کے مسلمانوں سے مختلف تھے۔اس گروہ میں جنید بغدادی یعنی ابو القاسم خراز متوفی ۲۸۹ھ آتے ہیں۔

۲۔شبلی شاگرد جنید:۔شبلی حلاج بسطامی آئے،ان کے بعد طبقہ دوم میں زہد کو باطنی عبارات سے خلط کر کے پیش کیا گیا جیسے وحدت،فناء اتحاد، حلول سکر،سہوے کشف بقاء مرید،عارف،احوال،مقامات شریعت جیسی اصطلاحات متعارف ہوئیں یہ خود کو اہل باطن کہلواتے جبکہ دیگر علماء و فقہا کو طنزیہ اہل ظاہر اور اہل رسوم کہتے اور انہوں نے ان سے نفرت و بیزاری کا سلسلہ شروع کیا۔

کتاب التصوف و تشیع تالیف علامہ ہاشم معروف ص ۵۲۵ پر علامہ ہاشم معروف لکھتے ہیں ابو بکر بن محمد شبلی اقطاب صوفیہ میں سے جنید بغدادی کے ساتھیوں میں سے ہے۔ص ۵۲۶ پر لکھتے ہیں کسی نے شبلی سے پوچھا من انت تو کہا انا نقطہ التی تحت الباء شبلی کہتے تھے ھل فی دارین غیری انا الوقت ولیس فی الوقت غیری وانا نقطۃ تحتہ الباء۔یہ وہ دور ہے جس میں زھد کو باطنیوں کی عبارات سے خلط کیا گیا ہے۔اس دور میں زھد کو میدان عمل اور سلوک سے نکال کو فکر و نظر کے عالم میں منتقل کیا گیا۔یہاں سے ان کی گفتگو اور کلمات میں نئی اصطلاحات نے جنم لیا اور جیسے وحدت فناء اتحاد حلول کو محو کشف بقاء مرید عارف احوال مقامات وغیرہ رواج پایا ساتھ ہی عقیدہ و شریعت یا ایمان و عمل میں تفرقہ شروع ہوا پھر انہوں نے اپنا تعارف اہل حقائق اور اہل باطن سے کرنا شروع کیا۔

ا۔ابو یزید بسطامی متوفی ۲۶۳ھ تصوف والتشیع ص ۵۴۰ پر علامہ ہاشم معروف لکھتے ہیں مورخین لکھتے ہیں ابو یزید فارس کے شہر بسطام مجوسی والدین سے پیدا ہوئے ابو یزید کی تعلیمات قدیم ہندومت سے لی گئی ہیں اس نے دعویٰ الوہیت کیا ہے سبحانی ما اعظم شانی کے بارے میں کہا **انا هو وهوانی۔**

۲۔ذوالنون بصری ۲۴۵ھ۔

۳۔صلاح ۳۰۵ھ تصوف والتشیع ص ۵۴۷ پر علامہ ہاشم معروف لکھتے ہیں طبقات رواۃ میں آیا ہے۔حسین بن منصور حلاج وہ فارس کے شہر شیراز میں تھے۔جنید ان کے ساتھ رہے حلاج حلول کے داعی تھے کبھی اتحاد کہتے تھے۔جعفر بن معتضد خلیفہ عباس نے ان کے قتل کا حکم دیا ان کے جسد کو جسر بغداد پر لٹکایا گیا۔حلاج حلول واتحاد کے بارے میں کہتا تھا۔

انا من اهوی ومن اهوی انا	نحن روحان حللنا بدنا
فاذا ابصرتني ابصرته	واذا ابصرته ابصرتنا

۴۔ابوسعید حراز متوفی ۲۷۷ھ

۵۔ابوبکر شبلی ۳۳۴ھ۔

اس فرقے میں ابو یزید بسطامی ۲۶۳ھ، ذنون مصری ۲۴۵ھ، حلاج ۳۰۹ھ، ابوسعید خزار ۲۷۷ھ یا ۲۸۶ھ حکیم ترمذی ۳۲۰ھ اور ابو بکر شبلی ۳۳۴ھ وغیرہ ہیں۔

۳۔تیسرے طبقے نے تصوف کو فلسفہ یونانی سے مرج کر کے پیش کیا یہاں سے حلول، اتحاد، وحدت وجود، موجود حق نظریات فیض اور اشراق وغیرہ وجود میں آئے حلاج ابو مغیث حسین بن منصور حلاج ۲۴۴ھ کو پیدا ہوا ۳۰۹ھ میں اسے سزائے موت دی گئی یہ فارس کے ایک زردشتی کا پوتا ہے حلول اور اتحاد کا سب سے بڑا صوفی ہے یہ قرامطہ سے رابطے میں تھا اور خود کو ان الحق کہتا تھا۔اس کے تابعین اس کی الوہیت کے قائل تھے یہ سب وجود حق کے منکر تھے۔

☆صوفیہ کے فرقہ:

۱۔اصحاب العادات: یہ ظاہر کو صاف ومزین اور آراستہ کرتے ہیں۔

۲۔اصحاب عبادات: یہ لوگ زہد وعبادات میں ہی مصروف رہتے ہیں اور دیگر تمام کاموں سے صرف نظر کرتے ہیں۔

۳۔اصحاب حقیقہ: یہ فرائض انجام دینے کے بعد نوافل میں مشغول نہیں ہوتے بلکہ سوچتے ہیں اور اپنے آپ کو جسمانیات سے آزاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔سر واخفا میں ذکر اللہ سے خالی نہیں رہتے اسے بہترین فرقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۴۔فرقہ نوریہ: ان کا کہنا ہے حجاب دو قسم کا ہے حجاب نوری اور حجاب ناری۔نوری صفات محمودہ کو کسب کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں یہ تسلیم، مراقبہ نفس وحدت اور حالت وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں۔ناری شدت غضب اور حرص وآرزو میں مصروف ہوتے ہیں یہ صفات ناری ہیں چونکہ ابلیس ناری ہے اس وجہ سے وہ حسد میں پڑ گیا۔کتاب موسوعہ الادیان ص ۵۹ میں آیا ہے یہ ایک جماعت باطنی وسری اور فلسفی وسیاسی ہے علماء ومحققین ان کے اہداف ومقاصد اور حقیقت میں شدت سے اختلاف رکھتے ہیں بعض کا کہنا ہے یہ فرقہ اسماعیلی سے تعلق رکھتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے یہ دینی اور فلسفی ہیں۔بعض نے کہا ہے کہ ان کے افکار وعقائد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف فلسفی ہیں دینی نہیں۔ان کی گرائش فلسفہ سے پتہ چلتا ہے ان کا فلسفہ مخلوط ومرکب از فلسفیات ہے یہ یونانی ناوسیہ ھند سب کا مرکب ہے جو دین کو فلسفہ کے سامنے خاضع کرنے کے

خواہاں ہیں۔انہوں نے قرآن کی رمز سے تفسیر کی ہے تا کہ قرآن دوسروں کیلئے بھی باعث ہدایت اور سازگار نہ ہو۔ان کا عقیدہ ہے تمام ادیان فلسفہ سے متفق ہیں ان کا کہنا ہے اس شریعت سے میل کچیل دھلنے اور رصاف ہونے کی کوئی امید نہیں سوائے فلسفہ کے لہٰذا انہوں نے فلسفہ میں کثیر کتب تصنیف کی ہیں جن میں حکمت طبیعت ریاضی کے علاوہ تصوف ،سحر کے علاوہ کتب نجوم بھی شامل ہیں لیکن انہوں نے اسرار فاش ہونے کے ڈر سے تمام باتیں رمزیات اور معمیات میں پیش کی ہیں۔

☆اسقاط تکالیف:

سقط تکلیف ایک اصطلاح باطنی ہے جسے غالی صوفیوں نے استعمال کیا ہے۔ان کے پاس وحدت وجود کا قائل ہونے کے بعد تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اور پھر انسان کو شریعت پر عمل نہیں کرنا پڑتا۔یہی اخوان الصفاء، ہاشمیہ اتباع ابی ہاشم محمد ابن علی عباسی کا نظریہ ہے۔غالی شیعوں نے سورہ مائدہ کی آیت ۹۳ کی تاویل کی ہے۔جو امام تک پہنچتا ہے اور جس نے حق کو پہچان لیا اس سے جتنے بھی حرام کام سرزد ہو جائیں اس سے باز پرس نہیں ہوگی کیونکہ اس پر تکالیف شرعیہ ساقط ہیں کیونکہ وہ کمال بلوغ تک پہنچ چکا ہے۔اس میں بعض صوفیوں کا اختلاف ہے بعض نے کہا ہے عارف واصل سے تکالیف ساقط ہوتی ہیں یہ اللہ کی طرف سے ان پر احسان ہے وہ ایسے درجے پر پہنچ چکے ہیں کہ اس کے بعد ان سے مشقتیں اٹھائی جاتی ہیں کیونکہ وہ مقام فناء پر پہنچے ہیں۔اسی کا نام فتح ہے فتح اعلیٰ مقام ہے فتح کے بعد ہجرت ختم ہو جاتی ہے پھر نہ ہجرت رہتی ہے نہ الی اللہ کی منزل رہتی ہے کیونکہ فناء فی اللہ کے بعد کوئی منزل نہیں رہتی ہے۔شعرانی نے کہا ہے میر سید شریف فرماتے تھے وہ رمضان کے روزے نہیں رکھتے تھے وہ کہتے تھے میں آزاد شدہ ہوں میرے رب نے مجھے آزاد کیا ہے بعض کہتے ہیں تکلیف انسان کے اوپر اس وقت تک رہتی ہے جب تک انسان بندہ رہتا ہے لیکن جب وہ منزل عبودیت سے ترقی کر کے آزادی تک پہنچتا ہے تو تکالیف شرعی اس سے ساقط ہو جاتی ہیں۔اس سلسلے میں امام غزالی کے مطابق سقوط تکلیف صوفیوں کی وہ حالت ہے جب ان کے پاس نیا شعور آ جاتا ہے اور عبادت ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتی ہے اور روح کی غذا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ان کا صبر ختم ہو جاتا ہے۔کہتے ہیں ولی سے تکلیف ساقط ہونے کا تصور یہ ہے کہ وہ نہ روزہ رکھتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے شراب پیتا ہے اور گناہ کرتا ہے۔بعض صوفیوں کا یہی کہنا ہے جبکہ بعض دیگر صوفیوں کا کہنا ہے تکالیف کسی صورت میں مکلف سے ساقط نہیں ہوتیں چاہے وہ کہیں بھی پہنچا ہو۔جنید کا خیال ہے سارق اور مرتکب معاصی افضل ہے ان سے جن سے تکالیف ساقط ہوئی ہیں۔یہ ایک حقیقت ہے اگر کمال کی بنیاد پر کسی سے تکالیف ساقط ہو جائیں تو یہ انبیاء و رسل سے بھی تکالیف شرعی بطریق اولیٰ ختم ہونی چاہیے تھیں۔

۱۔مجاہدت ذوق مواجید محاسبہ اعمال نفس کی طرف یہ ایک حصہ ہے۔

۲۔کشف حقیقت درک از عالم غیب ہے۔

۳۔اکوان عوالم انواع واقسام تصرف۔

۴۔ایسے الفاظ موہمہ جن سے بزرگان صوفیوں نے بات کی ہے یہ شطحیات کے نام سے مشہور ہوئے ہیں ان کا ظاہر بُرا جبکہ باطن متداول اور مستحسن ہے صوفی ذوق وجد پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں عملی گفتگو ان کی نظر میں ایک صالح وسیلہ نہیں۔اگر ظاہر اشیاء کو درک کر سکیں تو حقیقت تک

پہنچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے عقل میں وہی چیز آتی ہے جس پر حس کی رسائی ہے ۔عقل اشیاء کو ظاہر میں دیکھ سکتی ہے لیکن اشیاء کو حقائق اور کہنہ وجودی میں دیکھنا ماوراء عقل ہے ۔اس حوالہ سے صوفیا کی بزرگی اللہ سے خوف احساس عمیق ضعفِ نفس اور ارادہ الٰہی کے سامنے خاضع نام اللہ کی وحدانیت پر اعتقاد نام کی وجہ سے ہے روم میں جعفر بغدادی نے کہا ہے تصوف اپنی خصلت پر مبنی ہے وہ فخر وافتخار سے تمسک کرتے ہیں بذل و ترک اغراض و مقاصد سے تحقق ہوتا ہے ۔کرخی نے کہا تصوف اخذ بالحقائق ،لوگوں کے ہاتھوں میں جو چیز ہے اس سے وہ مایوس ہیں جنید نے کہا ہے تصوف بلا علاقہ اللہ کے ساتھ رہنا ہے ذوالنون نے کہا تصوف کسی چیز کا مالک نہ ہونا اور نہ خود کسی کی ملکیت میں ہونا ہے ۔حسیری نے کہا تصوف یہ ہے کہ زمین تم کو تحمل نہ کرے اور نہ آسمان تم پر سایہ ڈالے ۔

☆تصوف کے قطب میں تصوف سے نالائی:

تصوف کے بیچ میں خوردونوش کرتے ہوئے بعض علماء نے تصوف کی مذمت کا ڈھونگ رچایا اور جھوٹ موٹ کا ڈھنڈورا پیٹا ہے ۔یہ ایک قسم کی نورہ کشتی دکھائی دیتی ہے ممکن ہے یہ کہیں حقیقت کی شکل اختیار کر لے ۔ہم اسے ایک دو مثال سے واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ملاحظہ کریں: قبلہ سرکار علامہ محمد حسین صاحب جو پاکستان کے غالیوں کے مجتہد ہیں اپنی غلوگرائی کو چھپانے کے لئے انہوں نے پہلے مرحلے میں امام غالی محدث قمی کی ''مفاتیح الجنان'' میں موجود چند دعاؤں کو پڑھنا شرک قرار دیا ۔جس پر غالیوں نے از روئے نادانی یا مصلحت سرکار آیت اللہ کو وہابی کا لقب دیا تو سرکار اور ان کے مقلدین پتھری نے کہا ہم غالیوں پر لعنت بھیجتے ہیں اس کی مثال مرحوم شیخ بہلول نے یوں دی کہ اگر کسی نے پیاز کھائی اور کہا ہم نے پیاز نہیں کھائی تو منہ کھولتے ہی پیاز کی بو آجاتی ہے ۔کیونکہ وہ تقلید کے سرسخت پابند ہیں وہ روایات سے استناد کرنے سے بہت چڑتے ہیں ۔مقلدین کی تقلید مشرکین کے بتوں کی تقلید سے بھی سخت ہے جبکہ خود آیت اللہ سرکار کے فتاویٰ کے مصادر غالیوں کی گھڑی ہو روایات کے مجموعے سے ہیں جیسے تفسیر قمی ،عسکری ،سلیم بن قیس محدث نوری کی کتابیں ۔

شاہ عباس کبیر جو کہ خود غالیوں کے پیر و مرشد تھے اصفہان انجمن حیدری اور قطب کے جلوسوں میں ہمیشہ آپس میں تصادم ہوتا تھا لیکن دار الخلافہ کو اصفہان منتقل کرتے وقت انہوں نے حاکم اصفہان سے کہا تھا ان دونوں پر پابندی لگا کر انہیں دار الخلافہ سے دور رکھو تا کہ کہیں یہ افتتاح کے موقعہ پر میرے لئے فال بد نہ بنیں ۔

۲۔ہمیشہ سے کربلاء معلٰی میں عاشورہ کا دن عزا طویریج کی دستہ دیگر دستوں سے تصادم میں چند عزاداروں کے عقیقے کرتے تھے ۔

۳۔ہمارے علتستان میں جامع علوم مروج و دین جناب آقای محمد علی توحیدی صاحب ایک عرصہ سے نوربخشیہ صوفیہ کی مخالفت پر اترے ہوئے ہیں حالانکہ اس وقت امامیہ نوربخشی ہو یا خود اہل تشیع دونوں خاص کر علماء امامیہ اپنی تمام تر نشت برخاست اور کردار و گفتار میں صوفیہ کے تہہ خانہ میں سکونت اختیار کیئے ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے وہ اپنی عادت کے خلاف قرآن وسنت نبی کریم کو بطور دلیل نہیں اپنائیں کیونکہ بقول ان کے عبادات ومحسوسات کے لئے آیات وروایات کی ضرورت نہیں پڑتی ان کے خیال میں قرآن وسنت ہمیشہ انسان کو محسوسات کی طرف متوجہ کرتے ہیں ۔لہٰذا کہتے ہیں ہمیں قرآن وسنت کی بطور دلیل ضرورت نہیں پڑے گی ۔

ا۔ان کے خود ساختہ خانقاہوں پر قبضہ کرنے کیلئے ذکر واذکار سے قرآن وشریعت کی قربانی صوفیت کی واضح نشانی ہے ۔

۲۔آئمہ اور پیروں کیلئے کرامات مشہور کرنا جو کہ معجزہ کا دوسرا نام ہے۔

۳۔تقلید چاہے گذشتہ کی ہو یا حاضر کی اس پر اصرار بھی صوفیاء کا طرہ اختیار رہے۔

۴۔شعر گرائی چاہے نعت کے نام سے ہو یا قصیدہ کے نام سے، یہ سب صوفی افکار کا خلاصہ نچوڑ ہے۔

۵۔صوفیوں کا دعویٰ ہے پنجتن پاک تمام کائنات کی خلقت سے پہلے موجود تھے۔

۶۔کتمان اسرار یا رازداری۔

۷۔اصرار فتاوئی فرقہ۔

۸۔قرآن اور سنت کے مقابلے میں پیروں اور علماء سے استناد۔

۹۔علماء کی ایک دوسرے کے خلاف مزاحمت کی روش۔

۱۰۔قرآن و شریعت محمدؐ کو آئین حیات کہنے اور بنانے کی بجائے کسی اور کی تعلیمات جیسے سید نوربخشی کی تعلیمات یا کسی اور صوفی کی تعلیمات آل محمد کو آئین حیات کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دین اسلام کو پیچھے کرنے میں عادات مشترک رکھتے ہیں۔

☆خواتین کو آگے کرنا:

باطنیہ جدیدہ کے کامیاب محاذوں میں سے ایک موثر محاذ ہے۔خواتین کو آگے لانے کی تحریک سے انہوں نے اسلام و مسلمین کو نشانہ بنایا ہے۔اس سلسلے میں یہ بہت کامیاب بھی ہوئے ہیں شناختی کارڈ میں اپنا مذہب اسلام لکھوانے والے نمائندگان ایوان و قانون ساز اسمبلی اپنی حلف برداری کی تقریب میں اسمبلیوں میں کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھنے والے اور خود کو مسلمان پیش کرنے والے قرآن کریم اور سنت حضرت محمدؐ کو پس پشت ڈال کر بین الاقوامی کفر و الحاد کے ایماء و اشارے پر عمل کرتے ہوئے انتہائی بے شرمی و بے حیائی سے کہتے ہیں ہمیں خواتین کو آگے لانا ہے۔ایسے کلمات سننے کے بعد ملک میں موجود مسلمان یا تو اپنی بے بسی و بیچارگی سے یا بے غیرتی سے خاموش رہتے ہیں ورنہ ان کی یہ بات صریح آیات قرآن و سنت نبی کریمؐ کے خلاف ہے۔اس کے علاوہ یہ کلمات اپنی جگہ کسی دلیل و منطق پر قائم نہیں ہیں ایک زمانے میں کہتے تھے خواتین مردوں کے شانہ بہ شانہ چلیں گی لیکن اب اس سے بھی چند قدم آگے بڑھ کر کہتے ہیں ہمیں خواتین کو آگے لانا ہے۔غرض ان کے اس طرح کے کلمات اور عمل خلق الٰہی کو گمراہ کرنے کے وسائل میں سے مہلک ترین وسیلہ ہیں آگے لانے سے مراد ان کی یہ ہے کہ خواتین کو ان کے باپ، بھائی اور شوہر کی سرپرستی اور قرآن و سنت کے اس قانون سے آزاد کرانا ہے جو خواتین کو معاشرے میں بے انتہا عزت و احترام اور تحفظ فراہم کرنے کا سبب ہیں خواتین کو آگے لانے کا نعرہ باطنیہ جدیدہ نے ایجاد کیا ہے۔

☆شعر و شعراء کی تقدیس و تعظیم:

فرقہ باطنیہ نے اپنے شوم اھداف کو فروغ دینے کیلئے مسلمانوں کو قرآن سنت پیغمبرؐ سے انحراف اور شاعری کے راستے پر گامزن کیا۔اس مقصد کے لئے وہ جہلاء اور فاسق و ملحدین شعراء کے شعروں سے استناد کر کے شعر کے مقام کو اونچا دکھاتے ہیں۔انہوں نے نہ صرف عام مسلمانوں

بلکہ علماء کو بھی شعر سے استناد کرنے کا اس حد تک عادی بنایا ہے کہ وہ شعر سے استناد کرنے کے بعد خود کو قرآن وسنت سے آزاد سمجھتے ہیں۔اپنے مدعا کو سچا ثابت کرنے کے لئے قرآن وسنت سے دلیل کی بجائے ایک یا چند شعروں کو کافی سمجھتے ہیں۔اور اب تو انہوں نے صورت حال کو اس حد تک خراب کردیا ہے کہ مسلمانوں کے تمام دینی مراکز و مدارس پر شعر و شاعری چھائی ہوئی ہے شعر کو اہمیت دینے کی وجہ سے شعراء کو بہت مقام و منزلت حاصل ہوئی ہے۔ہم یہاں پر شعر و شعراء کی تعظیم وتقدیس کی جنایت کا وزن دیکھنا چاہیں گے کہ شعر میں کس حد تک قابلیت واہلیت ہے کہ وہ کسی مدعا کو ثابت کرسکتا ہو۔کسی چیز کی حقیقت جانچنے کیلئے ایک کسوٹی کا ہونا ضروری ہے اس ترازو سے گزارنے کے بعد معلوم ہوتا ہے اس میں حقیقت کہاں اور کس حد تک پائی جاتی ہے اس کے بعد پتہ چلے گا کہ شعر کو دین میں شامل کرنے کے جرم کا وزن کس قدر ہے۔اس مقصد کے لئے ہمیں شعر کی وہ تعریف دیکھنا ہوگی جو علمائے ادب نے کی ہے، شعر کی تعریف جو سنت پیغمبرؐ میں آئی ہے، شعر کی تعریف جو قرآن کریم میں آئی ہے اور شعر کی تعریف جو شعراء نے از خود کی ہے۔یہ سب بیان کرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ شعر نے اس دین کے ساتھ کیا کیا ہے۔

شعراء، ان کے وکلاء وحامی افراد اور شعر سنانے والوں کا دعویٰ ہے کہ شعر میں زیادہ اثر پذیری ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر شعر میں زیادہ اثر پذیری ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ ہم نے اپنے پیغمبرؐ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ہی شعر پیغمبر اسلامؐ کے لئے لائق وسزاوار ہے۔

قرآن فرماتا ہے شعراء وہ لوگ ہیں کہ جن کے گرد وپیش گمراہ لوگ ہوتے ہیں چنانچہ اگر یہ کسی محفل میں جمع ہیں تو سمجھ لیں یہ گمراہوں کا اجتماع ہے۔

جب شعر خود باطل ہے تو لامحالہ شعراء بھی باطل کو فروغ دینے والے ہونگے چنانچہ قرآن کریم میں اس بات کو یوں بیان کیا ہے ﴿ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴾ (شعراء ۲۲۴) قرآن کریم کی چند یں آیات میں شعر اور شعراء کی مذمت آنے کے بعد مفسرین و علماء اور اکابرین قوم کا شعر سے دفاع اور شعراء کی حوصلہ افزائی لمحہ فکریہ اور سوالیہ نشان ہے۔خاص شعراء کو چاہذلت سے نکالنے کیلئے سورہ شعراء کی آیت ۲۲۴ الا الذین عملو سے بعض شعراء کو باایمان قرار دیکر ان کے لئے استثناء کی بات کرنے پر تعجب اور حیرت ہے۔جبکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی یہ بات تمام قواعد وضوابط استثناء کے بھی مخالف ہے۔

☆ تاریخ شعراء:

شعراء کی تاریخ ہمیشہ جھوٹ اور غلو پر مبنی رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل شرف وفضیلت اپنے اجتماع میں شعر گوئی سے گریز کرتے تھے چنانچہ ملک الشعراء امرالقیس کے بارے میں کہتے ہیں ان کے والد نے انہیں شعر گوئی کی بنیاد پر اپنے حلقہ سلطنت سے دور پھینکا تھا۔

۲۔جیسا کہ پہلے بیان کرچکے ہیں کہ شعر گوئی میں ایسی قباحت تھی اور ہے کہ جو شعراء ایمان لائے تو وہ فوراً شعر گوئی سے نفرت کا مظاہرہ کرتے تھے اسی وجہ سے انہیں خذرمی کہا گیا ہے۔

۳۔تاریخ اسلام میں شعراء اپنی شعر گوئی کی وجہ سے کوئی مقام و منزلت حاصل کرنے سے عاجز رہے ہیں۔شعراء حکومت سے دولت و ثروت اور مقام و منزلت حاصل کرنے کیلئے اپنے سے پہلے بڑے بڑے شعراء کے شعر اپنے نام سے گھڑتے تھے چنانچہ یہ کہا جاتا ہے معلقات سبع یعنی اسلام آنے سے ۸۰ سال پہلے امرالقیس نے اپنے سات اشعار کعبہ پر آویزاں کیے تھے مؤرخین لکھتے ہیں یہ اشعار جو معلقات سبع کے نام سے

مشہور ہیں امر القیس سے جعلی طور پر منسوب ہیں یہ اس کے شعر نہیں ہیں۔اس کا ذکر صرف دوسری یا تیسری صدی ہجری میں سامنے آیا۔

۴۔حماد راویہ نامی شخص شعر میں اتنی نبوغت رکھتا تھا کہ وہ اپنے شعر بڑے بڑے شعراء کے نام منسوب کر کے بولتا تھا۔غرض شعر گوئی اور منسوب اشعار اپنی جگہ خود جھوٹ ہیں۔

۵۔شعراء کی قدر و قیمت بنی امیہ کے دور سے شروع ہوئی جب خلفائے بنی امیہ تاریخ اسلام میں اپنا مقام ومنزلت دکھانے سے قاصر ہوئے تو انہوں نے شعراء سے مدد لی کہ وہ ان کی مدح میں شعر گوئی کریں اور ان کے مخالفین کی مذمت کریں۔تاریخ اسلام میں محدود تعداد کے علاوہ شاعر سب کے سب اہل تملق، چاپلوسی، شراب خور، گنہگار و اہل ہجو تھے۔شرافت کے حوالے سے ان کی تاریخ کے صفحات سیاہ ہیں۔لغت اور قرآن و سنت پیغمبرؐ اور تاریخ شعراء سے شعر اور شاعر دونوں کا باطل ہونا ثابت ہونے کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل باطنیہ نے اس باطِل کو دین میں کتنے مقام ومنزلت پر جاگزین کیا ہے۔اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔علوم عربیہ جس میں علم صرف ونحو سرفہرست ہیں یہ دوسری ہجری کے آخر میں یا تیسری ہجری کے ابتدائی دور میں وجود میں آئے اور خوب فروغ پایا۔اس علم کی ایجاد اور بنیاد رکھنے کی ضرورت کے بارے میں علمائے نحو لکھتے ہیں اسلامی مملکت کی حدود میں وسعت آنے اور غیر عربوں کی دارالسلام میں شمولیت سے زبان عرب کے الحان خراب ہونے لگے تو عربی زبان کو اور خاص کر قرآن کریم کے الحان کو ان برے الحان سے بچانے کیلئے اس قاعدہ کی بنیاد کو ضروری گردانا گیا۔ان قواعد کے ثبوت اور سند میں قرآن کے بعد اشعار جاہلیت سے مدد لی گئی ہے گرچہ ان اشعار کی اپنے شعراء سے نسبت ثابت نہیں ہے البتہ انہوں نے ان شعروں سے علم نحو کی سند بنائی جبکہ وہ قرآن جو عربی فصاحت وبلاغت کو چیلنج کرتا ہے یہاں انہوں نے اس قرآن سے استناد کو بالکل نظر انداز کیا۔یہ صورت حال ابھی تک نام نہاد مدارس دینی میں موجود ہے جہاں قرآن سے استناد کرنے کی بجائے اشعار مجہول النسب سے استناد کرتے ہیں۔قرآن وسنت اور خود قرآن کی سند کو مجہول السند شعر سے ثابت کرنے سے بڑھ کر المیہ اور کیا ہوسکتا ہے یہ وہ نا قابل معافی جرم و جنایت ہے جو درسگاہ دینی نے شعر کے ذریعے قرآن سے کی ہے۔

۲۔انہوں نے شعر کو مقام ومنزلت دینے کیلئے اہلبیت اطہارؑ حضرت علیؑ اور حضرت زہراءؑ سے بھی جھوٹے اشعار منسوب کئے یہاں تک کہ بعض جدید نما و روشن خیال علماء نے زہراءؑ کی صفات میں سے ایک صفت شعر گوئی بتائی ہے کہ زہراءؑ اپنے بچوں کے ساتھ شعر میں بات کرتی تھیں ان کے بقول یہ ان کی سیرت کا خوابیدہ پہلو ہے۔

۳۔مسلمانوں کو یہ باور کروایا وہ نبی کریمؐ اور آپ کے اہل بیت اطہار کی وفات و ولادت کا دن منائیں تاکہ اس مناسبت سے ہمیں دین اسلام کے معارف حقیقی کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے ایک موقعہ وبہانہ ملے لیکن انہوں نے یہاں بھی جھوٹ کا سہارا لیا اور کہا ہم یہ دن اسلام حقیقی کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے منارہے ہیں لیکن اسلام بتانے کی بجائے ان دنوں کو شعر و شعراء کے قبضے میں دیا۔

۴۔آیت قرآن کی تفسیر میں ہیر پھیر سب سے بڑا جرم و جنایت ہے جو کئی مفسرین روا رکھے ہوئے ہیں۔بطور مثال انہوں نے مفسرین سے شعر کے استحسان وخوبی کو ثابت کرنے کیلئے سورہ شعراء کی آیت ۲۲۴ میں موجود استثناء میں اجمال اور مبہم گوئی کر کے یہاں مومن اور غیر مومن شعراء کی تقسیم بندی قائم کی پھر کہا مومنین شعراء اس سے مستثنیٰ ہیں لیکن کسی بھی مفسر نے یہاں اقسام استثناء، اس کی شرائط اور نہ ہی مستثنی

منہ کون سا کلمہ ہے کا ذکر نہیں کیا ہے جبکہ قواعد اصول کتب عربیہ کے باب استثناء کے مطابق یہ استثناءِ متصل نہیں بلکہ ایک استثناء منقطع ہے اور استثناء منقطع کی اہمیت اپنی جگہ روشن ہے یعنی شعراء کی پیروی کرنے والے گمراہ ہی ہوتے ہیں ان کی گمراہی سے صرف وہی بچ سکتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں اور اس ایمان کے تقاضے کی خاطر وہ شعر گوئی اور شعر وشعراء کی محافل ومجالس میں بیٹھنے سے اجتناب اور پرہیز کرتے ہیں یہاں یہ مطلب نہیں کہ بعض شعراء اس مذمت سے خارج ہیں ایسا نہیں ہے۔ہم یہاں پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کوئی بھی شخص شاعروں کے لئے اس استثناء کو ثابت نہیں کرسکتا جبکہ یہ بدیہی حقیقت ہے کہ شعر گوئی سے شعراء نے اسلام ومسلمین پر کاری ضربت لگائی ہے اور اوباش شرابیوں اور ناچنے گانے والوں کی محافل کو گرم کیا ہے لہٰذا شعر وشاعر کی تقدیس وتعظیم بھی اہل باطن کے شوم وسائل جنگی میں شمار ہوتی ہے۔

☆قبور پرستی باطنیہ کی بڑی شاخ:

قرآن وسنت میں قبور کی تعمیرات، آرائش وزیبائش اور سونے چاندی کے جواہرات وغیرہ سے انہیں مزین کرنے کے بارے میں کوئی ہدایات نہیں آئی ہیں اور نہ ہی سنت نبی کریمؐ سے اس فعل کے حق میں کوئی سند ملتی ہے بلکہ علماء وفقہا نے تو اسے سطح زمین سے زیادہ اٹھانے کی ممانعت کی ہے۔تاہم انبیاءعظام اور رہادیان الی اللہ کی قبور کو از روئے اجتہاد استثناء دینا اور انہیں شعائر دینی میں شمار کرنے کی حد تک انسان اپنے اجتہاد سے استنباط کریں تو شاید بعض کے پاس اس کی کوئی منطق مبنی ہو لیکن انبیاء کے عزیز واقارب، زوجات وبنات اور مولود مسقوط کیلئے بھی اعلیٰ پائے کی تعمیرات کرنا بلکہ ان سے منسوب جعلی قبور بنانا اور انہیں سونے چاندی وغیرہ کے جواہرات سے تزئین وآرائش کرنا کوئی منطق نہیں رکھتا۔وہاں حاضرین کو مثل چراگاہ حیوان بنا کر یرغمال بنایا جاتا ہے اور انہیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ تمام حاجتیں یہاں سے پوری ہوتی ہیں۔یہاں سے کوئی دست خالی اور مایوس واپس نہیں جاتا گویا یہ ان کو اللہ رب العزت سے بھی اعلیٰ مقام ومنزلت دینے کے برابر ہے کیونکہ بہت سے لوگ اللہ کی درگاہ میں رو رو کر اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کی دعا کرتے ہیں لیکن دست خالی اور مایوس ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔دراصل یہ باطنیوں کی اختراع کردہ بت پرستی ہے جس نے دور بت پرستی کے خاتمے کے بعد باطنیوں کی ایجاد کردہ قبور پرستی کی شکل میں دوبارہ جنم لیا ہے۔آج اگر مسلمان اپنے آئین اور حیات بخش قرآن کریم اور سنت انبیاء ومرسلین سے محروم ہو کر پسماندہ اور ذلیل وخوار ہو رہے ہیں تو اس کا صلہ اور عذاب ان کے بنائے ہوئے راستے پر چلنے والوں کے ساتھ ساتھ ان باطنیوں کو بھی ملے گا جنہوں نے مسلمانوں کیلئے گلی محلوں حتیٰ اندرون خانہ آئین اسلام سے باز رکھنے کیلئے رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔تعظیم اولیاء کے نام سے پورے ملک میں اسی طرح قبروں کے منارے بلند ہیں جس طرح سابق زمانے میں میدان جنگ میں نیزے اور جھنڈے بلند ہوتے تھے اور جس طرح مغرب میں کلیساؤں کے منارے بلند ہیں۔وطن عزیز پاکستان میں ہزاروں قبور ہیں جہاں خلق الٰہی کو یرغمال بنا کر قرآن وسنت کے فہم اور اللہ کی عبادت وبندگی کرنے سے روک کر رکھا ہوا ہے۔یہاں اشرف المخلوقات انسان حیوان بنے ہوئے ہیں جہاں لوگ اللہ کے حرام کردہ اعمال کو کھلے بندوں انجام دیتے ہیں۔معاشرے میں شراب اور رقاشی اپنے عروج پر ہے۔یہ سب انہی زندیق اور باطنیوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔جو لوگ اور علماء خود کو موحدین کی شکل میں پیش کرتے ہیں وہ اس کے حق میں کوئی دلیل نہیں دے سکے لیکن منفی انداز میں ان تمام اعمال کو تحفظ دے رہے ہیں اور اس حوالے سے انہیں کوئی شرمندگی بھی نہیں ہے۔

۱۔علمائے ادب نے شعر کی تعریف میں لکھا ہے:**اصلح الشعر ما اکذبہٗ** "بہترین شعر وہ ہے جو زیادہ جھوٹ پر مشتمل ہو۔" علمائے ادب کے نزدیک شعر اس وقت تک مستحق داد و تحسین نہیں بنتا جب تک باطل کو حقیقت کے الفاظ میں ملفوظ کر کے پیش نہ کیا جائے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر کا دوسرا نام باطل ہے۔

۲۔نبی کریمؐ نے فرمایا ہے انسان کے پیٹ کا پیپ اور گندگیوں سے پُر ہونا بہتر ہے کہ اس میں کوئی شعر ڈالیں۔

۳۔اسلام آنے سے پہلے شعر کا تصور باطل اور خواب میں دیکھی جانے والی الٹی سیدھی حرکات وسکنات پر مبنی کلمات کی مانند تھا۔

۱۔شعر کا اس سے بھی گندہ اور باطل ہونا ثابت ہے جیسا کہ سورہ انبیاء آیت ۵ سے بھی واضح ہے کہ شاعر ناپسندیدہ اور قابل مذمت لوگ ہوتے ہیں۔﴿ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو سب خواب ہ پریشاں کا مجموعہ ہے بلکہ یہ خود پیغمبر کی طرف سے افتراء ہے بلکہ یہ شاعر ہیں اور شاعری کر رہے ہیں ورنہ ایسی نشانی لے کر آتے جیسی نشانی لے کر پہلے پیغمبرؑ بھیجے گئے تھے ﴾

۲۔شاعر دور جاہلیت میں پست ترین انسان ہوتے تھے چنانچہ سرزمین عرب کے بادشاہ نے اپنے فرزند امراءالقیس کو شعر گوئی پر اپنی ولی عہدی سے دور کر کے اپنے حلقے سے نکال دیا تھا۔

۳۔جاہلیت میں شعراء کو دیوانہ اور مجنون سمجھا جاتا تھا چنانچہ مجنون اور دیوانوں کو شاعر کہا جاتا تھا یعنی جس کی بات پر اعتبار ممکن نہیں اسے شاعر کہتے تھے۔جیسا کہ سورہ صافات آیت ۳۶ میں آیا ہے۔﴿ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ ﴾ اور کہتے تھے کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

۳۔وہ شعراء جو جاہلیت کے دور میں شعر گوئی کرتے تھے اسلام لانے کے بعد انہوں نے شعر کی برائی اور ناپسندیدگی کو دیکھ کر شعر گوئی چھوڑ دی۔انہیں مُخضرمی کہتے تھے۔

۴۔اللہ پاک نے فرمایا شعر اس قدر ناپسندیدہ اور آلودہ چیز ہے کہ ہم نے اپنے نبیؐ کو شعر نہیں سکھائے اور نہ ہی شعر ان کیلئے لائق و سزاوار ہے۔﴿ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴾ (یس ۶۹) اس آیت سے ان کا یہ دعویٰ بانگ دہل باطل ثابت ہو گیا۔یہاں یہ سوال نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ جب شعر کہنا اور شعر و شعراء کی محفل میں بیٹھنا اور اپنے دعوے کی دلیل و ثبوت میں اپنا یا کسی شاعر کا شعر پیش کرنا اس نبی کریمؐ کی شان کے خلاف ہے کہ جن کی پیروی کرنا ہمارے مسلمان ہونے کی دلیل ہے تو پھر شعر و شعراء کی محفلیں سجانا اور اپنی بات کی سند میں شعر پیش کرنا ان لوگوں کو کیسے پسند آسکتا ہے۔جو خود کو غلام و پیروکار محمدؐ کہتے ہیں کیا شعر و شعراء کے بارے میں قرآن کریم کی محکم اور واضح و روشن آیات اور سنت و سیرت حضرت محمدؐ کے خلاف عمل کرنا مسلمان ہونے کا ثبوت ہے یا مسلمان کے دائرے سے نکلنے اور منافقانہ اور کافرانہ و مشرکانہ راستے پر چلنے کا ثبوت ہے۔

☆علمانیہ:

روشن خیالی یا علمانیت جسے عربی زبان میں علمانیہ کہتے ہیں۔یہ عین پر کسرہ کے ساتھ مادہ علم سے ماخوذ ہے اس صورت میں یہ کلمہ مادہ علم سے مشتق ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں علم کا ترجمہ انگریزی زبان میں سائنس کیا گیا ہے بعض نے عین پر فتحہ لگائی ہے۔اس صورت میں یہ کلمہ مادہ علم سے ماخوذ ہے اس کلمہ کے ساتھ الف اور نون زائد بطور غیر قیاس اضافہ کیا گیا ہے پھر اسے یاء نسبت دی گئی ہے۔جس طرح روح سے روحانی اور نفس سے نفسانی ہے اسی طرح علم سے علمانی بنایا گیا ہے۔اس کلمہ کا ترجمہ لادینیہ یا دنیویہ کیا گیا ہے لیکن انہوں نے لوگوں کو شک میں رکھنے کیلئے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔دائرۃ المعارف برطانوی میں اس کا ترجمہ سیکولرزم کیا گیا ہے یعنی ایسی حرکت اجتماعی جس کا مقصد لوگوں کو توجہ بہ آخرت سے باز رکھنا یا جس کا مقصد تنہا امور دنیا کی طرف متوجہ کرنا ہے۔سابق زمانہ میں لوگ زیادہ تر دنیا سے صرف نظر کرتے اور اللہ اور آخرت کیلئے زیادہ متوجہ رہتے تھے۔اس فکر سے روکنے اور مقابلہ کرنے کیلئے انہوں نے لفظ سیکولرزم کا انتخاب کیا ہے تا کہ اس لفظ کے ذریعہ انسان انسان کی طرف زیادہ متوجہ ہو اور اپنی آرزوؤں اور ارمانوں کی طرف مائل ہو۔قاموس جدید میں اس کلمہ کا ترجمہ روح دنیوی یا توجہ بہ دنیوی کیا گیا ہے اس صورت میں ایمان بہ آخرت عبادت و بندگی الٰہی بالکل ختم یا محدود ہوگئی ہے انسانی زندگی، امور عامہ اور حکومت سے صرف نظر کرنے کی خاطر مغرب میں علمانیت کو جنم دینے کا سبب ارباب کلیسا تھے۔

فکری اور نفسی و تاریخی اور رواقعیت کی بنیاد پر عالم غرب میں علمانیت وجود میں آئی لہٰذا مغرب میں اس کا کوئی جواز بنتا تھا لیکن مشرق یعنی اسلامی ملکوں میں اس کے لانے یا آنے کا کوئی جواز نہیں بنتا دوسرے الفاظ میں کہتے ہیں علمانیت مغرب کیلئے سازگار گوارا اور مفید اور نفع بخش ہے لیکن مسلمان ملکوں میں مشرق زمین پر رہنے والوں کیلئے یہ علمانیت مفید وسازگار نہیں بطور مثال مسیحیت اس تقسیم کی قائل ہے کہ قیصر کا حق قیصر کو دو، حکومت کے سامنے تسلیم ہوجاؤ اور حاکم کا جو حق ہے وہ حاکم کو دے دو اور جو حق اللہ کا ہے وہ کلیسا کیلئے ہے۔

ان کی یہ منطق ان کے کہنے کے مطابق انجیل کی روایت کے مطابق ہے کیونکہ اس فکر سے مغرب مانوس ہے۔مغرب میں انسان کے اوپر ایک حق ہے جو اس نے حاکم کو دینا ہے اور ایک حق ہے جو اس نے اللہ کو دینا ہے لیکن یہ بات مسلمانوں میں مشرق میں نہیں چلتی کیونکہ مغرب اللہ کا وہ تصور نہیں رکھتا جو ہم رکھتے ہیں۔ہمارے عقیدہ کے مطابق اللہ محیط کل شی مدبر علی کل شی ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔اس کے علم سے کوئی ذرہ مخفی نہیں ہے۔آسمان و زمین اس کی نظر میں ہیں اسکی رحمت اور علم ہر چیز سے وسیع ہے اس نے ہر چیز کی ایک قدر معین کی ہے۔انبیا مبشرین و منذرین بن کر آئے ان کے ساتھ کتب نازل ہوئیں تاکہ وہ لوگوں کے درمیان عدالت قائم کریں یہ ہمارے اللہ کے بارے میں تصورات ہیں۔

اسلام مغرب کے پاس موجود تصور الٰہ کو نہیں مانتا۔مغرب والوں کے پاس جو اللہ کا تصور ہے اس کے تحت (نعوذ باللہ) اللہ مسکین ہے اس اللہ کی حکومت انسان و کائنات کے بغیر نہیں چلتی۔جبکہ اسلام قابل دوئیت نہیں ہے۔مسلمانوں کے نزدیک اللہ کا جو تصور ہے وہ انسان کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کرتا کہ ایک حصہ اللہ کو دے دیں اور ایک حصہ کلیسا کو دے دیں اللہ اور قیصر میں نزاع اور دعویٰ نہیں ہے قیصر اللہ کا بندہ ہے حکم الٰہی کے سامنے خاضع ہے اور اس کے امر و نہی اور دین کا دیگر تمام بندوں کی طرح پابند ہے۔

دین توحید و عبودیت و ولایت اور اطاعت میں شرک قابل قبول نہیں ہے مسلمانوں کے پاس کوئی غیر اللہ ولی و حاکم حقیقی نہیں۔مسلمان کا کل وجود

اللہ کیلئے ہے ان کی حیات اللہ کیلئے ہے جیسا کہ سورہ انعام ۱۶۲ میں آیا ہے ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ۔دین اسلام کی مثال پاپ کے دین جیسی نہیں ہے اگر دین مسیح کو حکومت سے الگ کریں یا حکومت کے قیصر کو پاپ سے جدا کریں تو یہاں ایک دوسرے کو زیادہ نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ سلطنت پاپ اپنی جگہ قائم ہے اس کی قوت وقدرت سب اپنی جگہ موجود ہے سیکولر اور لادین لوگوں نے علمانیت کا غلط ترجمہ کر کے اس سے استفادہ کیا ہے انہوں نے علمانیت کو مترادف علمیت قرار دیا ہے یعنی علمانیت کا معنی ہے کہ ہم علم و عقل کے استعمال کے داعی ہیں جبکہ اسلام ضد عقل وعلم ہے۔

یہ ایک کھلی اور بالکل واضح غلط گوئی ہے کیونکہ علم وعلمانیت میں بہت فاصلہ اور فرق ہے علمیت علم سے منسوب ہے ہم علم کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں ہم مادی و دینی اور شہری ولشکری زندگی میں اور سیاست، اقتصاد، انفرادیت اور اجتماعیت میں اپنی زندگی کو علم کے مطابق چلاتے ہیں وہ دوسرے لوگ ہیں جو ہوائے نفس، اپنی سب خواہشات وعواطف اور احزاب و سیاست میں وہمی مفروضات اور تقلید کی پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک علم سے مراد دلیل قطعی کا قائم ہونا ہے۔بہت سی چیزیں ہیں جو علم کے عنوان کے ذیل میں ہیں لیکن حقیقت میں وہ علم نہیں جو چیز علم نہیں وہ اس کیلئے علم کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ سورہ نجم کی آیت ۲۸ میں فرماتا ہے ہم مسلمان علم کا احترام کرتے ہیں علم کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ہمارے پاس جو دین ہے وہ وحی کے ذریعے ملنے والے علم پر مبنی ہے ہم نے اپنی تاریخ میں دین وعلم میں تناؤ کھچاؤ نہیں دیکھا جس طرح مغرب نے دیکھا ہے۔جس علم کی تعریف مغرب نے کی ہے وہ علم دین سے متصادم ہے کیونکہ ان کا علم محسوسات تک محدود ہے۔

لفظ علمانیہ کا مہذب ترجمہ لادینیت ہے یعنی دنیا کے حوالے سے دین کو کوئی سروکار نہیں اور دین زندگی بنانے میں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا۔یا علمانیہ سے مراد دنیاوی زندگی ہے ۔یہ تصور انقلاب فرانس کے بعد وجود میں آیا اور رفتہ رفتہ خود ایک شعار اور مبدع بنا اس فکر نے مغرب میں اٹھارہویں صدی کے آخر میں فروغ پایا انقلاب فرانس اور اس کے نعرے درحقیقت یہودی مکاروں کی تدبیر تھی ۔یہ یہودی رباخوروں کا عالمی اقتصاد کو قابو کرنے کا ایک منصوبہ تھا۔داعیان علمانی کا دعویٰ ہے انسان وسائل اور علم کے ذریعے یہاں پہنچا ہے کہ علم مفاہیم دین اور تعلیم دین سے متناقص ہے ۔مغرب والوں نے علم جدید اور دین کے درمیان میں تناقص ہونے کو ثابت کرنے کیلئے مختلف ذرائع ابلاغ اور نظام درسی اپنائے ہیں ۔انہوں نے اپنے مدعا کے لیے ایک ایسی تمہید باندھی جس کے تحت دین کو زندگی کے مسائل سے جدا کیا جائے خاص کر کے قانون مدنی، سیاست ادارہ حکومت قضاء اقتصادیات، جنگ وصلح ،اخلاقی روابط اور اجتماعی امور میں دین کو کلی طور پر جدا ،منہا کریں اور دین کو تنہا معبد خانوں کی چاردیواری میں یا فکری اور عبادت کی حدود تک محدود رکھیں یا بعض رسومات شادی اور تدفین اموات تک محصور رکھیں ۔اگر کوئی شخص متدین رہنا چاہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کو اپنے عقائد اور اپنی عبادات تک محدود رکھے یا چھوٹی موٹی رسومات و رواج تک محدود رکھے اور دین کو زندگی کے دیگر شعبوں میں مداخلت کی اجازت نہ دے۔ان کے خیال میں زندگی کے دیگر شعبوں میں دین کی بالادستی ورہنمائی نہیں ہونی چاہیے۔اس حوالے سے متدین افراد کی اثر گزاری و مداخلت بھی انہیں قبول نہیں علمانیہ نے اپنے اوپر دو قسم کی عبا اوڑھ رکھی ہے:

ا۔عقائد دین اور عبادات میں یہ غیر جانبدار ہیں۔یہ لوگ کہتے ہیں ہم نہیں چاہتے کہ دین کو بالکل ختم کریں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ دین کو اپنے دائرے اور خصوصیات تک محدود رکھیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ دین کو امور دنیاوی میں داخل کریں گے تو اس سے فساد پھیلے گا۔اور حیات دنیا ترقی

وتمدن سے دور محروم ہوگی ۔ کیونکہ ان کے خیال میں تعلیم دین درحقیقت امور دنیاوی اور امور زندگی کے لئے ساز گار نہیں کیونکہ تعلیم دین نہ علم پر مبنی ہے اور نہ ہی یہ علم وعقل سے ماخوذ ہے جبکہ علمانی کا دوسرا گروہ کھلے عام دین کے خلاف جنگ اور دشمنی کا اعلان کرتا ہے اور دین کو کلی طور پر ختم کرنے کے لئے بھر پور طاقت وقدرت کو استعمال کرتے ہیں ۔ ان کے نزدیک دینی عقائد جس قسم کے بھی ہوں وہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں اس قسم کا علمانی لباس پہننے والے اپنے ناپاک مقاصد کی خاطر ہر قسم کے مکروفریب، ظلم وتشدد کرنے اور حقائق کو مسخ کرکے نئے قانون جعل کرنے اور نیا تعلیمی نصاب بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اس میں جائے شک نہیں کہ جو خود کو دین کے بارے میں غیر جانبدار دکھاتے ہیں اور دین کو اپنی حدود میں محدود رکھنے کے داعی ہیں وہ بھی اس دعوے میں سچے نہیں بلکہ انہوں نے اس لباس کو بطور نفاق پہنا ہے یہ ان کا منافقانہ جملہ ہے تا کہ دین داروں کو دھوکہ دیا جائے یہ ان کی دین سے جنگ کا سیاسی مرحلہ ہے ۔ یعنی ترتیب سے دین کا خاتمہ کریں اور جب انھیں قدرت ملے تو یہ دین کو کلی طور پر ختم و نابود کریں اور اس وقت وہ دین سے اعلان جنگ کر سکتے ہیں ان کا خود کو غیر جانبدار دکھانا دیندار ومتدین افراد کو ظاہری طور پر خوش کرنا ہے ۔ جو افراد علمانی کا معنی دنیاوی حیات لیتے ہیں ان کا کہنا ہے دینداروں کے ساتھ مصالحت کرنی چاہیے ان کا بھی حق ہے کہ وہ جو اعتقاد رکھنا چاہتے ہیں رکھیں اور جس فکر کو اپنانا چاہتے ہیں اپنائیں ۔ اس سے ان کا مقصد ہے تمام مذاہب فکری وسلوکی جو مخالف دین ہیں ان سب کو اجازت دی جائے چاہے یہ دین سے منافی ومتصادم ہی کیوں نہ ہوں ۔ غرض علمانیہ ایک شعار علمی ہے یہ دکھاتے ہیں کہ ہم حقائق علمی کو تسلیم کرتے ہیں ہم علم کے داعی ہیں ہم علم کے حامی ہیں اور ضمنی طور پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ دین علم سے متناقض ہے یہ کہتے ہیں دین کا دائرہ عقائد، اخبار غیبی اور عبادات ورسومات دینی تک مخصوص ومحدود ہے لیکن حیات دنیاوی میں دخل دینے کا حق صرف عقل اور وسائل علمی کو حاصل ہے ۔ اس طریقے سے انہوں نے دین کو کنارے پر لگایا ہے اس فکر کو جنم دینے کا سبب اور محرک یا علت یہ ہے کہ مغرب میں دین نصرانیت تحریف کا شکار رہا اور اس دین میں بہت سی غلطیاں شامل ہوگئیں تھیں جس کے نتیجے میں کلیسا سے مربوط افراد یا ان سے منسوب باصطلاح دیندار انتہائی فساد میں ڈوبے ہوئے تھے یہاں تک کہ دین نصاریٰ اور دین دار نصاریٰ مغربی دانشوروں کیلئے ایک خرافات کی صورت نکلی اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق ورشتہ نہیں ہے ۔ وہاں ظلم اجتماعی اور فساد پھیلا ہوا تھا یہ صورت حال جو مغرب میں تھی وہ کم کم پھیلتے پھیلتے مشرق اسلامی میں بھی پہنچی لیکن ان فرزندان اسلام کے ذریعے بطور تحفہ مسلمان ملکوں میں پہنچی جو وہاں تعلیم حاصل کرنے گئے تھے ۔ اسے فروغ دینے کیلئے مغرب والوں نے ہر قسم کے وسائل ذرائع توانائیاں فراہم کیں ۔ اس طریقے سے علمانیت طاقت وقدرت کے ذریعے مسلمانوں میں پھیل گئی بلکہ یوں کہیں کہ استعمار غربی کے لشکروں نے طاقت مادی، مکروفریب اور دھوکے سے اسے مسلمانوں میں پھیلایا ۔ یہ علمانیت جو سیکولرزم کے نام سے معروف ہے ،پہلی بار مسلمانوں میں بڑی شدومد اور انتہائی بے شرمی کے ساتھ کمال اتاترک کے ذریعے اور ان کی حکومت کے دوران منظر عام پر آئی ۔ وہاں سے یہ تحریک چلی کہ دین کو سیاست سے جدا رکھیں انہوں نے کہا کہ سیاست میں کوئی دین نہیں اور نہ دین میں سیاست ہے اس طرح علمانی یا عقلانی زندگی کے تمام شعبوں میں فروغ پاتے گئے یہاں تک کہ علمانیت مسلمانوں کے نصاب تعلیم میں داخل ہوگئی پھر دین کو نصاب تعلیم سے الگ کیا گیا سیاست وحکومت میں علمانیت آگئی اور دین کو معطل کیا گیا اور اقتصاد اور مالی نظام میں علمانیت آئی ۔ چوتھے مرحلے میں شہری قانون میں علمانیت داخل ہوئی اور پانچویں مرحلے میں اہل فن وہنر میں علمانیت در آئی ۔

آیا عالم اسلام میں علمانیہ کے فروغ وتشہیر اور ترویج کا کوئی جواز بنتا ہے یا نہیں۔علمانیہ ایک فکر ہے جسے باہر سے درآمد کیا گیا ہے اس میں کسی کو بھی جائے شک وتردید نہیں اور اس پر کسی بحث اور مناظرہ کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ علمانیہ اسلام کے اندر سے نہیں نکلی اور نہ یہ فکر کسی مسلمان کی اختراع ہے جب یہ فکر اپنے ملک کی پیدا کردہ نہیں اور باہر سے برآمد شدہ ہے تو ہمیں اس متاع کو اس بضاعت کو جو درآمد کی گئی ہے دیکھنا ہوگا کہ یہ ہماری ضروریات اور حاجات کے مطابق ہے یا نہیں۔اگر ہم اس کے محتاج نہیں تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس سے گریز کریں۔جب علمانیہ سے ہم بے نیاز ہیں یہ ہماری احتیاجات کا حل نہیں تو ہم اسے کیوں قبول کریں۔جب یہ ہمارے دین کے اندر سے نہیں نکلی اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق و رشتہ نہیں ہے تو اس سے شقاوت بدبختی اور تلخ نتائج برآمد ہونگے **ہم اس فکر کورد کرنے اور قبول کرنے میں آزاد وخودمختار ہیں؟** آیات کے تحت اس کے حامیوں سے مجادلہ کریں آیا ہم یا آپ میں سے ایک ہدایت پر ہے اور ایک گمراہی پر ہے اب دیکھتے ہیں کہ اللہ کا دین علمانیت لایا ہے اور آیا عالم اسلام میں علمانیت کی کوئی ضرورت ہے ادنیٰ سا مبالغہ کئے بغیر ہم کہہ سکتے ہیں کوئی دین کوئی ملت روئے زمین پر نہیں ہوگا جو فہم ادراک کے حوالے سے فطرت اور عقل کے موافق میں عقیدہ اسلامی کا کوئی ثانی لاسکے عقیدہ اسلامی بذات خود فطرت ہے اور عقیدہ اسلامی کے ماوراء انحراف ہے۔یہ قرآن کریم کی ایک مختصر اور چھوٹی سی سورۃ جو عقیدہ اسلامی کی تفسیر کرتی ہے وہ سورہ توحید ہے جو مشرکین کے خداؤں کے جواب میں نازل ہوئی ہے جب رسول اللہ سے مشرکین نے کہا آپ اپنے رب کی صفات ہمیں بیان کریں تو اللہ نے یہ سورہ مشرکین کے جواب میں نازل کی یہ سورہ بشر کے نفس کو اپنی طرف کھینچتی ہے یہ بہت جاذبیت کی حامل ہے اور اسے سمجھنے میں کوئی پیچیدگی نہیں یہاں اقالیم ثلاثہ جیسی تشبیہ نہیں ہے۔

☆قرآن وحدیث کی جنگ:

دین اسلام کے عقائد وشریعت کی اساس قرآن کریم ہے جس کے بارے میں خود قرآن میں آیا ہے **﴿لا رتبٌ ولا یابس فی تبنان کل شئی بیان لکناس ۔قرآن ذی عوج ۔ولقد یسرنا القرآن للذکر﴾** ان تمام توضیحات کے باوجود اہل باطنیہ نے قرآن کے مقابلے میں حدیثوں کے فلک بوس پہاڑ کھڑے کئے اور اس کے دامن میں ایک فرسودہ بوسیدہ جھونپڑی کی مانند تاثر دیتے ہوئے کہا جب تک قرآن کو حدیث کے ساتھ واضح نہیں کریں گے اور جب تک آیات کی کسی حدیث کے ساتھ تفسیر نہیں کریں گے اس وقت تک قرآن ایک معمہ مبہم مجمل کلام رہے گا گویا اسلام میں اساس شریعت حدیث ہے۔جبکہ اس کے بالمقابل میں قرآن کریم میں آیا ہے جو کچھ محمدؐ لائے ہیں اسے اپناؤ جس سے محمدؐ نے روکا ہے اس سے باز رہو رسول کی حیات کردار میں تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔میری اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کردیا آیا ہے اللہ نے قرآن کے ساتھ رسول کو بھیجا تاکہ تمہیں اس کتاب کی تعلیم دے۔یہاں فرقہ باطنیہ نے ایک بار پھر اپنی سابقہ روش منافقین کو اٹھایا اور تمام احادیث کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر صرف قرآن کو اٹھایا اور قادیانی پرویزی وقرآنیوں کو انکار حدیث کے محاذ پر کھڑا کیا۔فرقہ باطنیہ نے کبھی اہل حدیث، کبھی سیرت اہل بیت کبھی سیرت اصحاب کبھی سیرت صلف صالح کے نام سے لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کے احزاب ترتیب دیئے ہیں۔تاکہ مسلمان قرآن وحدیث کی جنگ میں مصروف رہیں تاکہ قرآن کی اس آیت پر عمل نہ ہوسکے جہاں آیا ہے **﴿قاتل مشرکین کافۃ﴾**

☆فرقہ باطنیہ کے بڑے داعی:

مقام ساوۃ جو رے اور ھمدان کے درمیان میں ہے ایک جماعت باطنیہ تشکیل دی گئی۔انہوں نے اپنی عید کی نماز پڑھی تو والی نے انہیں گرفتار کیا۔بعض لوگوں نے ان کی سفارش کی تو انھیں چھوڑ دیا گیا۔اہل ساوۃ کے مؤذنین میں سے ایک کو انہوں نے قتل کیا۔جب نظام الملک کو پتہ چلا توانہوں نے تحقیق کی اور جس نے اس مؤذن کو قتل کیا تھا اسے قتل کر دیا گیا۔باطنیہ نے اس کا بدلہ لینے کیلئے اپنی طرف سے ایک آدمی کو نظام الملک کے پاس بھیجا جس نے نظام الملک کو قتل کیا اس کے بعد ان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔انہوں نے نقب زنی اور لوگوں کو قتل اور ان کے مال کو غارت کرنا شروع کیا یہاں تک انہوں نے اصفہان کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جسے سلطان ملک شاہ نے بنایا تھا۔انہوں نے احمد بن عبد الملک عطاش کو تاج پہنایا انہی کا ایک داعی نام حسن بن صباح تھا اس نے مذہب کو احمد بن عبد الملک سے لیا تھا۔پھر یہ شخص مصر گیا یہ ایک ذہین، سمجھدار اور عاقل انسان تھا اور علم حساب، ہندسہ اور نجوم کو جانتا تھا۔اس کے بعد یہ مرو آیا وہاں اس نے طاقت، تلوار اور قلم سے اپنے مذہب کو فروغ دیا۔سب سے پہلے جو فعل اس نے انجام دیا وہ قلعہ موت پر قبضہ تھا قلعہ موت قزوین میں ایک محکم جگہ پر بنا تھا اس کے بعد اس نے شہر کے دوسرے علاقوں پر بھی قبضہ کیا یہاں تک کے اس کے قدم فارس میں جم گئے۔اس کے پاس ایک گروہ تھا جو جان کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ان کے رؤسا جسے قتل کرنا چاہتے تھے اس گروہ کو استعمال کرتے تھے یہاں تک کہ وہ بادشاہ اور سلطانوں کے دربار تک سرایت کر گئے اور انہوں نے بہت سے امراء، رؤسا اور کبریٰ کو قتل کیا ان کی جمعیت میں اضافہ ہوا یہاں تک کہ ان کے مخالفین ان سے مرعوب ہو گئے کسی کی جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنے گھر سے بغیر کسی بچاؤ کے نکلے۔ان حالات میں سلطان برکیاروق ان سے لڑنے کیلئے تیار ہوئے یہ ان کے پیچھے گئے اور ان کے گروہ کو پکڑ لیا اور اس گروہ سے تعلق رکھنے والوں کو بھی قتل کیا۔یہاں تک ۴۹۴ھ کو امیر برغش اکبر جو سب سے بڑے امیر تھے سلطان سنجر تھے ایک بڑے لشکر کو مال اور اسلحہ کے ہمراہ روانہ کیا وہ اسماعیلیوں کے شہر پہنچا اور اسے ویران کیا لیکن ان کے جانے کے بعد یہ لوگ دوبارہ یہاں آئے اور ان کی قوت میں اضافہ ہوا۔

خراسان ماورائے نہر سے جانے والے افراد کو انہوں نے قتل کیا یہ رات کو حملہ کرتے اور مال کو غارت کرتے تھے۔۵۰۰ھ میں سلطان محمد بن احمد بن ملک اور اس کی جماعت نے راستہ کو بند کیا اور لوگوں کے مال کو لوٹ لیا بہت سے لوگوں کو قتل کیا جن کا شمار نہیں تھا اور اطراف میں موجود بادشاہوں پر مالیت لگائی لوگوں کے مال کو قبضہ کیا تو لوگ ان سے جنگ کیلئے تیار ہوئے۔قلعہ اصفہان پر انہیں دوبارہ محصور کر دیا گیا چنانچہ اس کے نزدیک ایک پہاڑ پر یہ لوگ چڑ گئے اور پھر بہت سے لوگ ان کے ساتھ جمع ہوئے قلعہ کا ہر طرف سے محاصرہ کیا اور ان کے بہت سوں کو قتل کیا ہر طرف سے محاصرہ توڑ لیا یہ لوگ کچھ نہیں کر سکے اور مجبور ہوئے کے قلعہ کو تسلیم کریں پھر انہوں نے قتل غارت کی پھر سلطان نے ان سے جنگ لڑی اور ابن عطاش اور ان کے بیٹے کو قتل کیا اور ان کا مثلہ کیا ان کی بیوی نے خود کو اوپر سے نیچے گرا کر مار دیا اس طریقہ سے یہ بلا ۱۲ سال تک چلتی رہی پھر ابن صباح قلعہ موت کی طرف گیا اور اس کا محاصرہ کیا اور انہیں بھوک و پیاس سے نڈھال کیا لیکن اس دوران سلطان محمد وفات پا گیا اور باطنیہ کو دوبارہ موقع مل گیا۔

☆باطنیوں کے گروہ مالی:

باطنی اپنے عزائم ومنویات کو پھیلانے کیلئے رقم خطیر خرچ کرتے ہیں چونکہ وہ دلیل ومنطق کے دروازے سے داخل ہونے سے عاجز وناتواں ہیں لہذا وہ رحم دلی و ہمدردی اور دکھی انسانیت کی خدمت افضل عمل خدمت خلق جیسی خود ساختہ حدیث کے کتبے اٹھا کر داخل ہوتے ہیں لیکن اپنے عزائم کے حصول میں مختلف طریقے رکھتے ہیں ہر فرقہ الگ الگ کتبے انتخاب کرتا ہے۔شیعہ شخصیات اور علماء کے اندر نفوذ کرنے کے دروازے کا نام خمس ووجوہات شرعیہ ہے یہ نہ سمجھیں کہ یہاں لوگ خمس وزکوۃ صرف دینی جذبے کے تحت دیتے ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ سب ایسے نہیں ہیں یہ صرف بعض سادہ لوح مومنین ہیں جو اپنی تنخواہ، دکان یا ٹھیلے کی درآمد سے کچھ رقم حساب کرکے یا بطور انداز وتخمینہ ادا کرتے ہیں لیکن یہ مالیات جو لوگ اس وقت دین کے نام سے خرچ کرتے ہیں ان سے علماءذاکرین ،امامیہ مساجد ،امام بارگاہوں اور ان گنت تنظیموں اور انجمنوں کا کچھ نہیں بنتا یہ دین کے نام پر جمع ہونے والی کل رقوم کا دسواں حصہ بھی نہیں بنتی اس لئے باقی نو حصے باطنیہ پورا کرتے ہیں باطنیہ مندرجہ ذیل دو گروہوں پر خرچ کرتے ہیں:

ا۔گروہ فاسقین وفاجرین اور لادین مسلمان پر این جی اوز کے ذریعے فلاح وبہبود اور نادار لوگوں کی معاونت کے نام سے خرچ کرتے ہیں۔

۲۔سرمایہ داروں کے توسط اور علمائے اعلام کے ذریعے خرچ کرتے ہیں۔علمائے اعلام فقہا کو دیئے جانے والے اموال خمس و جوہات شرعیہ نہیں ہوتے بلکہ یہ باطنیہ کی تخریب دینی کیلئے رکھی گئی بچت ہے۔

بنا بر نقل مرحوم ومغفور شیخ علی دولتی آپ نے آیت اللہ گلپایگانی سے سنا کہ آپ فرماتے تھے مرجع بننے سے پہلے جو خمس لاتے تھے وہ وجوہ شرعیہ ہوتا تھا ابھی خمس کے نام سے ہمارے پاس جو رقوم لائی جاتی ہیں وہ رشوت ہوتی ہیں چنانچہ اس وقت ہمارے ملک میں سرمایہ دار جو خمس آیت اللہ بہاء الدین کو دیتے ہیں وہ رشوت ہے تاکہ ان سے تجارت وکاروبار کیلئے ویزاء حاصل کیا جا سکے اور وہ تجارتی مواقع سے استفادہ کی سفارش کریں۔باطنیہ کے خمس دینے کا اصل مقصد تخریب ادیان ہوتا ہے اس پر ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں۔

ا۔یہ سرمایہ دار اکثر وبیشتر نہ صرف بے دین ہوتے ہیں بلکہ دین کی بنیادی چیزوں کی پابندی بھی نہیں کرتے مثلاً صوم وصلاۃ اور حجاب وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتے لیکن باقاعدگی سے خمس ضرور دیتے ہیں۔

۲۔کبھی کہتے ہیں ہمارے مجتہد کی اجازت لائیں کبھی کسی بھی مجتہد کی اجازت کو کافی گردانتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں ہم نے آپ کو خمس دینے کی خود اجازت لی ہوئی ہے۔

۳۔ایسی عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں کہ عادوارم تو دور کی بات اپنے ملک کی حکومت کے لیے نمونہ بن جاتی ہیں جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

اگر ایسے افراد کے پاس کسی اور علاقے کا کوئی سادہ لوح عالم دین آجائے تو یا یہ ملاقات نہیں کریں گے یا اس کا تعارف سننے کے بعد ملاقات سے معذرت کریں گے یا ملاقات کے لئے کثیر شرائط عائد کریں گے۔سمجھ لیں جو عالم دین کہتے ہیں اسراف کنندہ اخوان شیاطین ہے لیکن وسیع رقبے پر تزئین وآرائش میں منفرد عمارتیں کھڑی کرتے وقت اسراف وتبذیر کا خیال نہیں کرتے تو وہ سرمایہ داران چیزوں کا خیال کہاں کریں گے جنہوں نے عمر بھر کبھی دین کو پڑھا ہے نہ چھوا ہے۔

۴۔سرمایہ دار اپنی مرضی سے ایسی عمارتوں کیلئے خطیر رقم دیتے ہیں لیکن کبھی اس بارے میں تحقیق نہیں کرتے آیا ان کے پیسے سے بنائی ہوئی عمارت میں دین نامی کوئی چیز پڑھائی جاتی ہے یا نہیں۔

۶۔سرمایہ دار کبھی بھی احکام وتعلیمات قرآن وسنت نبی کریمؐ اور اہل دین کو اٹھانے کیلئے رقم خرچ نہیں کرتے اگر سرمایہ داروں کے پاس بہت کم درجے کی بھی دین و دیانت نامی کوئی چیز ہوتی تو مسلمان ملکوں میں کب کا قرآن وسنت کا اجراء و نفاذ ہو چکا ہوتا اس کے ساتھ دولت پرستی، علاقہ پرستی، فرقہ پرستی اور قوم پرستی، اسراف وتبذیر اور عیش پرستی جیسے کافرانہ ومشرکانہ اور منافقانہ انداز زندگی کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ قرآن وسنت کے منافی کسی بھی بات کو آئین وقانون کا نام نہ دیا جاتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرمایہ داروں کے پاس دین نہیں ہوتا اور نہ ہی ابھی تک کسی عالم نے ان تک اس دین کو پہنچانے کی کوشش کی ہے جو قرآن وسنت کے عین مطابق ہو۔سرمایہ داران عمارتوں میں صرف قاعدہ یسرنا القرآن کی حد تک نگرانی کرتے ہیں۔معاشرے میں آئے دن بڑھتی ہوئی بے دینی میں سرمایہ دار اور علماء دونوں برابر کے حصہ دار ہیں۔دونوں خود ساختہ افکار وعقائد و رسومات کو دین کے نام سے زندہ رکھنے اور قرآن وسنت میں موجود اصل وحقیقی اور ثمر آور ونجات دہندہ اسلام کو عام ورائج ہونے سے روکنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔

☆اہداف منحوسہ باطنیہ:

۱۔اہداف شوم باطنیہ میں اصل ہدف دین اسلام کا خاتمہ کرنا ہے۔

۲۔چاہتے ہیں مسلمانوں کو کلی طور پر اسلام سے خارج کریں۔

۳۔مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کے بارے میں شکوک وشبہات جنم دیں۔

۴۔اقامہ حکومت کفر وزندقہ والحاد کے لئے باطنیہ نے کسی کی چھتری کے نیچے جگہ بنائی۔

۵۔تمام نصوص اسلامی قرآن اور سنت نبی کریمؐ کی تاویل کرتے ہیں۔

۶۔اظہار مذہب تبلیغ ہے کیونکہ ان کے عقائد ان کے اہداف کیلئے سازگار ہیں۔

۷۔اسلام وحب اہل بیت کا مظاہرہ کرنا۔

۸۔تمام نصوص اپنی جگہ ظاہر و باطن رکھتے ہیں کا عقیدہ۔

جواد مشکور تحریر فرماتے ہیں فرق شناسوں کا یہ کہنا ہے کہ باطنیہ مختلف فرقوں میں سے ایک ہے لیکن یہ تعریف قطعاً درست نہیں ہے بلکہ تعریف اس طرح سے ہے کہ باطنیہ گروہ ہدام اسلام کا نام ہے جنہوں نے اپنی عزائم منویات کو عملی جامہ پہنانے کیلئے دوستی اہل بیت کو بطور چھتری استعمال کیا ہے، اس طرح درحقیقت فرقہ باطنیہ کے جرائم وجنایات کو کم دکھانا مقصود ہے باطنیہ وہ گروہ منافقین ہے جنہوں نے کچھ دیر دوستی اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹا ہے صوفیہ جو کہ اہل بیت سے تعلق رکھتے ہیں وہ باطنیہ کا مصداق جلی ہیں باطنیہ ہی موجد فرق و مذاہب ہے ان کا مؤثر ترین حربہ یہ ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ ظاہر نصوص اسلامیہ سے صرف نظر کرتے ہیں اور ایک معنی باطن کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو کہ ناممکن الحصول ہے پھر اس تک رسائی کیلئے بیت امام کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور امام سے رہنمائی حاصل کرنے کیلئے تسلیم محض کی شرط لگاتے ہیں ان کے جال سے

کسی کو بھی نجات حاصل نہیں یہ ثالوث نامقدس کے مرتکب ہیں:

۱۔ایک طرف کہتے ہیں ہمیں اپنے فرقے کیلئے کام کرنا ہے۔

۲۔اتحاد اسلامی کی تحریک چلاتے ہیں۔

۳۔تفاہم ادیان کے داعی ہیں جس سے ان کا مقصد ہے کسی نہ کسی طرح سے اسلام کو عملی دنیا میں آنے سے روکا جائے۔

دعا:

باطنیہ کے روساء الدعا یہ افراد ہیں:

۱۔میمون دیصان قداح۔	۲۔عبداللہ ابن میمون۔	۳۔حمدان قرمط۔	۴۔زکرویہ بن مہرویہ۔
۵۔عبدان۔	۶۔ابوسعید جناحی۔	۷۔ابوطاہر بن ابوسعید۔	

☆باطنیہ ثالوث یہود و مجوس:

دین یہود ونصاریٰ تفرقہ وانتشار میں اپنے اوج وانتہاء کو پہنچنے کے بعد ان کے تمام تیروں کا نشان اسلام بنا اس کیلئے وہ فکری منصوبہ بندی کے بعد اپنے ہدف تک پہنچ گئے۔انہیں اپنے اسلام دشمن منصوبوں کو جامہ عمل پہنانے کیلئے افرادی قوت کی ضرورت تھی جس کے لئے یہود ونصاریٰ اور مجوس ومشرکین سے وابستہ افراد کارآمد نہیں تھے اس کیلئے انہیں خود مسلمانوں سے افراد کی ضرورت تھی، انہیں ضمیر فروش، دین فروش، وطن فروش، قلم فروش افراد چاہیے تھے انہیں ایسے پست انسان چاہیے تھے جن کی زندگی کی مقصدیت عیش ونوش اور نت نئی سہولتیں ہوں کیونکہ ایسے ہی افراد اقدار عالیہ کو ثمن وقیمت قلیل میں فروخت کرتے ہیں۔سیاست وحکومت، معاملات زندگی اور عملی زندگی میں دین کا خاتمہ چاہنے والے ذلیل افراد کو صرف خواہشات میں مستغرق، پدر ومادر آزاد زندگی کے طالب، حیوان صفت یا اقتدار پرست انسانوں کی ضرورت پڑتی ہے یہاں سے انہوں نے ایسے افراد کو ملت اسلامیہ کے درمیان سے ثمن نجس میں خریدا اور پھر انہیں ایسے گروہوں میں تقسیم کیا جو بظاہر ایک دوسرے کی ضد میں کام کرنے والے اور ایک دوسرے کو گالی دشنام دینے والے نظر آتے ہیں لیکن ان کا باطن ایک ہوتا ہے اور وہ خلوت میں خندہ پیشانی اور بڑی محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقاتیں کرتے ہیں۔اپنے مراکز میں سے ملنے والی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور اندر سے اتحاد و یک جہتی کے ساتھ اپنے ہدف کے لئے کام کرتے ہیں۔ان سب کا مرکز ایک ہوتا ہے جیسا کہ آج کل کے احزاب سیاسی جو سب کسی بڑے طاقتور یا بڑی طاقت کے زرخرید ہوتے ہیں لیکن ایک دوسرے کو گالی دیتے ہوئے اور اسمبلیوں اور جلسوں میں ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن اپنی اپنی عیش ونوش اور اپنے اپنے مادی ومعمولی مقاصد کی خاطر بڑے سے بڑے ہدف کے لئے کام کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے اگر آپ اس حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو یہ باطنیہ کے ایجاد کردہ فرق ومذاہب میں بالکل واضح اور صاف نظر آئے گی گرچہ ان سے پہلے منافقین بھی یہی کام کرتے تھے بعد میں غلات نے یہی راستہ اپنایا لیکن باطنیہ نے وجود میں آنے کے بعد باقاعدہ منظم ہو کر کام کرنا شروع کیا ان گروہوں کا سرسری تعارف پیش کرتے ہیں جنہیں اس خطے کے مسلمان آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

باطنیوں کا ہدف اولی پہلے مرحلے میں اسلام کا خاتمہ ہے دوسرے مرحلے میں تمام ادیان سماوی سے جنگ ان کا ہدف ہے۔اس مقصد تک رسائی کیلئے وہ مسلمانوں کو قرآن اور ہدف نزول قرآن سے دور رکھنے کو سب سے موثر و کارآمد طریقہ سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے مسلمانوں کو جہاں کہیں بھی کوئی مشکل پیش آئے گی تو وہاں وہ قرآن کی طرف رجوع کریں گے اس طرح وہ دوبارہ کھڑے ہو سکتے ہیں لہٰذا وہ مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے اذہان میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ قرآن کے ظاہر کی طرف توجہ نہ کریں اور یہ بھول جائیں کہ قرآن ایک کتاب ہدایت ونجات ہے لہٰذا وہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔جس چیز کی قرآن نے خبر و دعوت دی اس کو مشکوک بناتے ہیں چنانچہ ان کے کسی قائد نے اپنے ساتھی کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ لوگوں کو قرآن ،تورات انجیل کے بارے میں شک میں مبتلا کرو۔معاد،حشر ونشر اور جن وملائکہ کے بارے میں قرآن کی خبر کو شکوک بنا دو انہوں نے کہا قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اللہ کی مراد باطن ہے الفاظ وکلمات ظاہر باطن کی نسبت ایک چھلکے کی مانند ہیں۔جو بھی متمسک ظاہر ہوتا ہے وہ عذاب میں مبتلاء رہتا ہے۔

☆غلوستان سے کیا نہیں گزر رہے ہیں۔

غلو ایک فرقہ ہے جس کا اصل ہدف ومقصد دین اسلام کو تہس نہس کرنا ہے اور غالی اس کیلئے پُرعزم ہیں لیکن بدقسمتی سے اسلام کے خلاف اتنے بُرے عزائم رکھنے کے باوجود ان کو چھپانے اور ان پر پردہ ڈالنے کیلئے انہیں صرف جذباتی کہا جاتا ہے چنانچہ بہت سے دین و دیانت اور صوم وصلاۃ کے پابند افراد غلو سے دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم غلو نہیں کرتے ان کا کہنا ہے غلو وہاں ہوتا ہے جہاں محدودیت ہو جبکہ ہمارے آئمہ طاہرین اپنی جگہ غیر محدود علم وقدرت کے حامل ہیں لہٰذا یہاں غلو کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا چنانچہ ہمارے دوست مشفق معالج ڈاکٹر تاجدار صاحب فرماتے ہیں کچھ غلو فروش ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم غالیوں پر لعنت بھیجتے ہیں لہٰذا عام انسان نہیں سمجھ سکتا کہ یہ شخص بھی غلو فروشی کرتا ہے۔انسان ایسے غلو فروشوں کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ بھی غلو کر سکتے ہیں ان کیلئے واضح جواب یہ ہے کہ جب ایک انسان سیوریج لائن کی صفائی کرنے کا عادی ہو تو اسے بدبو کیسے آئے گی۔

باطنین کو اپنے اسلام دشمن اغراض ومقاصد شوم تک رسائی کیلئے اب تک جو موثر و کارآمد اور ہمیشہ زندہ جاوید اور تروتازہ ور پرکشش ہتھیار ملا ہے وہ علماء دین کی دہلیز پر ان کی امنگوں اور خوابوں کے مطابق ان کی دین شناسی و دینداری دیکھے بغیر ان کی ضروریات سے بالاتر وسائل زندگی پہنچانا ہے تاکہ وہ انہی وسائل کے استعمال میں مصروف ومشغول رہیں نیز عالم دین کے لئے نہ کھلنے والی پابند سلاسل بھی یہی وسائل زندگی کی فروانی ہے علماء حضرات وسائل زندگی کی فراوانی اور ان وسائل کے استعمال میں مصروف ومشغول رہتے ہوئے اور دولت وعزت واحترام کی زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ان باطنی اور سیکولر و بے دین افراد کی عزت اور شان وشوکت کو بڑھانے کی بات تو کر سکتے ہیں جو انہیں ان وسائل سے مالامال کرتے ہیں لیکن منبر رسولؐ سے قرآن وسنت رسول اللہؐ اور ان کے احکام وتعلیمات کو لاگو و نافذ کرنے کی بات ہو تو وہ بے بس دکھائی دیتے ہیں کیونکہ دنیا او رمال و دولت دنیا اور چند روزہ عزت کی خاطر وہ ضمیر فروشی اور اسلام فروشی سے اسلام ومسلمین کو اسلام دشمنوں اور منافقین کے ہاتھوں بیچ کر خوش وخرم زندگی پر راضی ہو چکے ہوتے ہیں۔عالم دین کیلئے باطنیہ کے جال ودام سے بچنے کیلئے لذیز کھانوں،عیش پرستی،راحت

وسکون اور بڑے بڑے القاب وسہولیات سے پرہیز کرنے میں ہی ممکن ہے۔

☆بدعت:

امت مسلمہ کے اندر تنظیم سازی چاہے جس نام شکل صورت سے بھی ہو چاہے جوانوں کے نام سے یا بچوں کے یا خواتین کے نام سے چاہے فلاح و بہبود کے نام سے یا سیاسیات اور رفاہیات کے نام سے ہو چاہے انجمن کے نام سے ہو یا ٹرسٹ یا طلبہ کے نام سے ہو چاہے کسی علاقے یا قوم یا دانشوران کے نام سے ہو، چاہے علماء کے نام سے ہو یا زاہدین کے نام سے چاہے کوئی تنظیم یا انجمن صوفیوں کی ہو یا سیکولروں کی ہوا سے فرقہ شوم باطنیہ نے اسلام کو کنارے پر لگانے اور مسلمانوں کو تتر و بتر اور تقسیم کرنے کیلئے وجود میں لایا اور بنایا ہوتا ہے۔ تنظیم کا دین اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہونا اظہر من شمس ہے اس کے بہت سے دلائل ہیں قرآن حکیم نے کفر کے مقابلے میں مسلمانوں کو امت واحدہ کا نام دیا ہے جس میں چھوٹے بڑے، مذکر اور مونث پڑھے لکھے اور ان پڑھ سب ایک چھتری کے تلے جمع ہوتے ہیں۔ نبی کریم جب مبعوث ہوئے تو آپ نے اقتباس آیات قرآنی کرتے ہوئے یاایھاالناس یاایھاالذین آمنو سے لوگوں کو مخاطب کیا پیغمبر اکرمؐ نے لوگوں کو قرآن کریم کی آیات پر عمل کرنے اور اپنی اطاعت و پیروی کرنے کی دعوت دی ہے۔ وہاں کسی تنظیم کا وجود نہیں تھا بلکہ وہاں ایک ہی تنظیم امت محمد کی تھی اسی سیرت پر خلفائے راشدین چلے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ اور خلفائے راشدین کے دور میں کسی بھی نام سے کسی تنظیم کا قیام عمل میں نہ لانے کی وجہ سے مسلمانوں کو جو فتوحات اور کامیابیاں نصیب ہوئیں تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ ایک طویل عرصہ اسلام دور ضالہ و منحرفین سے گزرا لیکن امت کے اندر الگ سے کوئی تنظیم وجود میں نہیں آئی قرآن وسنت سے متصادم اور مخالف ہونے کے علاوہ تنظیم نے اپنی تاریخ میں ثابت کیا ہے کہ امت میں تفرقہ وشگاف ڈالنا اس کا ہدف ہے۔ سب سے پہلی تنظیم جس کے قیام کا ہدف اسلام کی مخالفت اور اسلام و مسلمین سے مزاحمت و مقابلہ تھا اس وقت وجود میں آئی جب یہود و نصاری امت اسلام کی وحدت کے مظاہر کو دیکھ کر وحشت میں آئے اور یہ چیز ان کیلئے نا قابل برداشت ہوئی تو انہوں نے عربوں کو غیر عرب کے مقابلے میں منظم ہونے کی تلقین کی۔ یہاں سے حکومت عظیم امپراطور عثمانیہ کے زوال کا دور شروع ہوا اور پھر آخر میں انہوں نے ترکیہ والوں کو اسلام کے خلاف اٹھایا اور کہا ہم پہلے ترک اور بعد میں مسلمان ہیں۔ اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا اور انہیں اپنایہ تجربہ کامیاب نظر آنے لگا تو انہوں نے اپنی اس فکر کو زندہ اور قائم ودائم رکھنے کی بھرپور کوشش کیں کہ اختلاف پھیلاؤ اور حکومت کرو۔ مسلمانوں میں مذہبی تنظیمیں بنائیں جن میں پہلے شیعہ اور سنیوں کو ایک دوسرے سے بالکل الگ اور ایک دوسرے کے مخالف اور دشمن فرقوں کے طور پر متعارف و مشہور کروایا سنیوں کو فرقہ در فرقہ کیا اور انہیں بریلوی، دیوبندی اور رقادری و نقش بندی میں تقسیم کیا۔ اسی طرح اہل تشیع میں تنظیموں کا جال پھیلا دیا حتیٰ صرف عزاداری میں ہی سینکڑوں تنظیمیں وجود میں لائی گئیں جیسے ذاکرین کی تنظیم، اصغریہ تنظیم، اکبریہ تنظیم، نوحہ خوانوں کی تنظیم، امام باڑوں کی تنظیم، علم وغیرہ کی تنظیم اس طرح امام حسین کے نام پر تنظیم بنا کر امت کو منتشر کیا یہی حال میدان سیاست واقتصاد اور سماجیات کا ہے۔ غرض کوئی شعبہ نہیں کہ جس کیلئے ایک تنظیم نہ ہو۔ انہوں نے اپنی تنظیم کو بچانے کیلئے قرآن وسنت کے خلاف ایک آئین و دستور مرتب کیا اور کمال بے شرمی و بے حیائی کے تحت کہنے لگے ہم پہلے اس آئین کے پابند ہیں اس سے کھائی قسم کو مقدم اور اسلام کو مؤخر کیا۔ تنظیم میں جاذبیت وکشش کے فروغ کا واحد سبب استحصال استعمار مفادات ہیں اس لئے ہر ایک نے اپنے قد وقامت وجسامت کے لحاظ سے

اپنے دنیاوی و مادی مفادات کی خاطر ایک تنظیم کی شکل اپنائی ہے۔ہم نے تنظیم کو باطنیہ کی بدعات میں اس لیے قرار نہیں دیا کہ کہیں ہم کسی تنظیم سے انتقام لینا چاہتے ہیں، ایسا نہیں ہے۔اگر ایسا ہوتا تو ہم اس تنظیم کی برائیاں اور کھیاں نکالتے بلکہ میں نے تنظیم میں حیث منظم اٹھانا ہے۔تنظیم بہت سے لوگوں کا جوس نکالتی ہے پھر اسے کچرے میں پھینکتے ہیں۔بفضل و احسان اللہ رب العزت ہمیں جسم سے جوس نکالنے سے پہلے ہی ان سے جان چھڑانے کا موقع ملا کہ یہ میرے دشمن میرے مخالف نہیں بلکہ میرے شیدا تھے کیونکہ ہم ان کیلئے اچھے اور سادہ نوکر تھے اس تنظیم اور دیگر تنظیموں کے افراد اسلام کے دشمن ہیں۔یہ مسلمانوں کا رُخ بیت المقدس کی طرف موڑنے والے گروہ ہیں لہٰذا ہم نے بہت پہلے ہی انہیں خیر باد کہہ دیا تھا ہم اس وقت تنظیموں کے بارے میں اگر چند سطور لکھ رہے ہیں تو خالصتاً اس دین اور امت کے حوالے سے جو ذمہ داری و فرائض ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے اسے ادا کرنے کی ایک سعی ہے اگر کسی کو مسلمان اور دل و جان سے قرآن کا تابع رہنا ہے اور اس کا حضرت محمدؐ کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان ہے تو اسے چاہیے کہ کسی بھی تنظیم کا جزء بننے اور اس کی مدد حمایت کرنے اور اس سے تعاون کرنے سے پرہیز کرے کیونکہ یہ تمام تنظیمیں اور انجمنیں ایمان سوز اور دین سوز ہیں یہ امت کو شگاف در شگاف کر کے اس کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔

مہدویت

تمہید:

تو ہم نے قرآن کریم کی ان آیات کریمہ پر عمل کیا جہاں اللہ نے فرمایا ہے

﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ ﴿اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں﴾ (فرقان ۷۲)

﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ ﴿اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے﴾ (فرقان ٦٣)

اور ان آیات سے استناد کرتے ہوئے جہاں اللہ نے فرمایا "اللہ کی طرف سے انبیاء کے بعد کوئی حجت نہیں ہوتی"۔

﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ ﴿ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے﴾ (نساء ١٦٥)

اللہ اپنے مخالفین کے خلاف واضح و روشن دلیل رکھتا ہے۔

﴿قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ ﴿آپ کہیئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی﴾ (انعام ١٤٩)

تکبر اور معاندے کے بعد آپس میں دلیل و استدلال کی نوبت ختم ہو جاتی ہے۔

﴿فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ ﴿پس آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیں اور جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جائیں اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیں اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان پر ایمان ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں۔ ہمارا اور تم سب کا پروردگار اللہ ہی ہے ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں، ہم تم میں کوئی کٹ حجتی نہیں اللہ تعالیٰ ہم (سب) کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے﴾ (شوریٰ ١٥)

ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم کے خلاف واضح دلیل دی ہے۔

﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ﴾ ﴿اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں﴾ (انعام ٨٣)

ان کی حجتیں مدفوع اور مذموم ہیں۔

﴿قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ(١١٦)

﴿قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ﴾ ﴿انہوں نے کہا کہ اے نوحؑ! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔ آپ نے کہا اے میرے

پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا﴾ (شعراء ۱۱۶۔۱۱۷)

ان کے پاس کوئی حجت نہیں سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کو لاؤ۔

﴿ وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ ﴿اور جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ﴾ (جاثیہ ۲۵)

ہم نے تمہارے لیے اللہ کی طرف سے واضح دلیل پیش کی ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴾ ﴿اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آ پہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے﴾ (نساء ۱۷۴)

اپنے مدعی پر دلیل لاؤ۔

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ ﴾ ﴿یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی اولاد ہے (نہیں بلکہ) وہ پاک ہے زمین و آسمان کی تمام مخلوق اس کی ملکیت میں ہے اور ہر ایک اس کا فرمانبردار ہے﴾ (بقرہ ۱۱۶)

اللہ کے علاوہ کوئی الہ ہے تو دلیل لاؤ۔

﴿ أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ هَذَا ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴾ ﴿کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں ان سے کہہ دو لاؤ اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ ہے میرے ساتھ والوں کی کتاب اور مجھ سے اگلوں کی دلیل۔ بات یہ ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اسی وجہ سے منہ موڑے ہوئے ہیں﴾ (انبیاء ۲۴)

﴿ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ ﴿اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لیے اتارا ہے کہ آپ ان کے لیے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ ایمان داروں کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے﴾ (نحل ۶۴)

﴿ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴾ ﴿اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ الگ کر لیں گے کہ اپنی دلیلیں پیش کرو پس اس وقت جان لیں گے کہ حق اللہ تعالی کی طرف ہے اور جو کچھ افترا وہ جوڑتے تھے سب ان کے پاس سے کھو جائے گا﴾ (قصص ۷۵)

اپنے مدعی پر سلطان لاؤ۔

﴿ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴾ ﴿ان کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں﴾ (اعراف ۷۱)

﴿ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ﴾ ﴿اللہ تعالی نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی﴾ (یوسف ۴۰)

﴿ فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴾ ﴿اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو﴾ (ابراہیم ۱۰)

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴾ ﴿اور ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیلوں کے ساتھ بھیجا﴾ (غافر ۲۳)

﴿ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ ﴾ ﴿جو بغیر کسی سند کے جوان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں﴾ (غافر ۳۵)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ ﴾ ﴿جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات الٰہی میں جھگڑا کرتے ہیں﴾ (غافر ۵۶)

﴿ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ ﴾ ﴿اور کچھ ہمارا زور تم پر تھا (ہی) نہیں﴾ (صافات ۳۰)

﴿ أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ﴾ ﴿یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے﴾ (صافات ۱۵۶)

﴿ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ ﴿ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلقاً نہیں چلتا﴾ (نحل ۹۹)

﴿ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴾ ﴿میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں تیرا رب کار سازی کرنے والا کافی ہے﴾ (اسراء ۶۵)

﴿ هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللهِ كَذِبًا ﴾ ﴿یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں ان کی خدائی کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم کون ہے﴾ (کہف ۱۵)

تفصیلی گفتگو کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کو اس نقطے کی طرف متوجہ کروں کہ عصر حاضر میں امت اسلامیہ کو اگر ایک ملت متفرقہ کہیں تو عقلاء اسے نامناسب نہیں کہیں گے کیونکہ یہ حقیقت عیاں و آشکار ہے اور ناقابل انکار ہے۔ یہاں تک کہ جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ایک مہدی آئے گا وہ بھی تفرقہ و انتشار کا شکار ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے وہ آکر گزر گئے ہیں جبکہ بعض کا کہنا ہے معلوم نہیں وہ کس خاندان سے ہونگے۔ کوئی کہتا ہے خاندان اہل بیت سے ہونگے اور بعض کے مطابق امام حسن عسکریؑ کی نسل سے ہونگے۔ فرق شناس محققین جیسے سعد اشعری اور نوبختی کے مطابق امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین کے بارے میں چودہ یا پندرہ فرقے وجود میں آئے۔ اس دور میں امام مہدی یا مہدیوں یا ممھدون کے بارے میں کچھ کہنا یا لکھنا ان کے غیض و غضب یا جلتی ہوئی آگ میں پیٹرول پھینکنے کے مترادف ہوگا۔ جبکہ بعض شخصیات کا قلم ارتداد یا اخراج از مذہب کا فتویٰ جاری کرنے کے انتظار میں ہمیشہ سیاہی میں ڈوبا رہتا ہے کہ وہ فوراً اسے کاغذ پر کھینچیں حالانکہ بعض نے پانچ اور بعض نے چھ اماموں پر توقف کیا ہے اسکے باوجود یہ سب ان کے دوست ہیں لیکن ہمیں امام مہدی کے بارے میں کچھ بولنے کی اجازت نہیں مل سکتی کیونکہ جو بھی امام مہدی کے بارے میں قلم اٹھائے گا وہ مہدیوں کے غیض و غضب کا سبب بنے

گا۔کیونکہ ہر ایک گروہ کو یہ خوف لاحق ہے کہ کہیں ان کے اسرار فاش نہ ہو جائیں۔

کیونکہ یہ ان کے دین وشریعت و مذہب کا مسئلہ نہیں جس پر وہ صبر کرلیں بلکہ یہ ان کے لقمہ حیات کا مسئلہ ہے لہٰذا جب کسی کے لقمہ حیات پر کوئی ضربت مارتا ہے تو وہ اسے برداشت نہیں کرتا۔چنانچہ میری کتاب ''افق گفتگو'' حوزات اور مدارس کے منتظمین اور خمس کو کمیشن پر وصول کرنے والوں کو غیض وغضب میں لانے کا سبب بنی۔انہوں نے آگے بڑھ کر میرے لقمہ حیات پر کاری ضربت لگا کر دارالثقافتہ الاسلامیہ سے شائع شدہ تمام کتب چاہے وہ اس ملت کے نابغہ روزگار جنہیں وہ اپنا امام ومقتداء سمجھتے ہوں ان کی تالیفات میں سے ہوں جیسے شہید باقر الصدر، شہید مطہری، آقائے خامنہ ای اور چاہے انہی کے آئمہ طاہرینؑ کی سوانح حیات پر لکھی گئی ہوں سب پر پابندی لگائی ہے۔انہوں نے کتابوں پر بندش لگوانے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس بائیکاٹ میں کامیابی کو اپنی فتح قرار دے کر میری کتابوں کے حق طباعت کو جنگی غنائم میں لے کر لاہور، کراچی میں کتاب فروشوں سے چھپوایا اور منتظرین امام زمانہ نے بغیر کسی شک وتردد کے ان کتابوں کو خریدنے اور اپنی دکانوں میں رکھنے سے احتیاط تک نہیں برتی۔مجھے خدشہ ہے یہ کتاب ہمارے بارے میں مزید شکوک وشبہات کا سبب بن سکتی ہے۔خاص کر جہاں اس عنوان کی انتہاء اختتام امام مہدی کے وجود کے انکار پر منتہی ہو جائے تو کیا قیامت برپا ہوگی یہ اللہ جانتا ہے۔ابھی تک ہم نے اس موضوع پر نہ لب کشائی کی تھی نہ قلم حرکت میں لائے تھے کہ انہوں نے خود ﴿وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُه﴾ اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں ان سے ہم واقف ہیں ﴾ (ق۔۱۶) کا مصداق بن کر روشن خیال دانشوران سے سوالات اٹھوائے اور پھر ہم پر تہمت وافتراء کے تیر برساتے ہوئے کہنے لگے:

کیا امام زمانہ کے بارے میں بھی شک کرتے ہو:

کیا اس حوالے سے مجالس دعائے ندبہ کا اہتمام اس کی تفسیر تشریح اور امام مہدی سے متعلق کتابیں کافی نہیں ہیں؟

اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہوئے اگر میں کسی گرداب میں گر جاؤں یا کسی موج طوفانی کا نشانہ بنوں تو اس کا سبب یہ حضرات ہوں گے جو ایک انسان کو ورغلا کر ہلاکت کی دھلیز پر لائے اگر ان کے نہ چاہتے ہوئے اللہ نے مجھے صراط مستقیم پر لگایا تو دنیا میں اطمینان نفس اور آخرت میں جنت ہماری منزل بنی تو اسے :علو شود سبب خیر کہیں گے۔

کسی چیز کے بارے میں شک کرنے کے دو پہلو ہیں ایک نظریہ یہ ہے کہ ابھی تک اس حوالے سے ثبوت اور دلیل قانع کنندہ جواب میسر نہیں ہوئے ہیں ان کے بارے میں اللہ فرماتا ہے

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا ﴾ ﴿اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں﴾ (اسراء۔۱۵)

﴿ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ ﴿ آپ کہئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی﴾ (انعام ۱۴۹)

اس کے باوجود شک کرنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ سبحانہ نے اپنے بارے میں شک کرنے والوں کے جواب میں استفساری انداز اپنایا ہے۔کہ کیا آسمان وزمین کے خالق کے بارے میں بھی شک کرتے ہو؟

﴿ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾ ﴿ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں

شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے﴾ (ابراہیم۔۱۰)

اللہ نے اپنے بارے میں دلیل فراواں قناعت وکفایت سے مافوق حدود احصاء سے باہر دلائل دیئے ہیں مثلاً

﴿أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ. وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ. وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ. وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ.﴾ ﴿کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے ہیں۔اور آسمان کو کہ کس طرح اونچا کیا گیا ہے۔اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ہیں۔اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے﴾ (غاشیہ ۱۷ تا ۲۰)

اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتے۔اسی طرح نبی کریم کی نبوت کے بارے میں سوال استفساری کرتے ہوئے فرمایا

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ﴿کیا انہیں یہ کافی نہیں ؟ کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جارہی ہے اس میں رحمت (بھی) ہے اور نصیحت (بھی) ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں﴾ (عنکبوت ۵۱)

لہٰذا ان دلائل فراواں سے چشم پوشی کر کے اپنے شک پر اصرار کرنا غیر منطقی اور غیر عقلی ہے۔ہمارا یہاں ان سے سوال ہے کہ کیا آپ وجود امام مہدی اور ان کے ظہور کے بارے میں بھی اس قدر واضح وروشن قانع کنندہ دلائل رکھتے ہیں۔اگر ایسا ہے تو ملک کے متکبرین ومستبدین اور فراعین بھی شک کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ارباب دلیل کے سامنے خاضع وخاشع رہنا ہی پڑتا ہے۔عوامی ریلے کے غضب میں محصور ومجبوس ومعتوب ایک بے سروسامان انسان کی کیا مجال ہے لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ کیا امام زمانہ کے بارے میں بھی شک کرتے ہو مجھے صرف پیشگی متہم کرنے کا ایک تیر تھا۔

مجھے پیشگی متہم کرنے کا یہ سلسلہ عرصے سے جاری تھا اسی سلسلہ کی ایک کڑی انکار امام مہدی ہے۔ہم ایک طویل عرصہ سے بڑے اہتمام کے ساتھ امام مہدی کے میلاد کے موقع پر جشن مناتے آئے ہیں۔ان کے نام سے کتابچے چھاپے ان کے نام سے ان کے ظہور کیلئے دعاؤں کی کتاب چھاپی اور اُسے رواج دیا۔ابھی تک ہماری طرف سے امام مہدی کے بارے میں انکار کے حوالے سے کوئی لفظ ذہن وزبان سے نہیں نکلا تھا۔تا ہم امام زمانے کے وجود ظہور کیلئے ہونے والی تیاریوں میں ہماری کوتاہی کو دیکھ کر میرے ایک دوست قدیم جناب محترم ڈاکٹر حسن خان نے مجھے اپنے خط میں لکھا تھا اس وقت دنیا میں لوگ امام زمانہ کے ظہور کیلئے تیاریوں میں سرگرم ہیں۔ہوٹل بک ہو رہے ہیں لیکن بلتستان کے علماء بالکل خاموش ہاتھ پر ہاتھ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔اس سلسلے میں آپ بھی کوتاہی برت رہے ہیں۔جناب ڈاکٹر حسن خان کو اس حوالے سے ایک فلم دیکھنے کے بعد بے تابی و بے قراری پیدا ہوئی تھی۔ہم نے انہیں جواب میں لکھا تھا امام کی غیبت کے دور میں یا آمد کی تیاری میں ہماری کوئی ذمہ داری نہیں بلکہ ہماری ذمہ داری اسلامی اصول وفروع کی پاسداری کرنا ہے تو انہوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ فلاں امام مہدی کو نہیں مانتے۔دوسرا ریلا تو ایک عرصے سے فقیہ اسلام آبادی کی ہدایت پر جاری تھا جنہوں نے ہمیں اسلام شناسی ودین شناسی کے دروس کیلئے یرغمال بنایا ہوا تھا بیس سال کے بعد انہوں نے ہماری کتاب 'شکووں کے جواب' پڑھنے کے بعد نظریہ منصوصیت سے انکار دیکھ کر اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کہا پھر تو امام زمانہ بھی نہیں رہے وہ امام زمانہ کے بھی منکر ہیں۔یہاں سے ہماری کتابوں کو پڑھنے اور ہم سے

مزید سوال واستفسار کرنے میں انہوں نے مشرکین کی سنت کو اپنایا اور کہا
﴿ وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا ﴾ ﴿ اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے ﴾ (فصلت ۵)

اور میرے دیگرافکار ونظریات اور عقائد کے جواب دینے سے قاصر و عاجز ہونے کے بعد انہوں نے عوامی جذبات کو ابھارنے اور میرے خلاف اُکسانے کیلئے ازخود تحریک چلائی۔ بعض دیگر احباب جنھوں نے دیارا سلام ومسلمین کو چھوڑ کر دیارکفر والحاد کی طرف رخت سفر باندھا ہے ان کے خیال میں یہ حضرات وہاں جا کر یہاں کی خرافات کو انگریزی زبان میں جدید بنا کر کے پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ہمارے ایک پرانے تنظیمی دوست جناب فیاض مہدی صاحب اور دیگر برادران چہرہ ایمانی رکھنے والے چاہے بوڑھے ہوں یا نوجوان یہاں سے یہ کہہ کر رخت ہجرت بہ بلاد کفر کیا تا کہ وہاں آزادی سے سینہ کوبی کرسکیں آج کل وہ یورپ میں ہوتے ہیں۔ فیاض مہدی صاحب بروز ہفتہ ۷ا رجب المرجب ۱۴۳۰ھ کو زوال سے پہلے فون کر کے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ وہ اپنے ذہن میں ہمارے بارے میں کچھ سوالات ترتیب دے کر آئے معلوم نہیں انہوں نے ہماری گفتگو اپنے پاس ریکارڈ یا ضبط کی یا نہیں۔ غرض آپ کے سوالات یہ تھے۔

ا۔ لوگوں نے یا آیت اللہ سرکار (فقیہ سرگودھا) نے آپ کو شیعیت سے خارج کیا ہے یا آپ خود خارج ہو گئے ہیں (یعنی سنی ہو گے ہیں) یا ابھی بھی آپ شیعہ ہیں؟

۲۔ انقلاب اسلامی ایران اور رہبر کے بارے میں آپ کے تصورات کیا ہیں کیونکہ ہم نے منفی تاثرات سنے ہیں؟ حزب اللہ لبنان جو کہ حزب ہے کم ازکم ان دونوں پر ایمان ان کے دین کا اثاثہ ہے خاص کر حزب اللہ جو ایک حزب اختلاطی از دروز مسحیت وکمیونسٹ ہے کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں۔

۳۔ امام مہدی کے بارے میں آپ کے کیا عقائد ہیں؟ لیکن شاید فصلنامہ عدالت پڑھنے کے بعد ان کا ہم سے رابطہ کٹ گیا ہے۔
امام مہدی کے وجود وظہور کے بارے میں ہم سے نالاں ہمارے چھوٹے داماد جناب آغائے علی عباس رضوی صاحب اور ہمارے عزیز جناب آغائے سجاد نے ہمارے چھوٹے بیٹے مہدی سے کہا: آپ کے بابا امام زمان کو بھی نہیں مانتے۔ پھر فرمایا اگر امام زمانہ کے وجود کے بارے میں شک کی بات کریں گے تو ہم ماریں گے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ قم میں قیام پذیر شخصیات چاہے فاضل وارشد ہوں یا تیسرے چوتھے درجے کے طلاب ہوں انہیں امور دینی خاص کر اعتقاد میں دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی چونکہ ان کی لاٹھی ہزاروں دلائل کی جگہ لیتی ہے اس کے ہوتے ہوئے وہ دلائل استعمال کرنا وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ خاص کر وہ امام مہدی کے بارے میں شکوک وشبہات کیسے برداشت کرسکتے ہیں ان کے لقمہ حیات، پینے کے پانی، سونگھنے کی ہوا تک کی قیمت امام مہدی کے نام سے وصول ہوتی ہے۔

بعض احباب نے بالواسطہ کہا ہم نے سنا ہے آپ امام زمانہ کو نہیں مانتے۔ ہمارے دوست جناب بابر اور عرفان صاحبان کے فرقہ دروس کے ساتھی کہتے ہیں ہم آج کل امام مہدی کے موضوع پر درس کرتے ہیں جنہیں آپ لوگ نہیں مانتے۔ گویا ان کے پاس وجود امام زمانہ کے بارے میں اتنے فتاویٰ، فقہا، اشعار اور شعراء کے ہوتے ہوئے اس کا انکار کرنا روز روشن کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن ہم نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم میں ایسے دلائل صرف وجود باری تعالیٰ کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔

یہ اعتراض کرنے والے اپنی جگہ مذہب چور اور ڈاکہ زن ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یوں استفسار کرتے کہ آپ کیوں امام مہدی کی آمد اوران کے وجود کے منکر ہو گئے جبکہ آپ ہی نے اس ملک میں دعائے ندبہ کورواج دیا تھا۔آپ اپنے گھر میں امام مہدی کی ولادت کا دن مناتے تھے اپنے خطابات میں امام مہدی کا نام تجلیل وتعظیم سے لیتے تھے۔آپ نے اپنی کتاب افق گفتگو میں قیادت فقہا کو امام زمانہ سے ملایا تھا نوابان اربعہ کا ذکر کیا تھا اور غیبت امام زمانہ کے بارے میں ہمارے اوپر کیا ذمہ داریاں ہیں یا نہیں کے بارے میں صفحات لکھے تھے۔لیکن اب آپ سرے سے ان کا انکار کرنے لگے ہیں کیا آپ کا یہ عمل دوسروں کیلئے تشویش اور شکوک وشبہات کا سبب نہیں بنے گا؟ کیا آپ کے بارے میں شکوک وشبہات کرنے میں لوگ حق بہ جانب نہیں ہیں؟ ایسے سوال واستفسار کرنے والوں کا ہم کھلے سینے اور کھلے چہرے سے استقبال کریں گے اور انہیں حقائق سے آشنا وآگاہ کریں گے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

قارئیم ہم سولہ، سترہ سال کی عمر میں نجف پہنچے پھر شہر سرمن راء گئے اور وہاں امام زمانہ کی جائے غیبت سرداب میں زیارات اور دعائیں پڑھیں۔پھر ایک سال سامراء میں قیام کیا وہاں ہفتہ میں ایک دن سرداب میں جاکر زیارات اور دعائیں پڑھتے تھے۔اور جب اپنے ملک واپس پلٹے تو اہل محلّہ کے ساتھ پندرہ شعبان کو میلاد امام زمانہ مناتے تھے گویا وہ دن عید کا دن ہوتا تھا۔اس دن نئے کپڑے پہنتے یہاں تک پہاڑ کے دامن میں جاکر چراغاں بھی کیا۔

پھر جب ایران گئے تو مسجد جمکران میں جاکر دعائیں پڑھیں زیارات کی نمازیں پڑھیں ہمیں ایک ایرانی بھائی نے کہا ایران میں انقلاب دعائے ندبہ کی وجہ سے آیا ہے، جس پر ہم نے دعائے ندبہ چھاپی اور جگہ جگہ دعائے ندبہ کی محفل کا انعقاد کیا، بہت گریہ وزاری کی اور اپنی مشکلات ومصیبتوں کیلئے ان کو واسطہ قرار دیا، ان کے جلد ظہور کیلئے دعائیں کیں اور گڑ گڑائے کہ یہ معاشرہ ظلم وفساد سے بھر چکا ہے۔اے اللہ !وقت کے حکمران ظالم اور منافق ہیں ہر طرف ظلم واستحصال ہو رہا ہے امام زمانہ کا جلد ظہور فرمائیں۔اے امام آپ جلد تشریف لا کر دنیا کو عدل و انصاف سے پر کریں لیکن ہم نے اپنی ان دعاؤں کو الٹ ہوتے دیکھا۔ہم نے اللہ سے امام کے جلد ظہور کی دعائیں کیں لیکن اس کی جگہ ہم نے سوشیلزم کے بانی بقول فو کر کفر والحاد کے پیغمبر کو دیکھا۔ہم دعا کرتے تھے امام زمانہ ظالمین کا خاتمہ کریں اور کیمونسٹوں کو نابود کریں لیکن ہمارے علاقہ کے جید علماء حضرات اور مؤمنین ان ظالمین کی حکومت کے دوام وبقاء کیلئے دعائیں اور نذر ونیاز کرتے تھے۔ان کی دعا سے دین کا مسخرہ کرنے والے، شریعت کو تعطیل کرنے اور توہین قرآن ورسالت کرنے والوں کو یک بعد دیگر اقتدار میں آتے دیکھا یہاں تک کہ قرآن اور محمدؐ کی توہین کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتے دیکھا۔

ہم نے امام زمانہ کے وجود پر وارد شکوک وشبہات کا جواب دینے کیلئے جب کتابوں کو ذخیرہ کیا اور جن ہستیوں پر اعتماد کرتے تھے ان کی کتابیں پڑھیں جیسے شہید باقر الصدر وشہید مرتضی مطہری اور (مرحوم) آیت اللہ فضل اللہ ان کی اس موضوع پر کتب کا مطالعہ کیا۔پھر آیت اللہ بہجت کا ظہور رہوا انہوں نے آپ کی آمد کے بارے میں بشارتیں دیں تو شکوک وشبہات پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ان کتابوں کا نئے سرے سے بغور مطالعہ کیا لیکن حیرت ہوئی کہ جو حضرات دلیل واستدلال اور عقل ومنطق کی بات کرتے تھے وہ جب امام زمانہ کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اپنی اس روش سے پہلو تہی کرتے ہیں غرض امام زمانہ کا وجود بھی مسائل فقہی میں شامل ہو گیا ہے اب اس پر فتویٰ احوط لگنے لگے جنہوں نے

ہمارے اس عقیدہ کو شک متزلزل میں تبدیل کردیا۔

قارئین ہم مرجع وقت کو امام زمانہ کا نمائندہ سمجھتے تھے کہ غیبت امام زمانہ میں وہ امام کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہیں ہم نے اپنا پورا وجود ان کیلئے آنکھ کان بنا رکھا تھا لیکن ہماری آنکھ نے ان میں دنیا داری ہی دیکھی ہمیں امام غائب کے کوئی آثار و نشانی ان میں نظر نہیں آئی۔ بلکہ ہمیں ان میں مندرجہ ذیل سرگرمیاں دکھائی دیں ملاحظہ کیجئے:

ا۔آپ کے نائبین خاصہ اور عامہ قرآن و سنت نبی کریمؐ سے متصادم فتاویٰ دینے کے صلے میں خمس کے نام سے جو مال جمع کرتے ہیں اُس میں سیکولر حکمرانوں کے وزراء سے بدتر خرد برد اور کرپشن کرتے ہیں جس نے آپ کے اصل وجود کو مشکوک بنایا ہے۔ جس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ان کے وکلا جو نائب امام کی یہاں نمائندگی کرتے ہیں وہ مندرجہ ذیل امور میں سرگرم ہیں۔

۱)۔سیاسی الحادی لوگوں کی حمایت اور اسلام اور مسلمین کی بالادستی کی مخالفت اور مزاحمت انتہائی شدت کے ساتھ کرتے ہیں۔

۲)۔نظام اسلام کے قیام کے خلاف اپنی تقاریر میں طنزیہ انداز میں اسلام میں حکومت اسلامیہ کی کوششوں کی بھرپور مزاحمت کرتے ہوئے اسے ناممکن قرار دیا ہے۔

۲۔کہتے ہیں پوری ملت کو متحد کریں گے تاکہ ایک حکومت عالمی کیلئے زمین سازگار ہو جبکہ فقہاو مجتہدین ملت کو اپنی تقلید کی طرف دعوت دے کر مزید منتشر کرتے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ فضل اللہ علیہ الرحمہ نے فرمایا تقلید بھی ایک فرقہ کی شکل اختیار کرنے لگی ہے۔ یہ ایک دوسرے کو یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دینے لگے اور انہوں نے ایک دوسرے کو گمراہ اور ضال کہا۔ چنانچہ خود فضل اللہ خود ان کے تیر مانند فتاویٰ کا نشانہ بنے اور یہ حضرات اپنے ملک میں حکومت اسلامی کے خلاف ہیں بلکہ یہ حضرات عملی طور پر حکومت واحدہ عالمی کے قیام کے بھی خلاف ہیں چنانچہ آقائے وحید خراسانی جو آئندہ مرجعیت کے داعی بنے ہوئے ہیں وہ حکومت اسلامی کے سرے سے منکر ہیں۔ فرماتے ہیں ہمارے ہاں حکومت الٰہی کا تصور ہی نہیں ہے۔ آپ حضرات اس وقت نائب امام زمان نہیں بلکہ روئے زمین پر خود حجت مستقل بنے ہوئے ہیں احکام شریعت کیلئے قال اللہ قال رسول اللہ یا قال امام تک کہنے کی ضرورت ختم ہوگئی ہے اور اب صرف قال الفقہاء رہ گیا ہے۔

۳۔قرآن و سنت مدارس کے نصاب میں شامل نہیں حد یہ ہے کہ مدارس میں توحید و نبوت کے موضوع پر درس نہیں ہوتا۔

۴۔ہمارے مراجع عظام خود کو نائب امام زمان کے طور پر پیش کرتے ہیں اور جو خمس اور حقوق لوگوں سے لیتے ہیں اس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ خمس وہاں خرچ کیا جاسکتا ہے جہاں امام زمانہ کی خوشنودی یقینی ہو۔ آیئے اس تعریف کے پیش نظر دیکھتے ہیں کہ خمس کے نام سے مال امام کہاں کہاں خرچ ہوا ہے۔ اس سے خود ان کی اولاد، دامادوں، وکلاء اور مروجین نے اپنے لئے بے تحاشا دولت بنائی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام زمان صرف ان کے بیٹوں، دامادوں وکلاء و مروجین کی عیش و نوش پر راضی ہوتے ہیں؟ جبکہ دوسرے بے بس و مجبور غریب و نادار پسے ہوئے ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرنے پر اتنا خوش نہیں ہوتے؟

۵۔مجتہدین یقینی طور پر کہتے ہیں علوم اسلامی کی درسگاہوں میں خمس کا خرچ کرنا سب سے بہتر مصرف ہے جس میں خوشنودی و

رضایت امام یقینی ہے لیکن ہم نے ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد بھی حوزات ومدارس کو دیکھا تو یہاں قرآن وسنت، عقائد اخلاق اسلامی اور تاریخ اسلام کو نصاب درس میں شامل کرنے پر سخت پابندی ہے اور اکثر کا اصرار ہے کہ اسے نصاب میں شامل نہ کریں۔ اس پر شک ہوا کیا امام زمانہ یہاں قرآن وسنت کے درس رکھنے پر ناراض ہوں گے اگر ایسا ہے تو یہ کیسے امام ہونگے جو قرآن وسنت کی تدریس پر راضی نہ ہوں۔ کہتے ہیں خمس کی رقم علوم اسلامی کے فروغ واشاعت کیلئے خرچ کریں لیکن حالیہ چند سالوں میں خمس کی تمام رقم جدید علوم، غیروں کی زبان وعقائد فاسدہ اور بود وباش مغرب سیکھنے میں صرف ہوئی ہے۔ کیا صرف ونحو، منطق وفلسفہ اصول فقہ علوم اسلامی ہیں؟ کیا قرآن وسنت علوم اسلامی میں شامل نہیں۔ حوزات ومدارس دینی کے نصاب میں قرآن وسنت شامل کرنے سے گریز کرتے ہیں جس سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ وہ روایات جو یہاں کے غلو کے مروجین نقل کرتے ہیں کہ اصل قرآن امام زمانہ لائیں گے وہ ان غلط روایات کو صحیح سمجھتے ہیں اور وہ اس نقلی وخیالی قرآن کی تدریس کرنے کے منتظر ہیں گویا امام زمان اس قرآن کی تدریس پر راضی نہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے محمدؐ پر نازل فرمایا۔

۶۔ زیادہ تر مال امام اپنے خاندان کیلئے اکٹھا کریں تا کہ یہ مال اپنے مرنے کے بعد خاندان والوں کے کام آئے اور اپنے لئے حاشیہ بردار اور دفاع کنندہ بنائیں تا کہ وہ مخالفین کو کچل سکیں۔

۷۔ دین سے زیادہ اپنی مرجعیت کی تبلیغ کریں اور طلباء اور علماء کو عیش وعشرت میں رکھیں تا کہ وہ اس جگہ کو نہ چھوڑیں۔

۸۔ مرتے وقت باقی ماندہ سے کوئی ٹرسٹ بنا دیں یا بیرون ملک منتقل کریں یا اپنے خاندان سے کسی کی وراثت کا اعلان کریں۔

۹۔ مال امام سے ترویج دین کی بجائے رفاہ عامہ کے لئے این جی اوز کے کام میں ہاتھ بٹائیں چنانچہ ہسپتال، مروجہ اسکول، امام بارگاہ اور قبرستان تعمیر کئے جا رہے ہیں مزید برآں احیائے شعائر کے نام سے گھوڑوں جھنڈوں اور جعلی ضریحوں کو زیادہ فروغ دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کے ہراول دستہ کو دین وشریعت کی ترویج سے زیادہ خرافات کی ترویج کرتے ہوئے واضح واشگاف الفاظ میں کہتے ہوئے سنا ہے کہ انہی خرافاتوں اور فرسودہ رسومات سے ہمارا مذہب زندہ ہے۔ ان کا کہنا ہے ہم نے دلائل نہیں دیکھنے، بلکہ ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے مخالف اور ہمارے دشمن کس چیز سے چڑتے ہیں۔ اسی طرح انہیں امام زمانہ کے نام سے خرافاتی کاموں سے زیادہ لگاؤ ہے اور وہ ان خرافات کی مخالفت کرنے والوں کے روزگار کو تنگ کرنے میں سرگرم ہیں۔

۱۰۔ حکمران مرجعیت کے شہر میں ناجائز جنسی تعلقات کیلئے ملاقات کی جگہ بنائی گئی۔ کیا امام اس فعل سے راحت پاتے ہیں؟

۱۱۔ بعض جلسہ گاہوں میں خالی کرسی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں یہاں امام زمانہ صدارت کرینگے جہاں جہاں دھاندلی اور کرپشن کھلے عام ہو، وہاں کے سرپرست امام زمان کہلاتے ہیں۔ اسی طرح بغیر کسی سند کے امام زمانہ سے منسوب نام نہاد محترم ومقدس جگہیں بنائی گئی ہیں۔

۱۲۔ شعائر دین میں ایک شہادت امام حسینؑ ہے جنہوں نے احیائے دین کیلئے قیام کیا لیکن یہاں امام حسینؑ کی جگہ زوجات مطلقہ کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ تابوت، جھولے، علم، گھوڑے، زنجیر زنی اور آگ پر ماتم یہ سب ان کے نزدیک شعائر حسینی ہیں جبکہ یہ اہداف قیام امام حسینؑ کو پیچھے کرتے ہیں۔ یہاں شک پیدا ہوتا ہے کہ قیام بیوہ جات واطفال نے کیا ہے یا امام حسینؑ نے، کیا امام زمان ان حرکتوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں؟۔

۱۳۔بہت سے لوگوں نے امام زمانہ کی آمد کی خوشخبری دی اور کہا۲۔۳ سال تک صبر کریں جیسے آغائے بہلول بشارت دیتے تھےلیکن وہ خود گزر گئے اورامام زمانہ ظاہر نہیں ہوئے۔پھر آغائے بہجت آئے وہ بھی گزر گئے ان کی بشارت کا پتہ نہیں کیا ہوا ابھی ہمارے آغائے زیدی نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور کہا ہے اب دیر نہیں ہوگی۔لامحالہ ان خبروں سے شک پیدا ہوتا ہے کہ ان خبروں میں کوئی صداقت ہے یا نہیں۔

۱۴۔پاکستان میں امام زمانہ کے نام سے سینکڑوں لڑکیوں پر خمس لگا کر شہرلیہ میں قباح خانہ بنایا گیا ہے۔اس کے بارے میں کسی بھی نمائندہ امام نے اظہار ناراضگی تک بھی اپنے قلم وزبان سے نہیں کیا۔شاید اس کی درآمد سے انہیں خمس بھیجا جاتا ہوگا۔

ہمارا شک دوسری قسم کا ہے کیونکہ ہم اصل وجود کے بارے میں مطمئن تھے اسی لیے ہم نے ان کے ظہور کیلئے بہت دعائیں کیں اور بہت روئے لیکن ان کے بارے میں ان کے معتقدین کی حرکات وسکنات کو دیکھ کر خود بخود تشکیک پیدا ہونے لگی بطور مثال اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ایک سلسلہ یہ چلا کہ اس وقت مؤمنین امام زمانہ کی سلامتی کیلئے دعا کریں اور صدقات دیں۔اس سے ذہن میں شک پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں امام زمانہ کسی ظالم وجابر کے ہاں اغواء ہیں جو انہیں چھوڑ نہیں رہا لہٰذا ان کے ماننے والے ان کی سلامتی کیلئے دعا کرتے ہیں اور صدقات دے رہے ہیں۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو شخص خود اپنا بچاؤ نہیں کرسکتا وہ دوسروں کیلئے کیسے نجات کا باعث بنے گا۔غرض ایسی حرکات وسکنات جو ان کے معتقدین کرتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے ایک ایسے امام کے وجود پر اعتقاد قائم رکھنا مشکل ہے۔یہاں سے شک جنم لیتا ہے آیا کوئی ایسی ہستی موجود بھی ہے یا نہیں یا ہمیں بعض لوگوں اور گروہوں کے مفادات کی خاطر دھوکے میں رکھا گیا ہے۔یہاں شک یقین میں بدل جاتا ہے کہ اصلاً امام ہے ہی نہیں کیونکہ اگر ہوتا تو ان کے معتقدین کی بود وباش اور گفتگو سے ظاہر ہوتا۔دوسرے یہ وہ امام نہیں جو کائنات کی تقدیر بدل دیں گے بلکہ یہ تو خود بیمار ومحبوس بلکہ کسی کے ہاتھ میں یرغمال ہے۔اگر کوئی ایسا امام ہوتا تو اس کے نام لیوا اس دور میں قرآن وسنتِ پیغمبرؐ پر عمل کرنے میں دوسروں سے بہت بہتر ہوتے جبکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

۲۔امام زمانہ کے بارے میں لکھی ہزاروں کتب ومجلّات اور مقالات ان کے موجود ہونے کو ماننے کے لیے کافی نہیں ہیں۔عصر حاضر کے نوابغ علماء ومحققین نے ان کی ولادت ہونے اور تمام شرائط وصفات کے حامل ہونے اور امام حسن عسکریؑ یا خواص اصحاب کے حضور میں آپ کی امامت کا اعلان ہونے کے بارے میں دلائل پیش کرنے سے گریز کرتے ہوئے صرف استبعاد اور رفع اعتراضات کے جوابات پر اکتفاء کیا ہے۔

۳۔ہم چونکہ طالب حق وحقیقت ہیں ہم تنہا دلیل کے سامنے خاضع ہوتے ہیں۔مفروضات،احتمالات وبلاسند اجماع اور ضروریات مذہب ہمیں قانع نہیں کرسکتے۔لہٰذا ہم نے ارادہ کیا کہ ان تمام زاویوں کے بارے میں کمال اطمینان وسکون سے وارد ہو جائیں ہم کبھی بھی فریق مخالف کی مخالفت کو تنہا دلیل تسلیم نہیں کرتے ہیں ہم مشہورات مفروضات سے سہارا نہیں لیتے ہیں۔ہم دین کو ادیان فاسدہ کے نظریات سے استثنا نہیں کرتے ہیں۔

۴۔تمام اقوام ملل ونحل وادیان امام مہدی کا عقیدہ رکھتے ہیں لہٰذا ہمیں بھی امام مہدی کی آمد کے بارے میں اعتقاد رکھنا ضروری

ہے۔ہم اس بے سندبات کو کیسے قبول کریں، کیونکہ کسی عقیدے یا عمل کے بارے میں اکثرت کی حمایت اس عقیدے یا عمل کے صحیح ہونے کا ثبوت یا دلیل نہیں بن سکتی۔

۵۔امام مہدی کی آمد کے بارے میں علائم اور نشانیاں ذکر ہوئی ہیں لیکن ہم خود ساختہ تواتر معنوی کو نہیں مانتے ہیں۔

۶۔تاریخ اسلام میں مہدیوں اور مھدون دونوں کے صفحات سیاہ ملتے ہیں۔

۷۔امام مہدی کے بارے میں مصادر جدید وقدیم، علماء و محققین، کتب شناس اور مؤلف شناسوں کے نزدیک مھدیوں کی عام مسلمانوں سے عداوت ونفرت، کفروشرک اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ نرم گوشہ رکھنے اور دین کا مسخرہ کرنے والوں کی حمایت نے ہمارے شکوک وشبہات کومزید تقویت بخشی ہے۔واہ کینٹ سے داصلہ خط میں لکھا گیا تھا کہ ''آپ کو چاہیے پہلے مسائل کو غور سے پڑھیں، چھان بین کریں، ان پر تحقیق کریں اور پھر آخری نتیجہ جو سامنے آئے اسے ضبط تحریر میں لائیں اور قارئین کو پریشان نہ کریں۔آپ کا یہ عمل افراط وتفریط اور انتشار پھیلانے کا سبب بن رہا ہے۔قارئین آپ کی کس بات کو لیں پہلے کتابوں میں جو لکھا ہے یا جو ابھی لکھا ہے''۔یہ اعتراضات فریق مخالف کو دبانے کیلئے تو ہوسکتے ہیں لیکن حقیقت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے کیونکہ انسان ماں کے شکم سے مجتہد و محقق پیدا نہیں ہوتا۔ہم دعویٰ نبوت نہیں کررہے۔معاشرے کے دیگر افراد سرکاری اور مغربی درسگاہوں کے پڑھے لکھے سائنسی دانشور ہونے کے باوجود فرسودہ اور خود ساختہ عقائد ورسومات کو دین سمجھ کر ان پر عمل کرتے ہوئے خرافات پرستی کرتے ہیں۔امور دنیاوی میں جو کچھ مغرب میں ہوتا ہے اسے صحیح قرار دے کر اس کی تقلید کرتے ہیں لیکن قرآن وسنت کی عملاً مخالفت کرنے اور اسلام و مسلمین کو تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچانے والے ان دانشوروں کی مخالفت نہیں کی جاتی اور نہ ہی انہیں تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ہم نے بھی انہی مدارس وحوزات میں پڑھا ہے جہاں دین کے نام سے علوم عربیۂ علم اصول اور منطق پڑھایا جاتا تھا باقی دین جو کچھ ایران میں چشم مبین یا ذرائع سے دیکھا اسے ہی اصل دین سمجھتے تھے۔لیکن جب دنیاوی درسگاہوں میں پڑھنے والوں نے ہمیں دقیانوسی ثابت کرنے کیلئے ہم پر کیوں اور کس لئے کی بارش برسائی تو ہم نے اس موضوع پر دستیاب تمام کتب کا گہرا مطالعہ شروع کیا۔

اگر امام مہدی کے بارے میں واضح و روشن اور محکم آیات موجود ہوں تو ہم آپ کے وجود کو کیوں نہ مانیں گے لیکن روایات مرسل، مقطوع اور متروک و مردود ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔عقلاء نے صرف تواتر لفظی کو حجت کہا ہے جبکہ تواتر معنوی حدیث سازوں کی اختراع اور جعلیات میں سے ایک ہے۔

ا۔کتب کثیر میں جمع مرسلات، مردودات اور مقطوعات کو حدیث سازوں نے تواتر معنوی کے نام سے پیش کیا ہے جو کہ ہمارے لیے حجت نہیں ہے۔

۲۔متن کے حوالے سے اس روایت میں فرمایا ہے کہ زمین ظلم و جور سے پُر ہونے کے بعد عدل سے پُر ہوجائے گی اس متن کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔آخر سے مراد کون سا آخر ہے؟ زمانہ معین نہیں کیا ہے۔ایک علاقے کیلئے یا کرہ ارضی کیلئے؟

۴۔۱۰۰۰سال یا بیس سال کے بعد ہے کب ہے؟ یہ کسی روایت میں نہیں کہ پیغمبر کی رحلت کے اتنے سال گزرنے کے بعد یہ خوشخبری تحقق پذیر یا شرمندہ تعبیر ہوگی۔۱۴۰۰سال گزر گئے اور اب تو پندرہویں صدی کے بھی ۳۲ سال گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک امام مہدی کے آنے کی کوئی معمولی سی نشانی بھی نظر نہیں آئی اور دنیا مزید کتنے سال باقی رہے گی یہ بھی معلوم نہیں۔یہ شاید اس صورت میں ممکن ہو جو کہ یہود نے دنیا کی عمر بتائی ہے اس کے مطابق انکے اپنے بنائے ہوئے مہدی کا ظہور ہو جائے۔

۵۔بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر دنیا کے خاتمے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو ہم مہدی کو ظاہر کریں گے اب ایک دن میں اس زمین کو عدل سے پر کرنے میں کیا نتیجہ اخذ کریں گے۔اس سے کون خوش ہوگا اس سے امام زمانہ خود خوش ہوں گے یا خود اللہ خوش ہوگا یا یہ بات حقیقت سے خالی اور فاسد ہے۔کیونکہ اُس وقت تک کثیر خلائق طول تاریخ میں ظلم کی چکیوں میں پستے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگئی ہوں گی بتائیں انہیں امام مہدی کے انتظار اور اس ظہور کا کیا فائدہ ہوگا۔

۶۔ظلم کے حوالے سے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کے ختم ہونے کے بعد عدل قائم ہوگا۔قرآن کریم کی کثیر آیات میں اسباب وعلل ظلم کو خود انسان کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ انسان خود جاہل ناقص اور ظالم خلق ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عدل قائم ہونے کیلئے انسان کی انسانیت میں تبدیلی آجائے گی جب کسی انسان کی انسانیت میں تبدیلی آنے سے اس انسان کو فائدہ نہیں ہوا بلکہ کسی اور انسان کو ہوا ہے تو تجربہ کے حوالے سے رہبر کا بھی دوسرا رہبر ہونا چاہیے۔

۷۔قرآن کریم جو کتاب جاوید ہے اس میں انسان کے بارے میں آیا ہے کہ ادیان و مذاہب کے مختلف ہونے کی وجہ سے انسانوں کے درمیان عداوت و دشمنی قیام قیامت تک باقی رہے گی جب یہ دشمنی قیامت تک باقی رہنی ہے تو ظلم بھی ساتھ ہوگا اور جب ظلم ساتھ ہوگا تو عدل سے پُر ہونے کا تصور غلط ہوگا۔

بشریت اس خبر پر کس حد تک اعتماد و بھروسہ کر سکتی ہے خاص کر کے جہاں مضامین خبر غیر عادی، غیر معقول اور پیچیدہ و معما ہوں۔ان کی آمد کی خبریں دیگر اخبار کی مانند تحقیق طلب ہیں۔اس خبر کی صحت اور اس پر اعتماد و بھروسہ کرنے کی کیا منطق ہے اور اس کی کیا سند ہے۔اس سلسلے میں اس فکر کے حامل و حامی علماء و مفکرین اور نوابغ نے اصل سند متن پر بحث و تحقیق کرنے کی بجائے اس میں فلسفہ سازی اور فلسفہ تراشیاں کی ہیں۔

چنانچہ ہم نے ان کی طرف سے اقامہ دلیل و براہین کی بجائے گالی گلوچ اور دھمکی سے مقابلے بالمثل کی عادت و روایت کو دیکھتے ہوئے صحیح جواب دہی کیلئے اپنے پاس موجود امام مہدی سے متعلق کثیرہ ذخائر کتب و مجلّات کا مطالعہ کرنا شروع کیا تا کہ محکم دلائل سے اس بارے میں مثبت و منفی کردار کا دندان شکن جواب دینے کیلئے خود کو ذہنی و فکری اور عملی طور پر آمادہ کیا جائے۔اگر میرے مخالفین نعرہ بازی کے مظاہرے اور گالی گلوچ کے سازشی طریقے سے مجھے گرانے کی کوشش کریں گے تو اس کیلئے میں کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے اپنے خاتمے کیلئے تسلیم ہو کر انجام اپنے خالق پر چھوڑ دوں۔چونکہ عوامی ریلے کے مقابلے میں کوئی بھی استقامت نہیں دکھا سکتا۔علیؑ امیر المومنین کو اپنے لشکر کے نعرہ بازوں کے سامنے بے بس ہو کر معاویہ اور عمر عاص کے سازشی حیلے کو بادل ناخواستہ تسلیم کرنا پڑا۔اسی عوامی و نفاقی اور سازشی گروہ کے نعروں کی بوچھاڑ میں

امام حسنؑ کو خلافت سے معزول ہونا پڑا۔اسی عوامی طاقت وقدرت نمائی اور دھمکی ودغابازی کے مقابلے میں خود امام حسینؑ کو اپنے عزیز اصحاب کے ہمراہ شہادت کیلئے تسلیم ہونا پڑا۔اصحاب پیغمبرؐ خلفائے راشدینؓ کے نام کو احترام وتعظیم سے لینے اور ان پر سبّ وشتم سے انکار کرنے پر زید بن علی کے بارہ ہزار لشکر نے آپ کو دشمن کے مقابلے میں تن تنہا چھوڑا یہاں تک کہ آپ تن وتنہا محدود لشکر کے ساتھ لڑے اور آخر میں شہادت کے بعد سولی پر چڑھنا پڑا۔عوام اور ان کے شیطان صفت خواص کی سازشوں اور خیانتوں سے تاریخ کے صفحات پُر ہیں۔انہوں نے ہمیشہ عقل منطق اور شریعت کو کنارے پر لگایا ہے۔ہمارے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے خلفائے اسلام پر سبّ وشتم کی مخالفت ومزاحمت کرنے پر ہمیں دشمن زہراؑ کہا گیا۔یاعلی مدد نہ کہنے پر ہمارا دشمن اہل بیتؑ کے نام سے تعارف کروایا گیا۔

آپ اپنے خرافات وفرسودات کو تسلیم کرانے کے لیے جلسہ اور کانفرنس منعقد کر کے قرارداد مذمت پیش کریں یا مظاہرہ کر کے عوام الناس کی املاک کو تہس نہس کریں، جلاؤ گھیراؤ کریں یا بھوک ہڑتال کریں یا علماء اعلام کے مؤثر نسخے پر عمل کر کے اجتماعی واقتصادی محاصرے میں محصور کریں ہمارا روزگار تنگ کریں یا مشرکین کی سیرت وسنت پر عمل کر کے کانوں میں کپاس بھریں یا ہمارے دوست صمیمی کے خیال کے مطابق آغا صاحب کی کتابوں نے نسل جوان کے اذہان کو مشکوک کیا ہے یہ کتابیں یہاں نہ بھیجیں یا جناب محترم آغا سید محمد طہ کے خطبہ جمعہ کے نصائح کے تحت اپنے بچوں کو تعلیم کیلئے کراچی نہ بھیجیں کیونکہ سکردو اور پنجاب میں عقائد کو چھیڑ چھاڑ کئے بغیر تعلیم دی جاتی ہے لیکن ہم فریق مخالف کو مسترد کرنے کی بجائے اپنے عقائد ونظریات پر نظر ثانی کریں گے اور اپنے آپ کو اس بے بسی کے عالم میں تسلیم للہ کر کے حالات کا مقابلہ کریں گے کیونکہ غور کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے۔انسان جب مجبور ہو جاتا ہے تو قاتل کی تلوار کو ہاتھ سے بھی روکتا ہے۔

یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں یہاں سے جلد یا بدیر سب کو گزرنا ہے لیکن انسان کی جان دین سے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ہم نے اس سلسلے میں مصادر اولی اور مصادر ثانوی کا مطالعہ کیا ہم اس مطالعے کے نتائج کو تحریر میں لا کر بچے کھچے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔اب قارئین کی مرضی ہے وہ جو کچھ کرنا اور کہنا چاہیں کہہ سکتے ہیں۔امتِ مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کی طرف جانے سے روکنے والوں کا کہنا ہے ایک ہدایت ونجات کنندہ آئے گا جو اس انسانیت کو بدبختی اور گمراہیوں سے نکالے گا۔ایسی توقع اور امید رکھنے کی کیا منطق ہو سکتی ہے جبکہ پیغمبر اسلامؐ جیسی ہستی ہماری ہدایت کے لئے ہی آئی تھی جو ہماری ہدایت کے لئے قرآن جس میں باطل کسی بھی سمت سے داخل نہیں ہو سکتا اور اپنی سنت جس پر عمل پیرا ہونے کا اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں حکم دیا ہے چھوڑ گئے (نساء ۵۹) کیا پیغمبر اکرمؐ سے بہتر کوئی اور ہستی اور قرآن سے بہتر کوئی اور کتاب آ سکتی ہے جو امت کی ہدایت ونجات کا باعث بنے؟ قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے ظلم وگمراہی سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی ہستی کے آنے کا انتظار کیا معنی رکھتا ہے؟ سوائے اسکے کہ امت کو کسی ہستی کے ظہور کا منتظر رکھ کر قرآن وسنت کے نظام سے دور رکھا جائے۔ہم نے نیام سے نکلنے والی مصقل تلوار کے ساتھ قابض الارواح کو دیکھ کر ہاتھ تلوار کو لگایا ہے۔جب عزرائیل بھی ہمارے پیچھے ہیں تو کیونکر ہم ظالم کے ہاتھ تسلیم ہو جائیں لہٰذا ہم نے اللہ کی دی ہوئی حجت باطنی یعنی عقل اور حجت ظاہری قرآن اور سنت وسیرت نبی کریمؐ سے سہارا لیتے ہوئے اس مسئلے کو بنیاد اور جڑ سے اٹھانے کیلئے عزم وارادہ کیا۔

مہدویت :

۱۔مہدی ۲۔مہدیون ۳۔مہدویت ۴۔مُھدون

۱۔مہدی:کلمہ مہدی حسب صیغہ صرفی اسم مفعول ہے۔مادہ ھدی سے اسم فاعل ھاد آتا ہے۔

کلمہ مہدی بحیثیت ایک صفت کے ہے۔اس تناظر وتسلسل میں انبیاء،اُن کے جانشین اور علماء،مومنین ودانشمندان سب آتے ہیں۔اس کیلئے قرآن کریم میں کلمہ ہادی استعمال ہوا ہے جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے:﴿ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾﴿اور ہرقوم کیلئے ہادی ہے﴾ (رعد ۷)اس تناظر میں مہدی یعنی ہدایت دینے والا ہر ہدایت چاہنے والے کیلئے محبوب ومرعوب ومطلوب ہستی ہے جب تک روئے زمین پر بشر موجود رہیں گے ایسے افراد کی ضرورت ہوگی اس کیلئے کوئی تعداد معین نہیں ہے۔ہادی کے زیادہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے تصادم ہمیشہ قیادت ورہبری میں ہوتا ہے ہدایت میں تصادم نہیں ہوتا یا جب تک ہدایت روزگار کا پیشہ نہ بنے یا حاکم وقت کے خلاف نہ ہو۔جہاں ہر بات اور ہر دعویٰ کو دلیل و برھان سے ناپ تول کر لینے کا رواج قائم ہو وہاں اس کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔

لیکن مہدی اس وقت بمعنی اسم فاعل استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ ان آیات میں آیا ہے۔﴿ وَإِنَّ اللهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾﴿یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے﴾ (حج ۵۴)﴿وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ﴾﴿اور تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے﴾(فرقان ۳۱)

جیسا کہ ان آیات میں ملاحظہ کریں۔

﴿وَمَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴾﴿اور جس کو اللہ گمراہ کردے اس کو راہ دکھانے والا کوئی نہیں﴾(رعد ۳۳)

﴿ذَلِكَ هُدَى اللهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴾﴿یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت جس کے ذریعے جسے چاہے راہ راست پر لگا دیتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں﴾(زمر ۲۳)

﴿وَمَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴾﴿اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں﴾(زمر ۳۶)

﴿وَإِنَّ اللهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾﴿یقیناً اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہی ہے﴾ (حج ۵۴)

﴿ وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ﴾﴿اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والے ہیں﴾(روم ۵۳)

﴿ مَنْ يُضْلِلِ اللهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ﴾﴿جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا﴾(اعراف ۱۸۶)

لیکن اسے اسم فاعل کے معنی میں کہاں سے اخذ کیا ہے اور اس سے انتظار کا معنی کہاں سے نکالا گیا یہ واضح ہونا چاہیے۔مہدی یعنی ہدایت کرنے والا۔آدم سے لے کر حضرت محمدؐ خاتم الانبیاء تک اور ان کے بعد خلفائے راشدینؓ اور آئمہ طاہرین حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے لے کر امام حسن عسکریؑ تک کسی نے خود کو یا دوسروں نے انہیں امام مہدی کے نام سے نہیں پکارا۔محسوس ہوتا ہے یہ باطنیوں نے نبی کی جگہ

اختراع کیا ہے تا کہ انکار ختم نبوت کی تہمت والزام سے بچتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کوتوڑا جائے ۔

امام مہدی بین الصفاتی والموصوف:

امام مہدی جواقوام وملل ،فرق ومذاہب کی آرزوو اُمیدوں کا مرکز ومحور بنے ہوئے ہیں ۔یہ ایک کلمہ صفت ہے جو ہر مکان اور زمان میں اس فعل کے فاعل پر صدق ہوتا ہے ۔یہ صفت کسی بھی فرد پر تطبیق ہوسکتی ہے جسکے تحت تاریخ بشریت میں اس صفت کے حامل لاکھوں مہدی ہو سکتے ہیں جن میں سے بعض گذر چکے ہونگے اور بعض عصر حاضر میں پر چم دار ہوں گے اور بعض زمانے کے انتظار میں ہونگے ۔اِس نوع مہدی پر کسی کو اعتراض ہے نہ اشکال بلکہ اسے عقل وشرع دونوں کی رو سے جائز اور معقول سمجھتے ہیں بلکہ ایسے مہدیوں کے گذرنے اور آئندہ آنے کو تسلیم کرتے ہیں ۔اس کلمے کو صادق اور کاذب دونوں اپنے اہداف کیلئے استعمال کر چکے ہیں۔

کلمہ مہدی سے مراد کبھی نجات دہندہ لیا جاتا ہے یعنی ایک ایسی ہستی آئے گی جو تمام بشریت کو بدبختی سے نجات دلائے گی لہٰذا بشر کو اس کا انتظار کرنا ہے ۔اس نظریے کے ثبوت میں عقل ونقل معتبر سے کوئی دلیل نہیں ملتی البتہ اسے ماہرین استبداد وآمریت کا لفاظی دھوکہ اغفال گیری کہا جاسکتا ہے ۔مہدی سے مراد کبھی رہبر لیا جاتا ہے،اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بشر کی ہدایت کیلئے پہلے مرحلے میں اسے عقل سے نوازا ہے جسے عقل نہیں دی اُس پر احکام شریعت کی تکلیف بھی نہیں ہے ۔صاحبان عقل کے اوپر انبیاءؑ مبعوث ہوتے ہیں سلسلہ بعثت انبیاءؑ کے آخری نبی حضرت محمدؐ ختمی مرتبت ہیں آپ پر ایک جامع اور مکمل کتاب قرآن کی صورت میں نازل ہوئی جو رہتی دنیا تک بشریت کیلئے نسخۂ ہدایت ہے ۔جوافراد اس ہدایت پر چلیں گے وہ سعادت سے ہمکنار ہوں گے اور جو اسے پیچھے چھوڑیں گے وہ شقاوت اور بدبختی سے دوچار ہوں گے۔

مہدیون:

آئندہ زمانے میں کسی مہدی کی آمد کا انتظار کرنے والے مہدیون کہلاتے ہیں ۔یہ گروہ زمانہ گزشتہ وحاضر دونوں میں پایا جاتا ہے۔

مہدویت:

یعنی کسی فرد کا کسی قوم وملت یا ساری دنیا کے نجات دہندہ ہونے کا دعویٰ کرنا اور ایک ایسے شخص کی آمد پر اعتقاد رکھنے کی فکر کو مہدویت کہتے ہیں۔

۱۔مہدویت دھوکہ دینے اور لوٹ مار کرنے والوں کا مشروب دیپی وافیون ہے ۔مہدویت مسلمانوں کی مارکسیزم ہے جو آئندہ آنے والے زمانے میں درخشاں حالات کی امید دلاتے ہیں تا کہ لوگ اپنے بُرے حالات بدلنے کے لیے موجودہ زمانے میں کوئی کوشش نہ کریں ۔

۲۔مہدویت کل پرسوں اور عنقریب کی بات کرکے خواب دکھانے والوں کی ثقافت ہے ۔

۳۔مہدویت قلندروں کی مست قلندری ہے ۔

۴۔مہدویت یعنی علماء کی تضاد گوئیاں ہے ۔

۵۔مہدویت عنقائے ہدایت ہے۔

۶۔مہدویت جنوں کی زبان ہے۔جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔

۷۔مہدویت چندہ لینے والوں کا کشکول ہے۔

۸۔مہدویت قدیم مذہب باطنیہ کا جال ابلیس و دام فریبی ہے۔

۹۔مہدویت مفت خوروں کی معیشت ہے۔

۱۰۔تاجروں سرمایہ داروں کا سکہ غفران ہے یعنی جس طرح نصاریٰ کے علماء لوگوں سے رقم لے کر گناہوں کی بخشش کرتے تھے اسی طرح یہ تاجر اپنے حرام کو حلال کرواتے ہیں۔

۱۱۔مہدویت فاسقین و فاجرین کا اسلام سے استثنائی معافی نامہ ہے۔

۱۲۔مہدویت راشیوں کی سلامتی کا صدقہ ہے۔مہدویت دین وشریعت چھوڑنے والوں کی عزاداری ہے۔

۱۳۔مہدویت غالیوں کی توحید پرستی ہے۔

۱۴۔مہدویت لاعلاج مریضوں کیلئے ڈاکٹر سے دوا لے کر آنے کی خوشخبری ہے۔

ممھدون:

مہدی کی آمد کیلئے ماحول سازگار کرنے والوں کو ممھدون کہتے ہیں۔اس حوالے سے راستہ بنانے والوں اور ماحول سازگار کرنے والوں کے طور وطریقے اور فکر وسوچ انتہائی شد ومد کے ساتھ تضاد و تناقض کی حد تک پہنچی ہے۔اس تناقض کا سبب خود مہدی کے بارے میں وارد احادیث و فلسفہ تراشیاں ہیں۔

ان چاروں عناوین کے بارے میں کتب ومجلّات میں مقالات کثیرہ پائے جاتے ہیں۔حاضر کتاب میں ہم ان چار عناوین کے بارے میں توضیحات وتشریحات دینے کی کوشش کریں گے۔

پہلے مرحلے میں مہدیوں اور منتظرین امام زمانہ کے وجود وظہور کے بارے میں تمام دلائل کو جمع کریں گے۔

مہدیون نے امام مہدی کے وجود اور ظہور کے بارے میں چندین دلائل سے استدلال کیا ہے۔

مہدیوں کے دلائل:

پہلی دلیل:

ہزاروں کتب اور مجلّات و مقالات جو گنتی وحساب سے باہر ہیں وہ آپ کے وجود کی دلیل ہیں۔لیکن یہ تمام کتب ومجلّات آپ کے وجود کو ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں،اس حوالے سے ہم نے آپ کے بارے میں لکھی گئی تمام کتابوں کو اٹھایا ہے ذیل میں ہم قارئین کرام کے سامنے اس کا ایک مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں۔اگر ہم موجود مصادر وماٴخذ دیکھیں تو ہمارے پاس حاصل ابتدائی مصادر یہ ہیں:

تاریخ ما بعد ظهور	محمد صدر۔
تاریخ غیبت صغریٰ	محمد صدر۔
یوم موعود	سید محمد صدر۔
تاریخ غیبت کبریٰ	محمد صدر۔
المهدی	آیت الله سید صدر الدین صدر۔
امام مهدی عند اهل السنه جلدین	فقیه ایمانی۔
بشارت الاسلام فی ظهور صاحب الزمان	مصطفیٰ آل سید۔
بحث حول المهدی	شهید باقر صدر۔
بحارالانوارجلد	مجلسی۔
الاحادیث والکلمات حول الامام المنتظر	سید عبد الله غریفی۔
داد گستر جهان	ابراهیم امینی۔
الحجة فیما نزل فی القائم الحجة	سید هاشم بحرانی۔
تبصره الولی لمن یراه المهدی	سید هاشم بحرانی۔
عصر الظهور	علی کورانی۔
محاضره حول الامام مهدی	عبد المحسن العباد۔
المصلح العالمي	محمد جواد المهري۔
الامة وقائدها المنتظر	محمد الحیدری۔
امام مهدی کے دوست ودشمن	تالیف مولانا عاصم عمر۔

عقیده ظهور مهدی احادیث کی روشنی میں تالیف ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی

شمس المشرق	محمدرضا حکیمی
اکمال الدین اتمام نعمه	تالیف شیخ صدوق
جمال حضور در آئینه غیبت	تالیف سید حسین خادمان
الامام المهدی وظهوره	تالیف سید جواد آل علی شهرودی
موعود جهانی	آیت الله سید ابو الفضل موسوی زنجانی

امام مہدی سے متعلق کتب کی قدر و قیمت کتاب شناسوں کی نظر میں:

فرقہ باطنیہ کے مغز متفکرین نے اپنے اباطیل کو چھپانے کیلئے جھوٹ سے زیادہ سہارا لیا ہے۔ اس سلسلے میں وہ اس مقولے پر عمل پیراء ہیں کہ اتنا جھوٹ بولو یہاں تک جھوٹ شناس اور خود جھوٹ بولنے والے کو بھی شک ہو جائے کہیں یہ بات سچ تو نہیں اس مقصد کیلئے یہ سب سے پہلے اپنے مقابل کو خاموش کرنے کیلئے کثرت کتب پیش کرتے ہیں۔ معتقدین امام مہدی کو مندرجہ بالا کتابوں پر ناز ہے۔ ہم نے ان کتابوں کی ایک فہرست آپ کے سامنے پیش کی ہے اب ہم اس پر تجزیہ پیش کریں گے۔

کسی بھی حقیقت کے تہہ تک پہنچنے کیلئے کتب کی نیازمندی کسی سے پوشیدہ نہیں نقولات ومنقولات سینے سے نکلنے کے بعد صفحات کتب میں درج ہوتی ہیں لیکن کسی کتاب میں کسی مطلب کا ہونا یا اس موضوع کا کثیر کتب میں ہونا اس بات کے حقیقت ہونے کی دلیل نہیں بنتی۔ کیونکہ تاریخ میں ایسے بہت سے بے حقیقت افسانے اور کہانیاں موجود ہیں جو حقیقت سے دور کا بھی رشتہ نہیں رکھتیں بلکہ ان کے باطل ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ بہت سی کتابوں کے بارے میں کتب شناسوں کا کہنا ہے ان کتب کے مصنف معلوم نہیں گویا بہت سوں نے ایسی بہت سی کتابیں از خود لکھ کر معتمد شخصیات سے منسوب کر کے کتب خانہ اسلامی میں پھینکی ہیں۔ مجلّہ کھیان اندیشہ میں ہے کہ امام جعفر صادق سے چندین کتاب منسوب ہیں اسی طرح کتاب جابر بن حیان کی کتاب و کتاب الامہ والسیاسۃ کتاب سلیم بن قیس ہلالی۔ یہ کتب مجہول الحسب ونسب ہیں۔

۲۔ حضرت مسیح کے رفع آسمانی سے تین سو سال گزرنے کے بعد حضرت مسیح کے شاگردوں نے حضرت مسیح کی جیل کو ترتیب دی۔ جن میں سے علماء نصاریٰ نے صرف چار کا انتخاب کیا۔

۳۔ دنیا میں اس وقت کتب خانے کتب تصوف سے پُر ہیں اور اہل تصوف کا کہنا ہے اسلام کو صوفیائے کرام نے پھیلایا ہے لیکن جب صوفیائے کرام کے پھیلائے ہوئے اسلام کو مضمون کی صورت میں پیش کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ تصوف ایک ایسا کفر وشرک ہے جس پر قدسیت کی چادر چڑھائی گئی ہے اور اقتدار کی دولت کو فقر کے لباس میں لپیٹا گیا ہے۔

۴۔ خلفاءؓ کی مذمت وتنقیص اور آئمہ طاہرینؑ کے موہوم فضائل ومناقب میں کتب خانہ اسلامی پُر ہیں جو کہ عقل ونقل آیات قرآن کریم سے متارض ومتصادم ہیں۔

امام مہدی سے متعلق تالیفات بھی انہی جیسی کتب میں سے ہیں یا ان کتابوں کے مندرجات حقیقت خارجی رکھتے ہیں۔ کوئی بھی مضمون چاہے مقالے کی صورت میں ہو یا کتاب کی اس کی قدر وقیمت اور اہمیت کی کسوٹی اس کتاب کے مآخذ ومدارک سے ہوتی ہے کہ کس قدر محکم اور مستند مصادر سے یہ مطالب استناد کئے ہیں۔ مصادر ومآخذ اپنی جگہ دو حصوں میں تقسیم ہیں: مصادر ابتدائیہ مصادر اولیہ مصادر ابتدائیہ کے ماخذ ومباع، جسے مصادر ومباع اثری کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ امام مہدی کے کلمات پر مشتمل کتاب کلمۃ الامام المہدی ہے جسے شہید سید حسن شیرازی نے تصنیف کیا ہے لیکن اس میں انہوں نے امام مہدی کے جو کلمات جو نقل کئے ہیں وہ سب کے سب مرسلات ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس نے امام سے ملاقات کی ہو اور جن افراد کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نائب امام تھے ان سے کوئی چیز نقل نہیں ہوئی ہے شاید یہ شیخ طوسی کی باتیں ہونگی۔

۳۔امام مہدی کے بارے میں صحف ومجلّات کا مقالہ۔

۴۔امام مہدی سے متعلق اشعار وسرود۔

۵۔ظہور امام مہدی کے علائم ونشانات کے بارے میں بہت سی کتابیں ہیں جن علائم ظہور کا ذکر ان کتابوں میں آیا ہے ان میں سے بہت سے علائم گزر چکے ہیں اور بہت سے علائم اس وقت موجود ہیں حتیٰ وہ افراد جو آپ کے ظہور کی بشارت دیتے تھے وہ بھی دنیا سے چل بسے ہیں۔

۶۔اکثر وبیشتر کتب امام مہدی کے وجود کے بارے میں وارد اشکالات واعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہیں اس سلسلہ میں قابل ذکر کتاب شہید باقر صدر کی حول المہدی ہے یہ کتاب اردو میں علامہ سید ساجد نقوی نے تصور امام مہدی کے نام سے ترجمہ کی ہے۔اس کتاب میں امام مہدی کے موجود ہونے سے متعلق تصورات کو عقل، تجربہ اور سائنس وغیرہ سے بے اشکال اور جائز البقاء قرار دیا گیا ہے تعجب کی بات ہے شہید الصدر جیسی نابغہ ہستی نے امام مہدی کی طول حیات کے بارے میں اعتراضات کا جواب دیا اگر کسی وجود کو اللہ چاہے بچا سکتا ہے، سالہا سال زندہ رکھ سکتا ہے۔لیکن یہ جواب اپنی جگہ ناقص جواب ہے جو معترضین کو قانع نہیں کرسکتا ہے اور یہ ان کے نزدیک چنداں اہمیت کا حامل نہیں کیونکہ پہلے مرحلے میں اس ہستی کا دنیا میں آنا ثابت ہونا ضروری ہے۔جو ۲۵۵ھ تک نہیں آئے اور جن کا دعویٰ ہے ۲۵۵ھ کے بعد وجود میں آئے ہیں ان کے اس دعویٰ کے کیلئے محکم وقوی اور نا قابل تردید گواہ وثبوت کی ضرورت ہے۔آپ نے اس کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا۔

۷۔جن کتابوں کو امام زمانہ کے بارے میں مصادر قرار دیا گیا ہے ان کتابوں کے بارے میں کتب شناس صاحب زریعہ آقای بزرگ تہرانی صاحب اور ریاض العلماء میرزا عبداللہ آفندی اصفہانی اور صاحب کشف الظنون مصطفیٰ قسطنطینی معروف حاجی خلیفہ نے انھیں مشکوک المولف قرار دیا ہے۔

۱)اکمال الدین تمام النعمہ تالیف شیخ الصدوق علیہ رحمہ ۲)(اس کتاب پر تبصرہ مفید ہے کیونکہ شیخ صدوق نے کہا ہے کہ مجھے امام نے خواب میں آکر یہ کتاب اس طرح لکھنے کا حکم دیا ہے امام خواب میں آکر جناب صدوق کو جو حکم فرما رہے ہیں خود کیوں نہ کتاب لکھ دی؟)تفسیر قمی تالیف علی ابن ابراہیم قمی کتاب الغیبہ متولف نعمانی ۳)احتجاج طبری: دلائل امامہ طبری ۴)بصائر الدراجات ۵)روضۃ الواعظین ۵)تاویل الآیات الظاہرہ ۶)الروضہ من کافی شیخ کلینی ۷)کامل الذیارات ۸)عیون الاخبار الرضا ۹)کشف البیان ۱۰)اختصاص ۱۱)فرائد السبطین ۱۲)کنز الاعمال ۱۳)ینابیع المودۃ ۱۴)کتاب عرف وردی ۱۵)عبد الدرر، ۱۶)اصول الآئمہ، ۱۷)نور الابصار شبلنجی شاکری متوفی (۱۲۹۸)۱۸)کتاب الفتن ابن طاوس، ۱۹)تذکرۃ الخواص الآئمہ ۲۰)الجہال التقالب، ۲۱)ملائم والفتن ابن طاوس، ۲۲)فرائد السبطین، ۲۳)الحموینی، ۲۴)غایت المرام بحرانی، ۲۵)اربعین حافظ عبرانی، ۲۶)جامع صغیر جلال الدین سیوطی، ۲۷)حیات الاولیا ابی نعیم اصفہانی، ۲۸)بیان باب، ۲۹)ذخائر العقبیٰ محبّ الدین طبری شافعی متوفی ۶۹۴، ۳۰)مساوی السنہ بغوی، ۳۱)متدرک صحیحین حاکم نیشاپوری ۳۲)عرف وردی، ۳۳)مجمع الذوائد۔

شہید محمد صدر کی کتابوں کے مصادر بحار الانوار اور اکمال الدین شیخ الطائفہ ہیں جہاں تک بحار کی بات ہے تو اکثر علماء فرماتے ہیں کہ

مندرجات بحار پر بھروسہ کرنا درست نہیں علامہ مجلسی نے اپنی کتاب کو بحر سے تشبیہ دی ہے، بحر کا پانی بغیر تصفیہ یا خصوصی صفائی کے بغیر پینے کے قابل نہیں ہوتا نہ کوئی انسان اسے پیا گوارا کرتا ہے اور نہ یہ پیاس بجھاتا ہے یہ ہر طرح کی غلاظتوں اور گندگیوں سے پُر ہوتا ہے۔لہٰذا جو بحار کا حوالہ دیتے ہیں وہ کسی سیاہ شخص کو یوسف اور ملاوٹ والی چیز کو خالص دکھا کر بیچنے والے کی مانند ہیں۔

دوسری دلیل: سنت وسیرت اقوام وملل ہے:

ملل کفر وشرک والحاد کا اجماع ہے کہ ایک منجی بشر کی آمد ہوگی۔اس سے بہتر اور قوی دلیل کیا ہوسکتی ہے۔شہید مرتضیٰ مطہری اپنی کتاب ''انقلاب مہدی'' کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں تصور آئندہ درخشاں، غلبہ حق وعدالت، خاتمہ دنیا پیدی ظلم وستم اور تشکیل مدینہ فاضلہ ارسطو، قرون وسطیٰ کے آخر میں ایک عدالت اجتماعی عالمگیری کی پیشن گوئی جو کارل مارکس نے کی دنیا میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔اس تصور کو قرآن کریم اور روایات اسلامی کے اصطلاح میں مہدویت کہتے ہیں اور ایسی ہستی کا انتظار کرنے والوں کو مہدیون یا منتظرون کہتے ہیں۔

کہتے ہیں اس وقت دنیا کے گوشہ و کنار میں مشرکین وکافرین ومنافقین وفاجرین، مومنین ومسلمین سب ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ انہیں اس ظلم و جنایت کی چکی سے نجات دلانے اور ظالمین کو کیفر کردار تک پہنچانے والا کون ہے۔جب بھی انسان کے سامنے ایسے غیر واضح مسائل پیش کرتے ہیں تو اس مسئلہ کو مختلف مقالیس، کسوٹیوں اور آزمائشوں سے گزارنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ہم اس اصول کا پاس رکھتے یا اس اصول وضوابط سے ہدایت لیتے ہوئے ساحل حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں۔اس بارے میں علماء و مفکرین میں دو نظریے پائے جاتے ہیں۔

ایک گروہ کا کہنا ہے آپ زیادہ پریشان نہ ہوں، صبر وتحمل کریں آخر ایک دن ان ظالمین سے چھٹکارا دینے والی ایک ہستی آئے گی۔جو نہ صرف آپ کو بلکہ پوری دنیا کو انصاف دلائے گی ظلم وستم، شرک وکفر اور فسق وفجور دنیا سے نا پید ہو جائے گا، دنیا ایک بہشت، امن وامان اور آسودگی و راحت کا گہوارہ بن جائے گی۔ کہتے ہیں یہ عقیدہ دنیا میں صرف گروہ شیعہ کا عقیدہ نہیں بلکہ گذشتہ وحاضر اقوام وملل کا عقیدہ ہے۔کہتے ہیں اس وقت دنیا میں ملل ونحل، اہل ادیان واہل شرک وکفر، مومنین و فاسقین وفاجرین سب ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں لیکن انھیں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ آپ کو ان ظالمین سے چھٹکارہ دینے والی ایک ہستی آئے گی۔لیکن انسان اس خوشخبری پر کیسے قانع ہو کیونکہ ایک یقینی خبر ہی اس کی خوشی اور غم کا مداوا وسبب بن سکتی ہے۔انسان کے کسی بھی مسئلے پر اطمینان ویقین حاصل کرنے کیلئے مختلف اور متعدد ذرائع ہیں جن میں سے بعض کا دائرہ عمومی ہے بعض متوسط جبکہ بعض کا دائرہ بہت ضیق اور محدود ہے لیکن یہاں غیر اطمینان کنندہ دلائل نقل کئے گئے ہیں۔

علامہ بزرگوار فرماتے ہیں مہدیون انتظار کی نوعیت اور کیفیت میں اختلاف نظر رکھتے ہیں۔پھر فرماتے ہیں انتظار کی دو اقسام ہیں۔جن میں سے ایک ترویج باطل اور تعطیل وتنسیخ شریعت ہی کے ذریعے مہدی کا انتظار کرتے ہیں۔دوسرا انتظار اصلاح گری ہے جس میں انتظار اقتدار مردان حق قیام حکومت عدل کی جاگزینی اور مقاومہ باطل ہے لیکن ابھی تک کس گروہ کو غلبہ حاصل ہے کس کا بول بالا ہے یہ الگ بات ہے۔لیکن یہاں ایک تیسرا گروہ بھی ہے جو دو گروہوں کا طفیلی ہے یقیناً یہ گروہ عوام الناس کا گروہ ہوگا جنہیں بقول امیر المومنین ہمج الرعاء کہتے ہیں لیکن اہل فکر ودانشور، تلاش حقیقت میں وقت گزارنے والے افراد ان دو گروہوں میں سے کس کی منطق کو ترجیح دیں گے؟ ان سے کس قسم کی ضمانت لے سکتے ہیں اور اگر خدانہ خواستہ دونوں کے پاس کوئی معقول ضمانت نہ ہو تو انتظار کی تمام تیاریاں کرنے کے بعد یہ تیاریاں ضائع

ہو جائیں اور امام تشریف نہ لائیں تو منتظرین کا کیا حشر ہوگا۔

یہ ایک مفروضہ ہے جسے ہر حوالے سے عقل ونقل سے جانچنا ہوگا۔کیونکہ ایسی توقع نہیں کی جا سکتی جو ممکن الوقوع ہی نہ ہو۔

ا۔مہدی ایک خاص فرقہ وگروہ کی آرزو ہے۔ایسے ذومعنی وعدہ دینے والے دنیا میں فراواں ہیں بطور مثال حضرت آیت اللہ حافظ بشیر سلمہ اللہ نے فرمایا اگر پاکستان وہندوستان کے مومنین میرا ساتھ دیں تو ہم دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔حالانکہ یہ دونوں ممالک دنیا کے استعمار استبداد آمریت کے قدموں کے نیچے خود پس رہے ہیں ان پسنے والوں کو لے کر حضرت آیت اللہ کیسے فاتحین پر غلبہ حاصل کریں گے۔چنانچہ آیت اللہ نے بعد میں فتح کی تفسیر تسخیر قلوب سے کی۔درحقیقت اس تفسیر میں چنداں حسن نہیں کہ تسخیر قلوب ہی حقیقی معنوں میں فتح ہوتی ہے۔جو نسخہ آیت اللہ حافظ بشیر صاحب کے پاس ہے شاید امام زمانہ کو پتہ نہیں چلا اور شاید وکیل امام زمانہ نے اپنے امام سے اسے چھپا کر رکھا ہوگا۔فرض کریں اگر ہندوستان اور پاکستان ان کا ساتھ دیں لیکن آخر میں فتح کسی اور کی ہوئی تو آیت اللہ کیا کر سکتے ہیں۔یا مہدی ایک تصور عمومی ہے۔یعنی ہر مظلوم ومقہور وستم رسیدہ قوم ایسے نجات دہندہ وہدایت کنندہ ہستی کی آمد کی توقع رکھتی ہے لہٰذا ہم بھی ایک مہدی کا انتظار کر رہے ہیں جس کا ظہور ہو کر رہے گا۔

۲۔آیات قرآنی:چندین آیات میں اللہ نے مومنین کو خوشخبری دی ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کی ہے کہ ہم تمہیں اس ظلم او رجنجال سے نجات دلائیں گے۔جیسے کہتے ہیں مومنین کو ایک دن قدرت عطا فرمائیں گے اور انہیں زمین کا وارث بنائیں گے۔

منجی بشریت کی آمد کی خبریں:

۳۔وہ کثیر روایات ہیں جن میں آیا ہے میری نسل سے ایک مہدی آئے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح زمین ظلم وجور وفتنہ وفساد سے پُر ہو چکی ہوگی۔ہمیں ان تین قسم کے دلائل کو سامنے رکھنے کے بعد تجزیہ وتحلیل کرنا ہوگا۔ان دلائل کو تقسیم کرنا ہوگا یعنی اس دلیل کے کتنے مطالب واجزاء بنتے ہیں۔اس حوالے سے پہلا شک کہ مہدی تمام اقوام وملل مظلوم ومقہور کی امید وآرزو ہیں۔کیا یہاں تمام اقوام اس نجات دہندہ کو بغیر کسی شرط وصفات کے ایک مانتے ہوئے قبول کرتی ہیں یا ان کے نزدیک اس کی صفات ونشانیاں مختلف ہیں۔

امیدیں گزشتہ زمانے میں پوری ہوئی ہیں یا ابھی تک کسی کی امیدیں پوری نہیں ہوئیں۔ہمیں معلوم نہیں کہ ہمیں یہ ظہور نصیب ہوگا یا نہیں اور آئندہ بھی معلوم نہیں کہ آنے والی نسلوں کو نصیب ہوگا یا نہیں۔اس دروازے سے امید باندھنے والے دین ودیانت کے حامل اور اصل دین سے وابستہ تھے یا کفروالحاد سے وابستہ تھے۔

مہدیون:

بہت سے نامور نوابغ علماء نے فرمایا ہے تصور مہدی خاص عقیدہ اثناعشری نہیں بلکہ یہ دیگر ادیان ومذاہب اور اقوام وملل کا بھی عقیدہ ہے لہٰذا اس عقیدہ کو ایک صحیح غیر متنازع عقیدہ کے طور پر تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ یہ عقیدہ گذشتہ اقوام وملل میں بھی موجود تھا۔

تصور مہدی:[اہل بیت معالم فی الطریق،تالیف عامر الحلو ص ۱۰۰]

کہتے ہیں تصور مہدی تنہا ابتکار ابداع شیعہ نہیں بلکہ یہ نظریہ بہت سے ادیان سماوی اور غیر سماوی کے ہاں پہلے سے موجود ہے۔چنانچہ ذیل میں ہم اس کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔مہدیون ملحدین:

۲۔یہود:

کہتے ہیں انبیاء بنی اسرائیل نے بشارت دی ہے کہ ایک نجات دہندہ مبعوث ہوگا جو بشر کی غلطیوں کا کفارہ دے گا جو بنی اسرائیل اور پورے عالم کو نجات دلائے گا'بہت سے یہود ان کے ظہور کا انتظار کررہے ہیں۔

۳۔مسیحی:

بہت سے مسیحیوں کا اعتقاد ہے مسیح عالم کو استعمار و استبداد کے مظالم سے نجات دلانے کیلئے واپس آئیں گے۔اس وقت دنیا میں امن قائم ہوگا۔

۴۔مسیحواسپان:

جب مسلمانوں نے اندلس کو آزاد کیا اور ان کے بادشاہ زریق کو قتل کیا گیا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ مرا نہیں بلکہ زخمی ہوا ہے اور علاج کیلئے گیا ہے اور صحت یاب ہونے کے بعد واپس آئے گا اور ملک کو حملہ آوروں سے نجات دلائے گا۔

۵۔مسیحواحباش:

مسیحو اپنی سلطنت کی واپسی کے منتظر ہیں ان کے بادشاہ تیودور مہدی کی مانند آخری زمانے میں واپس آئیں گے۔

۶۔یزیدیہ:

اصحاب یزید بن انیسہ ،یہ لوگ ایسے نبی کی بعثت کے منتظر ہیں جو شریعت محمد کو (نعوذ باللہ) منسوخ کرے گا۔

۷۔دروز:

معتقد ہیں حاکم بامراللہ بن فاطمی آخری زمانے میں ظہور کریں گے تاکہ زمین کو عدل سے پر کریں جب دنیا ظلم سے پُر ہو چکی ہوگی۔

۸۔مغلویون:

مغول کا اعتقاد ہے تیمور لنگ یا چنگیز خان جنہوں نے اپنی قوم کو وعدہ دیا تھا کہ چینی حکومت سے نجات دلائیں گے وہ ظہور کریں گے۔

۹۔ظہور مہدی سوڈان میں:

محمد بن عبداللہ کا دعویٰ تھا کہ وہ نسل رسول اللہ سے ہے۔اس نے علم تصوف سے آگاہی حاصل کی اور خود کو مہدی منتظر متعارف کروایا اور کہا میں زمین کو عدل و اصلاح سے پر کرنے والا ہوں۔اس نے مزید کہا مجھے اللہ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ اسلامی حکومت کے لئے قیام کروں جس کا دارالخلافہ مکہ ہوگا۔ان تمام سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں'یہ فکر اجتماع انسان میں سب سے پہلے پیدا ہوئی اور پھر اسے رشد و نمو ملی لہٰذا ایک ایسی

ہستی کا ظہور جو نجات دہندہ ہو وہ اقتدار کے طالبوں کا مولود ہے۔اس کا آغاز تاریخ اسلام میں امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی شہادت کے بعد یہود، صلیب، مجوس ثالوث کی اختراعات میں سے ہے یہ شیعوں کی ساخت نہیں کہ ایک عالم گیر حکومت وجود میں آئے گی اور تمام دیگر ادیان عالم محو ہو جائیں گے اور یہ حکومت پوری دنیا پر احاطہ کرے گی۔

امت اسلام میں امام مہدی کے منتظرین:

۱۔مہدیون سبائیون:

امت اسلام میں سب سے پہلے امام غائب کے انتظار کا تصور عبداللہ بن سباء یا سودا یہودی نے اختراع کیا ہے۔[عبداللہ بن سباء کے بارے میں کتاب فرہنگ فرق اسلامی ص ۲۲۲ ۔معجم الفرق الاسلامی ص ۱۳۲-۱۵۰ پر اور فرق بین الفرق ص ۲۳۳ اور مقالات اسلامی ج ۱ ص ۸۵ پر ملاحظہ کریں۔] عبداللہ بن سباء جس نے سب سے پہلے حضرت علیؑ کے حق میں غلو کرتے ہوئے کہا کہ حضرت علیؑ نبی تھے پھر کوفہ کے لوگوں کو حضرت علیؑ کی الوہیت کی طرف دعوت دی۔حضرت علیؑ نے ابن سباء کو شہر مدائن میں جلاوطن کیا حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ابن سباء نے کہا حضرت علیؑ قتل نہیں ہوئے یعنی جو شخص قتل ہوا ہے وہ علیؑ نہیں بلکہ شیطان تھا جو حضرت علیؑ کی صورت میں قتل ہوا ہے۔علی آسمان پر گئے ہیں جس طرح حضرت عیسیٰؑ گئے تھے اور جنہیں قتل کرنے کا دعویٰ یہود نے کیا تھا۔خوارج نے حضرت علیؑ کو مسجد میں قتل کیا ہے جبکہ عبداللہ بن سباء کا دعویٰ ہے آپ جلد ہی دنیا میں نزول کریں گے اور اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔اس گروہ کا کہنا ہے حضرت علیؑ بادل میں ہیں جس کی گرج علیؑ کی آواز اور اس کی چمک علیؑ کی لاٹھی کی آواز ہے۔یہ لوگ جب بادل کی گرج و چمک دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں علیک السلام یا امیر المومنین۔عبد اللہ بن سباء نے کہا اگر تم ان (یعنی حضرت علیؑ) کا دماغ تھیلے میں لے آؤ تو بھی میں یقین نہیں کروں گا کہ علیؑ قتل ہوئے ہیں۔حضرت علیؑ آسمان سے اتریں گے اور دنیا کو عدل سے بھر دیں گے۔ان کا عقیدہ ہے امام مہدیؑ حقیقت میں امام علیؑ ہیں۔جب کہ یہ حضرت علیؑ کو اللہ اور نبی بھی مانتے ہیں۔لیکن اگر انہیں بھی مذہب اسلام میں داخل کیا گیا تو مسیلمہ ابن کذاب کو بھی مذہب اسلام میں داخل کرنا ہوگا۔ان لوگوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر امام علیؑ قتل نہیں ہوئے اور امام علیؑ کی صورت میں شیطان قتل ہوا ہے تو پھر یہ عبدالرحمٰن ابن ملجم کو قاتل علیؑ کیوں ٹھہراتے ہیں اور اس پر لعنت کیوں کرتے ہیں۔اگر یہ منطق درست ہے تو یہ بھی درست ہوگا کہ حضرت امام حسینؑ کو شمر اور سنان بن انس نے قتل نہیں کیا بلکہ امام حسینؑ کی شکل میں کسی شیطان کو قتل کیا گیا ہے۔اس صورت میں ان قاتلوں پر لعنت نہ بھیجیں اور ان کی مدح سرائی کریں کہ انہوں نے امام کو بچا کر شیطان کو قتل کیا۔کہتے ہیں امام علیؑ کا مرتبہ موسیٰ و ہارون کے مرتبہ سے بلند ہے۔ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ دوبارہ دُنیا میں رجعت کریں گے۔حضرت علیؑ نے آسمان میں اس طرح عروج کیا جس طرح الیاسؑ و حضرت عیسیٰؑ نے عروج کیا تھا۔یہاں سے اُنھوں نے رجعت وغیبت کے عقیدہ کو رواج دیا۔

۲۔مہدیون کسانیون:

فرقہ کسانیہ یعنی مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے ماننے والے ہیں۔ان کا کہنا ہے محمد بن حنفیہ وفات نہیں پائے ہیں۔

محمد فرزند علیؑ ابن ابی طالب، آپ کی کنیت ابو القاسم ہے آپ اپنے دور میں عالم اور زاہد، خاندان میں پرہیزگار اور شہر میں جلیل القدر تھے۔ مختار ثقفی لوگوں کو ان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ لیکن آپ کہتے تھے میں ایسا نہیں کروں گا جب تک لوگ میرے بارے میں اتفاق نہ کریں۔ لیکن فرقہ کیسانیہ نے کہا یہ وہی امام مہدی منتظر ہیں۔ انھوں نے جب یہ خبر سنی کہ محمد بن حنفیہ وفات پا گئے ہیں تو کہا وہ نہیں مرے بلکہ جبل رضوی میں غائب ہو گئے ہیں وہاں ان کی حفاظت ہو رہی ہے اور آپ وہاں زندگی گزار رہے ہیں اور ایک دن واپس آئیں گے۔ ان کے علاوہ کوئی امام نہیں اور آپ جبل رضوی میں زندہ ہیں اور رزق حاصل کرتے ہیں۔ آپ کے دونوں طرف شیر آپ کی حفاظت کر رہے ہیں آپ کے سامنے شہد اور پانی کی دو نہریں جاری ہیں۔ آپ ایک عرصہ گذرنے کے بعد ظہور کریں گے اور ظلم وجور سے بھرے عالم کو عدالت سے بھریں گے۔

ان دونوں فرقوں کے حقیقت یا افسانہ ہونے کے بارے میں مجلّہ کلامی صادر از قم میں تحقیقی مقالات پیش کئے ہیں جس میں انھوں نے ان دو فرقوں کا کوئی وجود ہونے سے سرے سے ہی انکار کیا ہے۔ ان فرقوں کو افسانہ قرار دینے کا سہرا آیت اللہ مرتضیٰ عسکری کے سر پر ہے جب کہ ارباب فرق و مذاہب سب نے ان دونوں فرقوں کا ذکر کیا ہے ہم آیت اللہ مرتضیٰ عسکری اور شیخ مفید الرحمۃ جیسے علماء اعلام سے مناظرہ و مجادلہ نہیں کریں گے کیونکہ ان کے مقابلہ میں ہماری کوئی حیثیت نہیں تاہم ان کی ارواح سے قبرستان جا کر یا دور سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ چاہے اسے افسانہ کہیں یا کہانی کہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے عقائد بعینہ ہمارے ہاں موجود ہیں جنھیں ہمارے تراجم قرآن کے حاشیوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ گویا یہ شہر سبائستان و کسانیستان کہنے کیلئے انتہائی مناسبت و مطابقت رکھتا ہے۔

۳۔ مہدیون محمدی:

محمد ابن عبداللہ محض بن حسن ابن علی ابن ابی طالب ملقب بہ نفس ذکیہ۔ منصور دوانقی عباسی خلیفہ دوم کے دور میں آپ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ ایک بڑی تعداد نے اُنکی دعوت پر لبیک کہا اور اُنکی امامت کا اعلان کیا اس سے اُنکے ماننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اُنہوں نے مدینے میں حکومت قائم کی اور والی مدینہ (جو منصور دوانقی کی طرف سے منسوب تھا) اسے مدینہ سے نکالا گیا۔

جب محمد بن عبداللہ محض منصور دوانقی کے لشکر سے جنگ کرتے شہید ہوئے تو مغیرہ بن سعید عجلی نے اپنے ماننے والوں سے کہا محمد قتل نہیں ہوئے بلکہ جلد واپس تشریف لائیں گے اور فتح حاصل کریں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے پُر کریں گے۔ جب یہ لوگ محمد کے دعویٰ آمد سے مایوس ہوئے تو خطاب اسدی نے پہلے اپنی امامت کا اعلان کیا بعد میں دعویٰ الوہیت کیا۔

اس فکر کو فروغ دینے والا مہدی نفس ذکیہ مہدی منتظر ہیں کیونکہ ان کا نام اور ان کے والد کا نام پیغمبر اسلامؐ کے والد کے ہم نام ہے۔ محمد بن عبداللہ کی شہادت کے بعد مغیرہ کے ماننے والے دو فرقوں میں تقسیم ہوئے۔ جن میں سے ایک نے محمد کے قتل کا اعتراف کیا اور مغیرہ بن سعید عجلی سے برأت کا اعلان کیا اور اس نظریے سے منحرف ہوئے کہ محمد بن عبداللہ مہدی منتظر ہیں اور وہ روئے زمین کو عدل سے پُر کریں گے کیونکہ وہ قتل ہوئے اور زمین کے مالک نہ بن سکے۔

دوسرا گروہ مغیرہ کے عقیدے پر باقی رہا۔ آپ کو مہدی موعود کہا گیا کیونکہ آپ کا نام محمد ہے اور والد کا نام عبداللہ ہے جو مہدی کے بارے میں وارد روایات سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس مطابقت سے انہوں نے استناد کیا۔ محمد لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے ہیں اور اس وقت

جبل حاجر میں مقیم ہیں اور خروج کرنے کے حکم کے انتظار میں ہیں۔ان کی مکہ میں رکن ومقام ابراھیم کے درمیان بیعت ہوگی۔ان کیلئے سات مردے زندہ کیے جائیں گے۔جنھیں وہ اسم اعظم کا ایک ایک حروف سکھائیں گے جس سے ان کے مقابل میں آنے والے لشکر کو شکست دی جائے گی۔عیسی بن موسی نے مدینہ میں جسے قتل کیا وہ محمد بن عبداللہ نہیں تھے۔اسی فرقے کو محمدیہ بھی کہتے ہیں۔جابر بن یزید جعفی اسی فرقے کا پیروکار کو کہتے ہیں۔یہ مردوں کے قیامت سے پہلے زندہ ہونے کے معتقد ہیں۔

۴۔مہدیون باقریون:

پہلی صدی کے اواخر میں جب ہزیمت خوردہ صلیب ومجوس پس پردہ اسلام کو مسخ کرنے پر کمربستہ ہوئے تو انہوں نے اہل بیت اطہارؑ کے سایہ میں جگہ بنائی اور ان کے دوستدار ہونے کا دعویٰ کیا۔وہ لوگ جو امامت کو امیرالمومنینؑ اور حضرات حسنینؑ اور امام زین العابدینؑ کے بعد امام محمد باقرؑ میں منتقل کرتے ہیں۔جب امام محمد باقرؑ نے وفات پائی تو انہوں نے ان کی وفات سے انکار کیا اور کہا یہی مہدی موعود ہیں یہ واپس آئیں گے ہمیں ان کا انتظار کرنا ہے۔

۵۔مہدیون صادقیون:

جب امام صادقؑ نے وفات پائی تو آپ کی امامت کے بعض معتقدین نے کہا کہ امام صادق نے وفات نہیں پائی بلکہ آپ ہی مہدی منتظر ہیں۔انہوں نے کہا وہ جعفر صادقؑ نہیں بلکہ ان کی شکل وصورت کے کسی اور انسان کو دیکھ رہے تھے۔بلکہ آپ غیبت میں گئے ہیں انہیں ناووسیہ بھی کہتے ہیں۔یہ اہل بصرہ کے ایک شخص کے نام پر بننے والا فرقہ ہے جو قبیلہ ناووس سے منسوب تھا۔ناووس اس فرقے کے رئیس کا نام ہے جسے نجلان بن ناووس کہتے تھے۔ان کا کہنا ہے وہ جلد واپس آئیں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے پر کریں گے۔
انہوں نے امام جعفر صادقؑ کے پوتے محمد بن اسماعیل کو مہدی موعود قرار دیا۔اسماعیل بن جعفر الصادقؑ کیلئے امام مہدی ہونے کا اعلان کیا جبکہ دوسرے گروہ نے امام موسیٰ ابن جعفر کی امامت کا اعلان کیا غرض پہلا گروہ جو امام جعفر صادقؑ کی وفات کا منکر تھا اس نے آپ کی غیبت کا اعلان کیا تھا انہیں مہدیون صادقیہ کہتے ہیں۔

۶۔شمطیہ:

یہ فرقہ یحییٰ ابن شمیط احمسی سے منسوب ہے۔ان کے نزدیک امام جعفر صادقؑ نے اپنے بعد اپنے بیٹے محمد پر نص کیا ہے ان کے بعد محمد ابن جعفرؑ میں پھر امامت کو اولاد محمد میں منتقل کیا اور کہا مہدی منتظر محمد کی اولاد سے ہوں گے۔

۷۔عماریہ:

ان لوگوں نے امامت کو امام جعفر صادقؑ کے بعد آپ کے فرزند عبداللہ میں منتقل کیا ان کے پاؤں موٹے تھے اس لئے انہیں افطحیہ کہتے تھے جبکہ انہیں عماریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس فکر کو اٹھانے والا عمار نامی شخص تھا جیسا کہ مقالات اسلامیین میں عمار ابن موسیٰ کے بارے میں آیا ہے۔

۸۔اسماعیلیہ منتظر اسماعیل بن جعفر:

یہ لوگ امام جعفر صادقؑ کے بعد امامت ان کے بیٹے اسماعیل میں منتقل ہونے کے قائل ہیں۔یہاں سے اسماعیلیہ فرقہ دو گروہوں میں تقسیم ہوا۔ان کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے امام جعفر صادقؑ کے بعد امامت ان کے پوتے محمد ابن اسماعیل میں منتقل ہوئی ہے۔ان کا کہنا ہے امام جعفر صادقؑ نے اسماعیل کو اپنی حیات میں امام بنایا اور جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو امامت ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل میں منتقل ہوئی۔یہاں سے اسماعیلی فرقہ باطنی فرقہ میں منتقل ہوا۔یہ لوگ محمد بن اسماعیل بن جعفر میں امامت کے منتقل ہونے کے قائل ہیں لیکن اصحاب انساب کا کہنا ہے محمد ابن اسماعیل وفات پاگئے ہیں اوران کا کوئی نسب نہیں ہے۔امام جعفر صادقؑ کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کے تمام فرزندوں کے نام سے فرقے ایجاد کیےاور ہر ایک کومہدی موعود قرار دیا۔

۱۔خود امام صادق ۲۔اسماعیل ۳۔محمد ابن اسماعیل ۴۔عبداللہ کے بیٹے

۵۔محمد بن جعفر صادق کے فرزند۔ ۶۔امام موسیٰ کاظم کو امام مہدی قرار دیا۔

۹۔مہدیون موسویون:

مہدیون موسویون انہیں مہدیون موسویہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب امام موسیٰ بن جعفر زندان ہارون میں شہید ہوئے تو اس گروہ نے امام موسیٰ بن جعفر کی شہادت سے انکار کیا۔انہوں نے کہا ہمارے لئے واضح نہیں کہ امام موسیٰ ابن جعفرؑ نے وفات پائی ہے یا نہیں۔اس گروہ کو ممطورہ بھی کہا ہے۔علی ابن اسماعیل نے کہا تمہاری مثال کلاب ممطورہ کی طرح ہے یعنی بارش سے خیز شدہ کتا جس سے ہر شخص نفرت کرتا ہے۔انہیں کلب ممطور کہنےوالا یونس بن عبدالرحمٰن القمی ہے۔چنانچہ انہیں ان کی امامت پر یقین اوران کی موت پر شک ہے۔

۱۵۔واقفیہ:

(آئمہ اثناء عشر جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ مئولف ہاشم معروف الحسنی لبنانی)انھوں نے امام موسیٰ ابن جعفر کی وفات سے انکار کیا اور آپ کو قائم آل محمد کہا ہے اور آپ کی غیبت کو غیبت موسیٰ بن عمران جیسا کہا۔اسی طرح سے انہوں نے امام رضا کی امامت سے انکار کیا۔امام موسیٰؑ کی شہادت کے بعد امام رضا نے اُن سے جب امام کے نام پر جمع شدہ اموال کو طلب کیا تو اُنہوں نے امام کی موت سے انکار کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ موسیٰ ابن جعفر دوبارہ واپس آئیں گے جس طرح موسیٰ ابن عمران کوہ طور سے واپس آئے تھے۔اِن میں صف مقدم میں علی بن ابی حمزہ بطائنی تھا جسکے پاس ۳۰ ہزار دینار تھے۔دوسرا۔زیاد ابن مروان القندی تھا جس کے پاس ۷۰ ہزار دینار تھے۔تیسرا عثمان عیسیٰ رواسی تھا جس کے پاس ۳۰ ہزار دینار اور ۶ کنیزیں تھیں۔چوتھا شخص احمد ابن ابی بشیر سراج تھا جس کے پاس ۱۰ ہزار دینار تھے۔اس کے علاوہ ان میں محمد ابن بشیر بھی شامل تھا۔یہی لوگ امام موسیٰ ابن جعفر کے عمائدین تھے۔

انہیں واقفیہ کا نام دیا گیا ہے انہوں نے امامت کو امام رضاؑ پر روک دیا اور کہا امام رضا ہی مہدی موعود ہیں۔

۱۱۔مہدیون جارودیون:

زیدی فرقے سے نکلنے والے فرقوں میں سے ایک ضال وگمراہ غالی منذر ابن جارود ہے اس نے کثیر احادیث جعل کی ہیں ۔تفسیر امام حسن عسکریؑ تفسیر قمی نور الثقلین برھان اس کی روایات سے پُر ہیں ۔یہاں کے علما بالخصوص فقیہ سر کودھا ان احادیث سے بہت استنا فرماتے ہیں ۔یہ فرقہ محمد بن قاسم کے پیرو کار ہیں اس فرقے کو زیدی جارودیہ کہتے ہیں ۔محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن حسین سبط کی ماں صفیہ بن موسیٰ بن عمر بن حسین سبط ہے ۔مقالات اسلامی ج ا ص ۱۴۹ کہتے ہیں یہ لوگ محمد ابن قاسم طالقان کے منتظر ہیں اور ان کی موت کو تسلیم نہیں کرتے ۔

۱۲۔مہدیون محمد :

سید محمد ابن علی الھادیؑ امام ھادیؑ کے بڑے فرزند تھے لوگوں کا خیال تھا یا چاہتے تھے کہ امام علی الھادیؑ کے بعد امام سید محمد ہوں گے لیکن آپ امام علی الھادیؑ کی حیات میں وفات پا گئے ان کے بارے میں امام علی الھادیؑ کے معتقدین نے کہا ہے کہ جس طرح امام صادق نے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کو امام نامزد کیا تھا اور وہ ان کی حیات میں ہی وفات پا گئے تو یہاں امامت واپس امام جعفر صادق میں نہیں گئی بلکہ ان کے بیٹے محمد میں منتقل ہوئی چونکہ سید محمد کا کوئی بیٹا نہیں تھا تو یہ ان کی موت کے منکر ہوئے اور کہا کہ وہ غیبت میں گئے ہیں ۔ان کا کہنا ہے کہ سید محمد بن عبد الھادی امام منتظر ہے ۔ان کے نزدیک امام علی الھادیؑ اپنی وفات سے پہلے امامت سے مستعفی ہو گئے تھے ۔جبکہ بعض خود امام علی الھادیؑ کے امامت پر باقی رہے اور آپ کے بعد امام حسن العسکری کی امامت کے معتقد ہوئے ۔

۱۳۔مہدیون محمد مہدی:

امام حسن عسکری کی وفات کے بعد حسب ماہرین فرق شناس سعد اشعری اور نوبختی جن سے صاحب نشائۃ الشیعہ نے نقل کیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد شیعہ ۱۵ فرقوں میں بٹ گئے ہیں ۔غرض امام حسن عسکری کے بعد آپ کے معتقدین جو پندرہ فرقوں میں بٹ گئے ہیں ان میں سے ایک فرقہ کا کہنا ہے کہ آپ کے ایک فرزند تھے جس کا نام محمد تھا آپ نے ان کی امامت پر نص کی ہے ۔امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد آپ کے گھر کے سرداب میں آپ غائب ہو گئے اور واپس نہیں آئے ۔احمد بن یوسف قرمانی متوفی ۱۰۱۹ھ اپنی کتاب اخبار دول ج ا ص ۳۵۳ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: وہاں ایک گھوڑا زین ولجام کے ساتھ آراستہ کر کے سرداب کے دروازہ پر رکھا جاتا تھا چنانچہ سنہ ۲۶۶ھ تک یہ وہاں انتظار کرتے رہے ۔انہوں نے کہا امام زمانہ یہاں موجود ہیں ۔

یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ آخری امام مہدی اور گزشتہ امام مہدیوں میں ایک واضح فرق موجود ہے گزشتہ امام مہدی لوگوں کے بیچ میں رہتے تھے انہیں ان کے مخالفین نے قتل کیا یا مدت عمر پوری ہونے کی وجہ سے دنیا سے رحلت کر گئے ۔اور انہیں قبرستان میں تشیع کر کے عزت واحترام سے ان کے لحد میں چھوڑ کر لوگ واپس آئے لیکن مفاد پرست فرقہ ساز گروہ چین سے کہاں بیٹھتے ہیں ان کی شیطانی حرکات سے انہیں کون روک سکتا ہے چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب خلیفہ چہارم مسلمین جنہیں مسجد کوفہ میں نماز صبح میں ماموین کے حضور میں ملجم مرادی نے قتل کیا اور مسلمانوں نے آپ کی باقاعدہ تجہیز وتکفین کی پھر بھی عبد اللہ سباء نے کہا اگر ان کے دماغ کو کسی برتن میں ڈال کر میرے سامنے لائیں گے تو پھر بھی ہم ان کی موت پر ایمان نہیں لائیں گے اسی طرح امام جعفر صادقؑ اسماعیل کو باقاعدہ تشیع کے ساتھ قبرستان بقیع لے گئے اور وہاں

ان کا چہرہ کھول کر لوگوں کو دکھایا کہ محمد مرے ہیں۔اس کے باوجود فرق ساز مغیرہ عجلی اور خطابی نے ہاتھ نہیں اٹھایا انہوں نے محمد کے زندہ ہونے اور واپس آنے کا دعویٰ کر کے انہیں مہدی منتظر قرار دیا۔ان لوگوں کو سمجھانے کیلئے اس وقت سینکڑوں افراد علماء اتقیاء موجود تھے پھر بھی فرقے بن کر ہی رہے جبکہ ان لوگوں کیلئے جنھوں نے ان کا جنازہ نہیں دیکھا ان کو یہ سمجھانا آسان تھا کہ دفنایا نہیں ہے وہ غیبت میں گئے ہیں۔

۱۳۔ابوعبیداللہ اسماعیلی مہدی:

فاطمین کو عبیدی بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا بانی عبداللہ یا عبیداللہ المہدی تھا۔حسن ابراہیم حسن اپنی کتاب تاریخ اسلام جلد ۳،ص ۴۴ پر لکھتے ہیں سعید بن محمد بن حبیب ۲۵۹ھ یا ۲۶۰ھ کو سلمیہ مرکز دعوت اسماعیلیہ میں پیدا ہوا۔اس کا نام عبیداللہ بن حسن ہے جبکہ بعض جگہوں پر اس کے مختلف نام لکھے ہیں جن میں عبیداللہ محمد بن عبداللہ بن میمون بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ بعض نے سعید بن احمد بن عبداللہ القداح بن میمون بن دیصان کہا ہے اسے میمون قداح بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ آنکھوں کا معالج تھا۔

یہ مغرب میں پہلا فاطمی خلیفہ تھا ''وافیات اعیان جلد ۳ صفحہ ۱۱۷ شمارہ ۳۵۷'' میں لکھا ہے اس کے نسب میں بہت اختلاف ہے۔کنیت ابومحمد ہے نام عبیداللہ مامون قداح ہے ۲۵۹ ہجری میں پیدا ہوا اور ۳۲۲ ہجری میں وفات پائی۔یہ پہلے خلفائے فاطمین میں سے ہے جس نے دعویٰ مہدی کیا اور مہدیہ کی بنیاد ڈالی اور ۲۴ سال اس منصب پر قائم رہا۔وہ ایک مرد شجاع تھا ایک گروہ نے اس کی مخالفت کی اور اس سے جنگ کی۔اِسکا والد یہودی زرگر تھا اس نے مغرب کے محل مدینہ رقعادہ میں داخل ہو کر بنی اغلب کو وہاں سے نکالا اور اپنی حکومت قائم کی۔عبیدین کا کہنا ہے اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور دیگر انبیاء میں حلول کیا ہے اُنکے بعد آئمہ کے جسد میں حلول کیا ہے کہا جاتا ہے عبیداللہ خبیث وزندیق تھا۔اُس نے علماء و فقہا اور صلحاء محدثین کو قتل کیا وہ جاہلوں کو اہل فضل پر مسلط کرتا تھا۔وہ فقہا کو اپنی طرف خط لکھ کر بلاتا اور پھر انہیں اُنکے بستر پر مار دیتا۔یہ لوگوں کو گمراہی کی طرف لے کر جاتا اور لوگوں سے کہتا تھا وہ مہدی ہے اور بعض سے کہتا تھا وہ خود خالق و رازق ہے۔(مہدی المنتظر وادعائے مہدیہ۔ صفحہ ۵۷)اور کتاب ابن خلقان میں بھی دیکھیں۔

۱۴۔بابیہ:[ص ۱۲۶]

موسس فرقہ بابی علی محمد شیرازی جو ۱۲۳۵ھ کو پیدا ہوا۔اپنے باپ کے ساتھ تجارت کرتا تھا بعد میں علم دین بھی حاصل کیا وہ کاظم رشتی اور احمد احسائی کا شاگرد تھا اس نے اپنے عقائد کی ابتداء ۱۲۵۹ھ میں کی اور اس کا باقاعدہ اعلان ۱۲۶۰ھ میں کیا جو اس کی دعوت پر ایمان نہ لاتے وہ ان کا خون مباح قرار دیتا اس کے معتقدین نے اس کو حضرۃ الاعلیٰ،مظہر الرب سید باب سے ملقب کیا۔اس کے افکار کی کتاب کا نام البیان ہے۔اس فتنے کی بنیاد پر اسے ۲۷ شعبان ۱۲۶۶ھ کو موت کی سزا کا حقدار ٹھرایا گیا۔

وہ حروف ابجد کے تحت جملے بنا تا تھا بابیہ نے ۱۹ اعداد کو انتہائی مقدس گردانا اور باب کی تعداد کو بھی ۱۹ گردانا ہے۔اس نے کعبہ کو گرانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی بیت المقدس اور انبیاء کی قبور کو گرانے کا حکم دیا۔اس کے نزدیک باب کی جائے پیدائش کعبہ تھی باب کے بعد حسن علی نے فرقہ بہائی کی بنیاد رکھی۔

۱۵۔مدعیانِ مہدی علی محمد باب:

علی محمد باب ۱۲۳۵ ہجری کو شیراز میں پیدا ہوا ۔اسے کوئی بیماری لاحق ہوئی جس کی شفایابی کیلئے اس نے کربلا کا رُخ کیا وہاں جا کر یہ شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کی جماعت میں شامل ہوا۔اُنکے دروس میں مستغرق رہنے کے کچھ عرصہ کے بعد اس نے لوگوں کو سورۂ بقرہ آیت ۱۸۹ کے ذریعے اپنی طرف دعوت دی۔اس نے کہا اللہ تک پہنچنا ممکن نہیں سوائے نبوت وولایت کے راستے سے اور ولایت ونبوت تک پہنچنے کیلئے بھی واسطہ چاہئے اور کہا کہ میں ہی وہ واسطہ ہوں ۔میں وہ باب ہوں جس سے گذر کر امامت ونبوت تک پہنچا جا سکتا ہے پہلے مرحلے میں ۱۸ آدمیوں نے اُس کی دعوت کو قبول کیا اِسی لئے ان کے پاس ۱۸ کا عدد محترم ہے۔بابی سے بہائیہ نکلا ہے بہائیہ منسوب بہ مرزا حسین علی ملقب بہ بہا مولود ۱۲۳۳ھ ہے یہ مذہب اب بھی مروج ہے۔

۱۶۔محمد بن تو مرت:

یہ محمد بن تو مرت کنیت ابو عبد اللہ ملقب بہ مہدی ۴۸۵ ھ میں پیدا ہوا ۵۲۴ ھ میں وفات پائی ۔ابن قیم نے لکھا ہے مہدی مغاربہ محمد ابن تومرت ایک جھوٹا اور ظالم انسان تھا۔اس نے ظلم سے حکومت کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔مسلمان خواتین کی حرمت لوٹی اور بچوں کو اسیر کیا یہ حجاج بن یوسف سے کہیں زیادہ شریر تھا۔اپنے اصحاب کو زندہ قبر میں رکھتا اور اُن سے کہتا وہ کہیں یہ وہی مہدی ہے جس کے بارے میں نبیؐ نے بشارت دی ہے پھر رات کو ان کی قبر ڈھانپ دیتا تا کہ وہ مرجائیں اور دوبارہ جھٹلا نہ سکیں یہ فرقہ بعد میں جہمیہ میں داخل ہوا۔جو خلق سے صفاتِ ربوبیت کی نفی کرتے ہیں اور خلق پر مسلط ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یہ اپنے مخالفین کو قتل کرتا اور خود کو مہدی معصوم کہتا تھا۔

۱۷۔صاحب شامہ:

قرامطہ کے رؤسا میں سے تھا اس کا نام حسن ابن ذکرویہ ہے۔اس نے اپنا نام احمد اور کنیت ابا العباس رکھی ۔لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت دی جس کے نتیجہ میں بہت سے بادیہ نشینوں نے اسکی دعوت کو قبول کیا۔اس طرح اس نے قدرت حاصل کی یہ گمان کرنے لگا کہ اسکے چہرے پر ایک داغ نکلا ہے پھر کہتا تھا یہ آیت ہے یہیں سے اُسکا لقب صاحب شامہ مشہور ہو گیا،اس نے شام کی طرف پیش قدمی کی۔اس کی طاقت کی وجہ سے شام نے پہلے ہی مصالحت کا اعلان کیا اور اسے خراج دینے کا معاہدہ کیا۔پھر یہ حمص گیا اور وہاں سے لوگوں سے جزیہ لیا۔وہاں جمعہ کے خطبے میں اُسکا نام لیا گیا اس نے خود کو مہدی امیر المومنین کہا اسکے بعد اسکے چچا زاد کو ''مدثر'' کا لقب دیا گیا پھر اس نے کہا یہ وہی مدثر ہے جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔اس نے اپنے ایک غلام کو متوک کا لقب دیا اور اُسے کہا مسلمانوں کے اسیروں کو مار ڈالے ۔جب اہل حمص نے اس کی اطاعت کی اور اس کے ڈر سے شہر کا دروازہ کھولا تو اس نے مردوں،عورتوں اور بچوں کو مار ڈالا۔اس کے بعد یہ (بلعباد) گیا اور وہاں بھی ایسے مظالم ڈھائے ۔اس کے بعد یہ سلیم گیا اور وہاں بھی مکر سے شہر کا دروازہ کھلوایا اور وہاں بھی عورتوں،بچوں اور بوڑھوں یہاں تک کہ حیوانات تک کو مار ڈالا۔پھر اسکے ارد گرد دیہاتوں میں قتل وغارت شروع کی تو خلیفہ مکتفی نے ایک لشکر لے کر اس سے جنگ لڑی اور اسے شکست

دی اس کے بعد شامہ اور اسکے غلام متوک کو اسیر کر کے بغداد لے گیا اور اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسکے بعد اس کے بھائی علی ابن عبد اللہ ملقب صاحب جمل نے اس کی پیروی کرتے ہوئے زمین میں فساد کیا اور وہ بھی بعد میں قتل ہوا۔

۱۸۔ مہدیہ:

کتاب موسوعہ میسرہ میں ہے مہدیہ عالم اسلامی میں اُنیسویں اور بیسویں میلادی کے درمیان میں وجود میں آنے والا ایک فرقہ ہے۔ یہ اپنے اندر دین کے ساتھ انحرافی سیاست کا امتزاج رکھتا ہے ابھی تک اِن کی نسل انصار دینی اور سیاسی میدان میں سرگرم ہے۔ محمد احمد مہدی بن عبد اللہ ۱۲۶۰ھ میں جزیرۃ لبب جنوب مدینہ دنکلمہ میں پیدا ہوا اور ۱۳۰۲ھ میں وفات پائی۔ قرآن کو حفظ کیا پھر اس نے اپنے اُستاد محمد شریف نور دائم سے دینی تربیت کا درس حاصل کیا اور طریقہ سمانیہ، عادلیہ، صوفیہ پر چلا۔ کچھ عرصہ کے بعد کسی غار میں مستغرق ہوا، ۱۲۹۷ھ میں اپنے استاد کی وفات کے بعد اس نے اُسکی قبر پر ضریح بنائی اور خود اس کا خلیفہ بنا اور لوگوں سے بیعت لی۔ ۱۸۸۱ء میں اُس نے فتویٰ جاری کیا کہ کفار اور استعمار انگریزی کے ساتھ جنگ کی جائے اس طرح اُس نے سوڈان کے مغربی حصے میں نفوذ حاصل کیا۔ اس نے جزیرہ ابار میں ۴۰ دن اعتکاف کیا اور بعد میں فقہاء و مشائخ کیلئے اعلان کیا کہ وہ مہدی منتظر ہی ہے اور زمین سے ظلم و جور کا خاتمہ چاہتا ہے۔ اُس نے مذاہب فقہ پر عمل روک دیا اور علم کلام پڑھنے پر حرمت کا فتویٰ دیا۔ اجتہاد کے دروازے کو کھولا اور کتاب کشف الغمہ تالیف شیرانی سیرت حلبیہ روح البیان بیداوی اور تفسیر جلالین پڑھنے کا حکم نامہ صادر کیا۔ اس نے صوفی طریقے کو باطل قرار دیا۔ اور اختلافات ختم کر کے طریقہ مہدیت پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ اس نے ایک دعا پڑھنے کی تلقین کی اور اس طرح وہ دوبارہ پلٹ کر صوفی ازم میں جذب و ضم ہو گیا۔ جب حکومت کو اس کی سرگرمیوں سے آگاہی حاصل ہوئی تو وہ اس کے درپے ہوئی تو مہدی نے پانچ جھنڈے بنائے ایک پر لاالہ الا اللہ لکھا اور چار پر صوفیوں کے روساء کے نام لکھے جیلانی، رفاعی، رسوکی، دعری، اور پانچویں پر محمد مہدی خلیفہء رسول اللہ لکھا جو امام بھی ہے اور مہدی بھی ہے۔ اس طرح اس کے بعد یکے بعد دیگر خلفائے مہدویت وجود میں آئے۔

مہدی صومالیہ انیسویں میلادی کے آخر میں ایک تحریک مہدی صومالیہ میں ظہور میں آئی جس کی قیادت عبد اللہ حسن نے کی وہ مکہ حج کیلئے گیا اور وہاں صوفی فکر کا قائل ہوا اور بعد میں فکر مہدی کو اپنایا۔ جب واپس آیا تو لوگوں کو اپنی مہدیت کی طرف دعوت دی اور جلد اپنے ملک میں کامیابی حاصل کی جنگ عالمی کے موقعہ پر اور بعد میں ایطالی نے انہیں ختم کیا یہ سنہ ۱۹۲۰ء میں مر گیا۔

۱۹۔ مرزائیت:

مرزا احمد کے انتقال کے بعد مرزا محمود بشیر الدین قادیانی ۱۹۱۴ء میں حکیم نورالدین کے انتقال کے بعد قادیانی جماعت کا خلیفہ بنا۔ اس نے ۱۹۳۴ء میں تحریک چلائی اور پوری دُنیا میں قادیانیت کی تبلیغ کی امریکہ، یورپ، افریقہ، ایشاء اور بہت سے ممالک کے علاوہ لندن اور واشنگٹن میں مدارس و عبادت گاہیں بنائیں۔ پاکستان کے قیام کے بعد ضلع جھنگ ربوہ میں قادیانی جماعت کا مرکز بنایا۔ مرزا محمود نے پاکستان میں صوبہ بلوچستان میں قادیانیوں کو اعلیٰ مناصب تک پہنچایا یہ مذہبی رویے میں اپنے باپ سے زیادہ سخت تھا۔ اس نے اعلان کیا جو مسیح

موعودمرزا غلام احمد پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے چاہے کسی نے ان کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو انکے پیغام سے آشنا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اسکی نبوت کو ثابت کرنے کیلئے کئی کتابیں لکھی گئیں اس کا ۱۹۶۵ء میں انتقال ہوا اور وہیں دفن کیا گیا۔ اس کی قبر پر خلیفہ ثانی مسیح موعود کا کتبہ لگا ہے جس پر لکھا ہے میت بطور امانت دفن کی جارہی ہے میت قادیان منتقل کی جاتی ہے۔ (لاہور ضلع گورداس پور)

امام مہدی کے بارے میں حد سے زیادہ احادیث کتب فریقین میں ملتی ہیں۔ جیسے اہل سنت الجماعت ایک مجہول الحال مہدی جس کا حسب ونسب معلوم نہیں کی آمد کی خبر دیتے ہیں جس کی آمد کے موقع پر ان کی شناخت ناممکن ہوگی جبکہ اس مہدی کو شیعہ اثناءعشری شدت سے مسترد کرتے آئے ہیں اور دوسری طرف شیعہ اثناءعشریوں نے سنیوں کی روایات کو اپنے مہدی کی آمد کی سند کا پشت پناہ بنا کر مہدی بن حسن عسکری کی آمد کی خبر دی ہے۔

اس ذیل میں جو آیات پیش کی جاتیں ہیں اپنی جگہ آیات متشابھات میں سے ہیں لیکن مسلمان اگر شرائط مقررہ قرآنی کے تحت قیام کریں گے تو انہیں غلبہ حاصل ہوگا۔

اس دعویٰ میں کسی قسم کی جائے شک وتردید کی گنجائش نہیں کہ ادیان وملل میں بہت سے مدعیان نجات دہندہ مہدی آئے ہیں اور ان کی آمد کے معتقدین موجود ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ گروہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کس راہ پر ان کے قدم چلے آیا یہ صراط انبیاء پر ہیں یا صراط ضد انبیاء پر۔ یہ صراط مفاد پرستان وگمراہ پر تھے۔ کسی ہادی برحق کے سامنے نہ ہونے یا کسی کی موت کے بعد گمراہ راستے پر چلنے اور دعوت دینے کا یہ سلسلہ سامری سے شروع ہوتا ہوا فرقہ باطنی تک پہنچا ہے۔ فرقہ باطنی نے جدید وصی اور مہدی کے ذریعے خلائق کو گمراہ کیا ہے لہٰذا اس باطل ومبدعہ سنت وتصورات سے حق وحقیقت کو ثابت نہیں کرسکتے۔

۲۔ مہدی ایک خاص فرد کا نام ہے جس نے دعویٰ کیا ہے یا کسی قوم نے اس کے بارے میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ ہم سب کا ہادی ورہبر ہے اس قسم کے مہدی مدعی دو قسم کے ہیں۔ ایک نے اپنے تمام تشخصات وامتیازات واضح وروشن کئے ہیں وہ خود کو گمنام مجہول الحسب ونسب سے نکال کر اپنا تعارف کراتے ہیں۔ ایک دوسرا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ ہم خلق الٰہی کی ہدایت ورہبری کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں بشر کی ہدایت ہو اور ہم انہیں مشکلات ومصائب اور بدبختیوں سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔

ولادت امام مہدی کے بارے میں وارد روایات کا تمحیص:

استبعاد وجود امام سے دفاع:

روایات فریقین اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع سے دو مہدیوں کا تصور سامنے آتا ہے ایک مہدی جس کا کوئی حسب نسب، صفات، حلیہ اور شناخت کچھ بھی معلوم نہیں صرف ان کی آمد کا ذکر ہے زیادہ سے زیادہ آل محمد کا ذکر ہے لیکن وہ آل محمد کے کس خاندان سے ہونگے اس کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرا مہدی اہل تشیع کا ہے جو نسل امام حسن عسکریؑ سے ہوگا جنہوں نے ۲۶۰ھ ق میں وفات پائی ہے اہل تشیع کی روایات کے تحت امام مہدی کے نسب کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے بعض کا کہنا ہے امام عسکری لاولد گزرے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ وہ امام حسن

عسکریؑ کی پشت سے ہے تاہم وہ اپنی جگہ پیچیدہ اور غموض سے پُرکثیر سوالات کا بھی حامل ہے۔ جس نے اس فرقے کے بڑے بڑے نوابغ علماء وفضلاء، فلسفہ کلامی وسائنسی علوم کے حامل تمام افراد کو سرگرداں وبے دست وپا چھوڑا ہے وہ اہم سوالات یہ ہیں:

ا۔ آپ کی ولادت اپنی جگہ شکوک وشبہات سے پُر ہے۔ ایک طرف علمائے انساب نے امام حسن عسکریؑ کو لاولد کہا ہے اسی وجہ سے ان کی متروکات ان کے بھائی جعفر بن علی اور والدہ کے درمیان تقسیم ہوئی ہیں۔ دوسری طرف ان کی والدہ کو متعدد ناموں سے پکارا جاتا ہے جو تشکیک آور ہے۔ خاص کر علامہ محدث قمی نے اس بارے میں افسانہ گوئی کی ہے کہ امام مہدی کی والدہ کا عقد امام حسن عسکریؑ سے عالم برزخ میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے توسط سے ہوا ہے جس کی کوئی منطق نہیں ملتی اور نہ ہی اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔

۲۔ آپ کا طفل ہونا ہے جسے عرف متشرعہ میں طفل غیر ممیز کہا جاتا ہے جو خود محتاج مرّبی وکفیل رہتا ہے لہٰذا ایسا انسان کیسے امت اسلامیہ کا مرّبی اور کفیل وسرپرست بن سکتا ہے۔

۳۔ ۲۶۰ھ ق سے اب تک بارہ سو سال بنتے ہیں اس قدر طول عمر نے آپ کے وجود کو اہل فکر و دانش اور حقائق کی جستجو کرنے والوں کیلئے لمحہ سوالیہ بنایا ہے۔

۴۔ امام کا معنی رعیت کے پیش رو، رعیت کے سامنے جوابدہ اور رعیت کے مسائل سے عارف وآگاہ ہونا ہے غیبت میں جانے کے بعد انسان کسی اور صفت سے تو متصف ہو سکتا ہے لیکن امام کی صفت سے متصف نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قیادت نہیں کر رہا لہٰذا ایسی صورت میں اس کے غیبت میں جانے کی کوئی منطق وحکمت اور فلسفہ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی غیبت میں رہ کر اُمت مسلمہ کی نگرانی کرنے اور ان کی قیادت اور رہبری کرنے کے داعیوں کے سامنے سوالوں کی بارش برستی ہے یہ چند ایسے محیر العقول سرگرداں کرنے والے سوالات ہیں جن کے جواب میں دو گروہ نکلے ہیں۔ ایک گروہ ڈنڈا بردار وں کا ہے جو اخراج از شیعہ اور اگر ممکن ہو سکے تو اخراج از دین بلکہ اخراج از دنیا کو استعمال کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ علماء ومحققین اور دانشوران کا ہے جو سائل کو مسائل کا عقل ومنطق سے جواب دینے کے لیے ڈانٹنے اور اس کی تذلیل وتحقیر کرنے کی بجائے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ذیل میں ہم ان سوالات میں سے بعض کے جواب دینے کی مساعی جمیلہ کرنے والے جید وممتاز اعلیٰ پایے کے محققین کے کلمات سے اقتباس پیش کرتے ہیں یہاں ہم ڈاکٹر عبدالہادی فضل اللہ آیت اللہ شہید محمد باقر الصدر آیت اللہ شیخ محمد حسین کاشف الغطاء کے رفع استبعاد پیش کرتے ہیں۔

[مجلہ، النجف شمارہ، اول، ذی الحجہ الحرام سنہ ۱۳۸۵، ص ۳۲]

عبداللہ حسین محمد علی نامی شخص نے مجلّہ النجف سے امام زمانہ کی طویل عمری کے بارے میں سوال کیا اور کہا آپ کے وجود کے بارے میں مجھے شک ہو رہا ہے اس سوال کا جواب اعضاء مجلّہ غرا نے علامہ عبداللہ ہادی فضلی جو اس مجلّے کے اراکین میں سے تھے انہوں نے وجود امام زمانہ کے بارے میں پہلے طریقہ فلسفی سے جواب دیا ہے۔

ا۔ کسی انسان کا اتنی طویل زندگی گزارنا عقلاً محال نہیں، محال اس وقت ہوتا ہے جب اس مسئلہ سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہو جبکہ ایک

انسان کے ہزاروں سال غیر عادی گزارنے سے اجتماع نقیضین نہیں آتا۔

۲۔ پھر راہ علم سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک عام انسان مخصوص حالات کے تحت (۱۴۰) سال زندگی گزارتا ہے وہاں یہ نہیں کہتے کہ دوسرے کو بھی (۱۴۰) سال زندگی گزارنا چاہیے بلکہ علم اس کی اجازت دیتا ہے۔ تاریخ میں آیا ہے بہت سے انسانوں نے اتنی طویل عمر گزاری ہے۔ علماء کے ہر فرقے نے ہر دور میں امام زمان کے وجود کے بارے میں چندین روایات سے استدلال کیا ہے۔

کسی مسئلے میں استبعاد رفع کرنے سے وہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ امکان کو ثابت کرتا ہے کسی چیز کے امکان ثابت کرنے سے وہ وجود میں آنے یا وجود ہونے کا یقین حاصل نہیں کر سکتا یہ آنے اور نہ آنے کے مساوی ہے طرفین اپنی جگہ باقی ہیں تعجب کی بات ہے شہید الصدر علیہ الرحمہ اور دیگر اساتید عبداللہ عبدالھادی فضلی کا یہ کہنا کہ عقل سائنس ایسے وجود کی طول عمر کو رد نہیں کرتے اگر اللہ چاہیں تو کوئی ہستی عمر طویل گزار سکتی ہے اور سائنس بھی ایسی طویل عمر کو شرائط کے ساتھ جائز قرار دیتی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا انسان نہیں ملا ہے کہ جس کو سائنس نے زندہ رکھا ہو چنانچہ اس مسئلے میں غفلت میں ڈالنے اور بے ہوش کرنے کے ہنر کو اپنایا گیا ہے۔

ا۔ عقل و سائنس نے اگر کسی کی طول عمر کا جواز دیا ہے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بھی طول عمر کے حامل ہیں بلکہ یہاں یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ وجود میں آئے ہیں اور اب تک زندہ ہیں دلائل کو دلیل قاطع کا حامل ہونا ضروری ہے یہ جواز اپنی جگہ ان آیات کریمہ سے ٹکراتا ہے جس میں آیا ہے

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ ﴿ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے ﴾ (آل عمران ۱۸۵)

﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ ﴾ ﴿ تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑ ے گی، گو تم مضبوط قلعوں میں ہو ﴾ (نساء ۷۸)

یا پیغمبرؐ سے کہا ہے

﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ﴾ ﴿ یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں ﴾ (زمر ۳۰)

یہ قاعدہ کلیہ قرآن ہے کہ ہر ذی روح ایک عمر گزارنے کے بعد فنا پذیر ہے۔ سائنس نے کوئی ایسا خلیہ پیدا نہیں کیا کہ جسے موت عارض نہ ہو سکے اور نہ سائنس نے اس کی اب تک کوئی مثال پیش نہیں کی نہ حیوانات میں اور نہ انسانوں میں بلکہ فلاسفہ کہتے ہیں مادہ اپنی جگہ دائم الحرکت ہے اور ہر چیز جو دائم الحرکت ہے وہ فساد پذیری سے نزدیک اور بوسیدہ ہوتی جاتی ہے۔

۲۔ جس ہستی کے موجود ہونے کے بارے میں دعویٰ کیا جائے اسے شکوک و شبہات سے مبراء ہونا چاہیے جبکہ آیت اللہ فضل اللہ نے فرمایا امام مہدی کے بارے میں ہمارے پاس دلائل عقلی نہیں ہمارے پاس یہ اخبار غیبی ہیں اور ہمیں اخبار غیبی پر ایمان رکھنا ہے اس لیے ہم مہدی پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی منطق اخبار غیبی پر ایمان رکھنے کی وجہ سے اہل حدیث نے بہت سے نامعقول عقائد گھڑے ہیں جیسے پیغمبر اکرم کیلئے غیر محدود معجزات، وجود خضر اور دجال وغیرہ کو ثابت کیا ہے۔ انہی دلائل میں سے ایک مہدی کی آمد کی خبریں ہیں ایک غیبی خبر کے بارے میں اس وقت شک و تردید نہیں جب یہ آیات محکمات اور روایات متواتر و مسلمات سے متصادم نہ ہو جبکہ عقل و منطق، دین شریعت، آیات محکمات

اورروایات متواترہ مسلمات ایسے اعتقاد کو مسترد کرتے ہیں۔

اس لیے ہم عصر حاضر میں ایسے مشکل مسائل کی حکمت اور فلسفہ تراشی کرنے والے چند نوابغ کا ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔اس سلسلے میں اپنے دور کی ایک شخصیت نابغہ آیت اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاءؒ متوفی ۱۳۷۳ھ ہیں آپ نے اکثر ممالک اسلامی کے دورے کئے اور عالم اسلامی کے ان اجتماعات میں شرکت کرنے والے سائلین کو بلا امتیاز جواب دیئے ہیں۔آپ کے بعد شہید آیت اللہ محمد باقر الصدر رضوان اللہ علیہ تھے ان کے بعد آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ کی شخصیت ہے یہ تینوں شخصیات اپنے دور کے سائلین کو قانع کنندہ جواب دینے والوں میں شمار ہوتی ہیں۔ان کے جوابات کو اپنی جگہ کافی شافی سمجھا جاتا ہے یہاں پر ہم آپ کی کتاب اصل واصول الشیعہ مطبوعہ متبعہ نجاح مرتضی کشمیری سنہ ۱۳۷۷ھ ص ۱۴۱ سے بحث امامت میں آپ کے بیان کو نقل کرتے ہیں آپ کا یہی بیان تھوڑے بہت فرق کے ساتھ شہید محمد باقر الصدر کا بیان ہے۔آپ لکھتے ہیں فرقہ امامیہ کا اعتقاد ہے اللہ سبحانہ روئے زمین میں بندوں پر اپنی حجت کا سلسلہ نبی اور وصی کی صورت میں یا ظاہر ومشہود یا غائب ومستور کی صورت میں جاری رکھتے ہیں۔چنانچہ نبی کریمؐ نے اپنے نواسے امام حسنؑ اورانہوں نے اپنے بھائی امام حسینؑ پر اوراسی طرح نص کا طریقہ امام مہدی منتظر تک بیان فرمایا ہے۔یہی سنت وصیت تمام انبیاءؑ میں آدم سے خاتم تک جاری رہی ہے اور جم غفیر علماء نے بہت سی کتابیں اثبات وصیت میں لکھی ہیں ان میں سے بعض مومنین کا نام ہم لکھتے ہیں جو صدر اول سے لے کر چوتھی صدی کے آغاز تک ہیں:

ہشام بن حکم

حسین بن سعید

حکم بن مسکین

علی ابن حسین بن فضل

ابراہیم بن محمد ابن سعید بن ہلال

احمد ابن محمد بن خالد برقی صاحب محاسن

عبدالعزیز بن یحییٰ

جلودی یہ پہلی اور دوسری صدی کے لوگ ہیں۔تیسری صدی میں:

علی ابن رئاب

یحییٰ بن مصعبات

محمد ابن احمد صابونی

محمد ابن حسن ابن فرّق

علی ابن حسین ابن مسعودی صاحب مروج الذھب

محمد ابن محمد ابن حسن طوسی

محمد ابن علی شلمغانی

موسیٰ ابن حسن ابن عامر وغیرہ ہیں۔

مسعودی نے اپنی کتاب اثبات وصیت میں لکھا ہے ہر نبی کے بارہ وصی ہوتے ہیں اور پھر ان سب کا نام لکھا ہے اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ کو جمع کیا ہے اس کے باوجود امام مہدی کے بارے میں اس قدر تکرار سے اعتراض غیر مسلمین اور غیر شیعوں کی طرف سے مسلسل جاری ہے ان کا کہنا ہے ایک ایسے امام کا عقیدہ جس کی کوئی نشانی نہیں اور جو نظروں میں نہیں آتا یہ عقیدہ انتہائی ثقیف اور غیر معقول عقیدہ ہے۔ پھر آیت اللہ نے ان سب اشکال واعتراضات کا جواب دینے سے پہلے اسے دو مطالب کی طرف برگشت دی ہے پہلی یہ کہ کیا اتنی طویل مدت تک باقی رہنا بعید از عقل ہے کہ ابھی تک ایک ہزار سال تک سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔

دوسرا امام کو غیبت میں رکھنے اور وجود میں لانے کو حکمت وفلسفے سے قاصر گردانا ہے جہاں تک طول عمر کا استبعاد ہے اسے بے جا گردانتے ہوئے انہوں نے یہ جوابات دیئے ہیں:

۱۔ ان معترضیں کے اذھان سے یہ حقیقت محو ہو چکی ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم میں نو سو پچاس سال زندگی گزاری ہے کہتے ہیں آپ کی عمر ایک ہزار چھ سو سال بلکہ آپ نے تین ہزار سال عمر پائی تھی۔

۲۔ حضرت خضر جن کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ وہ ابھی تک ہمارے درمیان میں موجود ہیں چنانچہ اہل تصوف واہل معرفت کا اتفاق ہے کہ انہوں نے خضر کو دیکھا ہے، خضر سے بہت کچھ سیکھا ہے اور ان سے سوال جواب کیئے ہیں جس کی تعداد اعداد وشمار سے باہر ہے۔

۳۔ مسلمانوں کا اتفاق ہے چار انبیاءؑ ابھی تک آسمان میں موجود ہیں ادریسؑ، عیسیٰؑ اور دو زمین میں الیاسؑ وخضر۔ خضر حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں۔

۴۔ اسی طرح طبعی عمر سے زیادہ عمر گزارنے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے سید المرتضیٰ نے امالی میں اور شیخ صدوق نے اکمال الدین میں بہت سوں کا ذکر کیا ہے جن کی عمر ۲۰۰ یا اس سے زیادہ تھی۔

۵۔ جو ہستی اپنی مخلوق کو ایک دن زندہ رکھ سکتی ہے وہ اسے ہزار سال بھی زندہ رکھ سکتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ یہ ایک خارق العادت عمل ہے جو قانون طبیعت سے باہر ہے۔

۶۔ آیت اللہ بزرگوار نے بہت سے مغربی فلاسفہ کے مقالات نقل کئے ہیں جیسے کہتے ہیں بعض مغربی فلاسفہ نے کہا ہے کہ انسان روئے زمین میں ایک طویل عرصہ زندہ رہ سکتا ہے چنانچہ بعض نے کہا ہے اگر ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو علی ابن ابی طالب ہمیشہ رہنے والے لوگوں میں سے ہوتے کیونکہ ان کے اندر صفات کمال واعتدال بطور کامل موجود تھیں۔ امام زمانہ کو غیب میں محفوظ رکھنے کی حکمت کے بارے میں اعتراض کے جواب میں آیت اللہ فرماتے ہیں کیا لوگ چاہتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ کی تمام حکمتوں اور مصلحتوں تک پہنچ چکے ہیں اور اسرار تکوین وتشریع سب کو درک کر چکے ہیں۔ یہ دعویٰ تو کوئی نہیں کر سکتا بلکہ بہت سے احکام آج بھی مجہول الحکمت ہیں جیسے حجر اسود کا بوسہ کرنا جو نہ فائدہ

دے سکتا ہے نہ نقصان اسی طرح مغرب کی نماز تین رکعت پڑھنا، عشاء چار رکعت پڑھنا اور صبح دو رکعت پڑھنے میں کیا حکمت ہے واضح نہیں۔ اسی طرح اللہ سبحانہ نے بہت سی مصلحتوں پر اپنے ملک اور مقرب نبی مرسل کو غافل اور نا آگاہ رکھا ہے جیسا کہ قیامت کب برپاء ہوگی یا بارش کب برسے گی یا ماں کے شکم میں کیا ہے۔ اسی طرح اسم اعظم، لیلۃ القدر اور ساعت استجابت دعاء ابھی بھی مجہول العلم ہیں۔ ہمیں حکمت کی بجائے یہ بحث کرنی چاہیے اگر یہ اخبار جو امام زمانہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اوصیاء معصومین کی طرف سے وارد ہیں تو ہمیں تسلیم ہونا چاہیے اعتقاد قائم کرنا چاہیے حقیقت جاننے کے بعد حکمت وسبب تلاش کرنا درست نہیں ہے، یہ ایمان نہیں ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اس اصل وجود کے بارے میں بحث نہ کریں اور اس کو اپنی جگہ پر چھوڑا جائے۔ امام مہدی کے بارے میں فریقین کی پیغمبر اکرمؐ سے روایات متظافر موجود ہیں جو ہمارے لیے کافی ہیں۔ جب بحث امامت میں وجود امام ثابت ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام ہوتا ہے زمین حجت اللہ سے خالی نہیں ہوتی۔ امام کا وجود لطف ہے اور امام کا تصرف لطف آلاخر ہے پھر حکمت وفلسفے کے بارے میں بحث کرنا بیہودہ ہے۔

آیت اللہ کاشف الغطاء یا آیت اللہ صدر یا فضل اللہ وغیرہ کے جوابات کو نقد ونقض سے گزارنے سے پہلے ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری اور ناگزیر سمجھتا ہوں جو ان جوابات کو غور وخوص اور دقت سے مطالعہ کرنے میں مددگار ثابت ہوگا:

۱۔ شخصیات کتنی ہی نبوغ علمی وفکری کیوں نہ رکھتی ہوں اور وہ خود کو محقق ومتلاشی حق اور غیر جانب دار پیش کرنے والا ظاہر کیوں نہ کریں، جب تک فرقے کا طوق ان کی گردن میں آویزاں ہوگا وہ زنجیر پابند سلاسل ہونگے اور حقیقت کو درک نہ کرسکیں گے اور اپنے فرقے کا دفاع کرتے رہیں گے۔ ایسے حالات میں دو تصور سامنے آتے ہیں یا تو یہ شخص یا یہ ہستیاں اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کرنے میں اتنی محو ہیں کہ وہ اس سے ماوراء کسی اور حقیقت کے تصور کا احتمال بھی نہیں رکھتے۔ ایسا شخص نہ آسمان میں ہے نہ زمین میں بلکہ وہ ہوا میں ہے۔ وہ کتنے ہی افکار کے نبوغت کا مظاہرہ کرتے ہوں یا دنیا ان کی کتنی ہی ثناء خواں کیوں نہ ہو، وہ ہوا میں ہونگے کیونکہ متلاشی حق کی کوئی سرحد نہیں ہوتی۔ اللہ کے وجود کو تسلیم کرنے والے کو بھی ملحد کمیونسٹوں کے اعتراضات کا جواب دینا پڑتا ہے۔ حق وحقیقت پر قائم رہنے والوں کا بھی ایسے سوالات کے جوابات دینے میں گونگا اور بہرہ دکھائی دینا اس بات کی نشانی ہے کہ یہاں ان کے پاؤں دلدل میں پھنس گئے ہیں۔

۲۔ یہ اشخاص معاشرے کے جبر کی وجہ سے حقیقت گوئی اور تحقیق سے برآمد ہونے والے بُرے نتائج سے خائف وہراساں ہیں لہٰذا ٹال مٹول اور اوپر نیچے کرکے ہیر پھیر سے جواب دیتے ہیں۔ وہ حق گوئی بھی رکھتے ہیں لیکن مذہبی ٹھیکے داروں اور پاسداروں کے تازیانے سے بھی اپنے جسم نحیف کو بچاتے ہیں گویا تقیہ کرتے ہیں۔ اس احتمال کی تائید ہم بعد میں بیان کریں گے۔

۱۔ رد استبعادات:

حضرت نوحؑ نے نوسو پچاس سال نبوت گزاری ہے یا اس سے زائد عمر گزاری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوحؑ حسب تصریح قرآن سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے اتنی عمر نبوت میں گزاری ہے یہ قرآن سے ثابت ہے ان کا آنا اور ایک عمر گزارنا قرآن کی تحدی سے ثابت ہے۔ آپ بھی امام مہدی کے ۲۵۵ھ میں پیدا ہونے اور ابھی تک زندہ ہونے کو ناقابل تردید دلیل محکم سے ثابت کریں۔

۲۔ جن انبیاءؑ کا ابھی تک زندہ ہونے پر امت اسلامی یا علماء تصوف ومعرفت کا اتفاق بیان کیا ہے یہ نقل گھاس کے تنکے کے برابر بھی

وزن نہیں رکھتی کیا نقل امت جاہل یا صوفی بنت باطنیہ کے قول بھی اہل اسلام کیلئے حجت ہیں۔

۳۔حضرت ادریس ؑ وخضر زندہ ہیں یہ اپنی جگہ ایک دعویٰ ہے یہ استبعاد مہدی کے بارے میں بھی موجود ہے لیکن خارق العادات عمل کیلئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔اگر عمر انسانی عادی عمر سے گزر جاتی ہے تو اس کی بقاء ہونے کیلئے دلیل محکم چاہیے چنانچہ ایک عورت کے شوہر کے غیب ہونے کے چند سال گزرنے کے بعد جب اس کا زندہ ہونا ثابت نہ ہو تو زوجہ کو طلاق اور جائیداد کی وراثت کی تقسیم کا حکم دیتے ہیں۔

۴۔قرآن کریم میں فرمایا ہے ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے پیغمبر اکرمؐ سے کہا گیا ہے آپ نے بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے اس حوالے سے حضرت ادریسؑ وحضرت عیسیٰؑ کو بھی موت کا ذائقہ چکھنا ہے کوئی آیت ایسی نہیں کہ حضرت ادریسؑ وحضرت عیسیٰؑ ابھی تک زندہ ہیں مگر یہ کہ آیات متشابھات کو روایات مشکوک سے استناد کریں۔

۵۔حضرت خضر اور الیاس بذات خود ایک موضوع ہیں کہ یہ لوگ نبی تھے یا نہیں یا خضر خود حقیقت میں موجود بھی تھے اور اب بھی زندہ ہیں یا یہ بھی باطنیہ کی اختراعات میں سے ہے جسے انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے گھڑا ہے۔

۶۔سید مرتضیٰ، شیخ صدوق اور بعض دیگر نے امام زمانہ کی عمر کے بارے میں معترضین کے جواب میں لکھا ہے استبعاد سے مسائل مدعا ثابت نہیں ہوتے جو موجود کو ایک دن کیلئے زندہ رکھ سکتا ہے وہ ہزاروں سال بھی زندہ رکھ سکتا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ جس ہستی نے انہیں پیدا کیا ہے اُس نے یہ قانون بھی بنایا ہے یہ موجودات عادتاً اتنی عمر کرتے ہیں مثلاً مچھر اتنی عمر کرتا ہے لال بیگ چیونٹی اور انسان اتنی عمر کرتا ہے فلاں درخت اتنی فلاں اتنی غرض ہر چیز کیلئے عمر معین کی گئی ہے۔اسی طرح عمر انسان عادتاً معین ہے اللہ سبحانہ نے قرآن میں بہت سے گذشتہ انبیاءؑ کا ذکر کیا ہے لیکن تمام کی نبوت کی عمر بیان نہیں کی سوائے حضرت نوحؑ کے کیونکہ حضرت نوحؑ کی نبوت کی عمر عادی عمر سے کئی گنا زیادہ ہے خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ اور آئمہ طاہرین نے ۶۰ یا ۶۵ سال سے زیادہ عمر نہیں کی۔اب اگر آپ امام زمانہ کی عمر کو ایک ہزار سال سے تجاوز کریں گے اور ابھی تک ان کے زندہ ہونے کے بارے میں قطعی ثبوت پیش نہیں کریں گے تو لامحالہ شک کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے۔

۷۔مغربی فلاسفہ کا یہ قول نقل کرنا کہ کسی موجود کا اگر توازن صحیح ہو تو اسے موت نہیں آتی اور یہ مثال دی گئی کہ اگر ابن ملجم کی تلوار علیؑ پر نہ چلتی تو انکے اجزائے تکوینی کا توازن ہمیشہ برقرار رہتا لہٰذا وہ ہمیشہ زندہ رہتے۔یہ منطق گرچہ سائنسی محققین سے منسوب ہے لیکن خرافات کوئی سے کم نہیں کیونکہ خاتم انبیاء جن پر تلوار نہیں لگی انہوں نے ۶۵ سال میں وفات پائی تمام انبیاءؑ نے وفات پائی۔امام جعفر صادقؑ نے ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی تو کیا ان کے مزاج میں عدم توازن پایا جاتا تھا۔

۸۔اجزائے تکوین میں توازن کے بعد وجود صفت فناء سے بری ہوتے ہیں یہ منطق علماء فلسفے کی اس منطق سے متصادم ہے جہاں فلاسفہ حرکت جوہری مادہ کے قائل ہیں کہ مادہ ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے اور حرکت مادے کی توانائی کھاتی ہے اور آخر میں کسی دن اسے بوسیدہ ہونا ہے۔لہٰذا یہ خرافات کوئی ہے۔آیت اللہ امام زمانہ کے وجود میں آنے کے بعد غیبت کے فلسفہ اور حکمت کے بارے میں ایک جواب مثبت قانع کنندہ دینے سے قاصر و عاجز ہونے کے بعد غصہ اور جدل کی سواری پر سوار ہو کر سائل کو ڈانٹنے پر اتر آئے اور کہا کیا ان لوگوں نے تمام احکام کی حکمت کو جان لیا ہے۔یا یہ لوگ تمام مصالح الٰہی تک پہنچ گئے ہیں اور اسرار تکوین وتشریع سب ان کے علم میں آگئے ہیں آیت اللہ اس سلسلے میں

چند مثالیں دیتے ہیں:

ا۔حجراسود کو بوسہ کرنا جو نہ فائدہ دیتا ہے نہ نقصان۔

۲۔نمازوں کی تعداد رکعت جیسے مغرب کی تین اور عشاء کی چار صبح کی دو وغیرہ۔یا قیامت کب برپا ہوگی یا بارش کب برسے گی۔اس جدل کا جواب واضح ہے جب کسی چیز کی حکمت وفلسفہ ایک زوایے سے بیان ہے تو کچھ زاویوں کو بغیر بیان چھوڑا ہے جب پہلا بیان اپنی جگہ محکم ہے تو دوسرے زاویے سے آگاہی حاصل نہ ہونا نقصان دہ نہیں ہے۔اصل نماز کی حکمت کا بیان ہے کہ نماز رمز عبودیت ہے اللہ کی یاد کا سبب ہے اب تین رکعت یا دو رکعت اپنے تناسب سے تینوں مذکر اللہ ہیں۔اسی طرح امامت کی حکمت بھی یہی ہے کہ امامت یعنی قیادت و رہبری اُمت سے شریعت زندہ ہوتی ہے،شریعت کا نفاذ ہوتا ہے،امت میں وحدت آتی ہے اور کفر وشرک سے لڑا جاتا ہے۔امامت سے ضعیف و کمزور وناتوانوں کو ان کا حق ملتا ہے لیکن کیا غیبت کے دور میں یہ فوائد حاصل ہو رہے ہیں؟ کیا شریعت کا نفاذ ہو رہا ہے کیا امت متحد ہے اور کیا اُمت کفر وشرک سے جنگ لڑ رہی ہے،کیا ضعفاء اور ناتوانوں کی احوال پرسی ہو رہی ہے یا اس کے برعکس تعطیل دین وشریعت ہے اور امت افتراق کا شکار ہے۔امامت سے امت عزیز ہوتی ہے صاحب عزت وآبرو بنتی ہے لیکن امامت غیبت سے امت ذلیل ہو رہی ہے۔

۳۔ایک چیز جو آیت اللہ عظمیٰ،بلیغ البیان فلسوف صاحب حکمت ہستی نے تنکے سے تمسک کرتے ہوئے مخالف کو لاجواب کرنے کیلئے مثال دی ہے کہ اسم اعظم،لیلۃ قدر اور ساعۃ استجابت دعاء کیا ابھی تک مخفی نہیں ہیں۔

حضرت آیت اللہ کاشف الغطاء جیسی عظیم نابغہ روزگار شخصیت کا ان خرافات اور بے سند مفروضات سے تمسک کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم اپنے مذہب کی رسومات کے حوالے سے کس حد تک بے بس اور بیچارے انسان تھے کہ یہ تک نہیں کہہ سکے کہ انہیں ان چیزوں کا علم نہیں تھا آپ بھی ہم جیسے مقلد اور عوام کے حامی ہیں کیونکہ ان چار چیزوں کا مخفی و پوشیدہ ہونا نص قرآن کے خلاف ہے آیئے دیکھتے ہیں:

ا۔اسم اعظم کے بارے میں قرآن میں آیا ہے اسم اعظم اللہ اور رحمٰن ہے ان دونوں میں سے بھی اللہ سے بڑھ کر کوئی اسم نہیں۔اللہ ہی جامع تمام صفات کاملہ ہے۔چنانچہ اس آیت کریمہ میں آیا ہے

﴿ادعو الله اوادعو الرحمن فله﴾ (کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو)اسراء ۱۱۰

۲۔قرآن میں لیلۃ القدر کی کئی مقامات پر کئی دفعہ تعریف ہوئی ہے اس کے باوجود اس کا نکرہ ہونا نا قابل ہضم ہے۔

ا)۔﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ ﴿یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا﴾(ا) ﴿ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴾ ﴿تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے﴾(۲) ﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴾ ﴿شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے﴾ (۳)﴿ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ﴾ ﴿اس (میں ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں﴾ (۴)﴿ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾ ﴿یہ رات سراسر سلامتی کی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)﴾ (۵)

۲)۔﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ ﴾ ﴿ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا﴾(بقرہ ۱۸۵)

اس سے معلوم ہے کہ لیلۃ القدر ماہ مبارک رمضان میں ہے۔

۳)۔روایات میں آیا ہے طاق راتوں میں ہے تو معلوم ہوا صرف ماہ مبارک رمضان کی طاق راتوں میں ہے تو ۱۵ راتوں میں نکرہ ہے۔

۴)۔کہتے ہیں پہلے عشرے کے بعد تلاش کرو تو دس راتوں میں نکرہ ہوئی۔

۵)۔کہتے ہیں تیسرے عشرے میں تلاش کرو تو پانچ راتیں رہ گئیں۔

۶)۔کہا جاتا ہے کہ تیئسویں اور ستائیسویں رات کے درمیان تلاش کریں۔لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔اس رات کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ اس قرآن کو اپنی درسگاہوں، عدالتوں، سیاستگاہوں اور تجارتی مراکز میں عملی طور پر نافذ کرنے کے طور وطریقہ بیان کرتے، انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان ایسی دعوت دینے کی بجائے دیگر اعمال میں خود کو سرگرم رکھتے ہیں۔مذہب حروفی نے اپنے منحوس وشوم اہداف ومقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انہیں ان راتوں میں بے سند دعاؤں کے لقلقہ، چیخ وپکار اور بے سند اور بے بنیاد قضائے عمری کی طرف راغب کیا ہے۔شب القدر کی راتوں میں اعصاب شکن شبینہ کی محافل کسی طور پر لیلۃ القدر سے مناسبت نہیں رکھتیں۔

ساعۃ استجابت دعا:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾ ﴿ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے ﴾ (بقرہ ۱۸۶)

دعا کی استجابت کا وقت مخفی ہے قرآن کریم کی آیات میں اللہ سبحانہ نے بندوں کیلئے کسی وقت مخصوص کی طرف اشارہ نہیں کیا بلکہ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وقت ہر آن اللہ کو پکاریں لہٰذا وقت کو معین کرنا بھی صوفیوں کا گھڑا ہوا کوئی کلیہ فارمولا ہے۔

اگر استجابت دعا کا وقت چوبیس گھنٹوں میں سے صرف ایک گھنٹے میں ہے تو پھر یہ آیت کہاں جائے گی جہاں اللہ نے خود فرمایا ہے (آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں) صوفیوں کے فارمولے کے تحت کیا اللہ غائب ہو جاتا ہے یا وزیروں کی ملاقات کی طرح اس کیلئے بھی ایک وقت معین ہے لہٰذا یہ سب صوفیوں کے گھڑے ہوئے وہ اوزار ہیں جو قرآن وسنت سے متصادم ہیں۔

آخر میں آیت اللہ نے امام زمانہ کے وجود اور حکمت غیبت میں اپنی بے بسی کو اپنی چھٹی حس سے درک کرنے کے باوجود فرمایا ''اگر آپ کے وجود کے بارے میں روایات متظافر ومستفید اور متواتر ہوں تو تسلیم ہونا ناگزیر ہے ہم مجبور ہیں۔'' آپ نے ساحل حقیقت میں لنگر لگانا چاہا لیکن ڈر کر تردد میں رک گئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حقیقت کوئی اور غالیوں کے بیچ تذبذب وتلاطم کی موج میں مستغرق ہونے سے بچنے کیلئے تقیہ اپنانا چاہتے ہیں۔ہم اس سلسلے میں آپ کو حق بجانب کہتے ہیں آپ پر مظالم گزرے ہیں پاکستان کے شہر کراچی میں شہادت ثالثہ کو

مختصر کرنے کی تجویز دینے کی وجہ سے آپ صرف ایک رات یہاں گزار سکے اور خود کو غالیوں کے غیض وغضب سے بچایا۔ آپ نے علم واجتہاد میں نبوغت بیانی وقلمی اور شہرت آفاقی کے باوجود مظلومانہ زندگی گزاری ہے۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں اور کیوں نہ کریں۔

۲۔ فقیہ محقق مدقق عالم بحاث محمد حسین کاشف الغطاء نے "اصل واصول الشیعہ" ص ۱۳۶ پر فرمایا ہے روایات میں آیا ہے کہ ہر دو راور ہر زمانے میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہ سکتا۔ آپ کا یہ قول چندین حوالے سے آیات قرآنی سے متصادم ہے چونکہ قرآن کریم میں ۲۵ انبیاءؑ کا ذکر آیا ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ بعض دیگر انبیاءؑ کا ذکر ہم نے نہیں کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ جن انبیاءؑ کی تعداد بیان نہیں ہوئی اسے اگر ۲۵ بھی فرض کریں تو یہ ۵۰ ہو گئے۔ ۵۰ انبیاءؑ تسلسل میں خلقت کائنات آدم سے لے کر اب تک کیلئے کافی نہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ بہت سے ادوار بغیر انبیاءؑ کے گزرے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کی اس آیت میں آیا ہے

﴿فَتْرَةٍ﴾ رسولوں کی بعثت میں فترت آئی یعنی وقفہ آیا ہے

﴿يَـا أَهْـلَ الْـكِتَـابِ قَـدْ جَائَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَائَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَانَذِيرٍ فَقَدْ جَائَكُمْ بَشِيـرٌ وَنَـذِيرٌ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ ﴿اے اہل کتاب! بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آ پہنچا ہے جو تمہارے لئے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی، برائی سنانے والا آیا ہی نہیں، پس اب تو یقیناً خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے﴾ (مائدہ ۱۹)

یہ نظریہ اس آیت سے متصادم ہے۔ اس کے علاوہ امیر المومنینؑ سے منقول نہج البلاغہ میں آیا ہے ہمارے نبی کریمؐ کی بعثت دیگر انبیاءؑ سے ایک کثیر وقفے کے بعد ہوئی ہے لہٰذا یہ کہنا کہ ہر دور میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے صریح آیات قرآنی اور کلمات امیر المومنینؑ سے متصادم ہے۔ ﴿أَرْسَلَهُ عَلَى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَطُوْلِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ وَانْتِقَاضٍ مِنَ الْمُبْرَمِ فَجَآءَهُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالنُّوْرِ الْمُقْتَدىٰ بِهِ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ﴾ (اللہ نے) آپؐ کو اُس وقت رسول بنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کا سلسلہ رُکا ہوا تھا اور اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسّی کے بل کھل چکے تھے چنانچہ آپؐ اُن کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قرآن ہے۔ (خطبہ ۱۵۶)

آیت اللہ شہید باقر الصدر اس سلسلے میں فرماتے ہیں وجود امام زمان کے مفروضے کو ہم دلائل امکان کے پاس رکھتے ہیں۔ دلائل امکان اپنی جگہ چند نوعیت کے ہیں۔

۱) **امکان عملی:** سابق زمانے میں ایک انسان کے سمندر کی تہہ میں یا فضا کے دوش پر یا آسمان کے ستاروں کی چھت پر سفر کرنے کو ممکن نہیں سمجھا جاتا تھا۔ انسان کا ہزاروں میل کے فاصلے پر اپنے عزیز دوست کی خیریت معلوم کرنا ناممکن عمل تھا لیکن اب نئی ایجادات کی وجہ سے یہ ممکن ہو چکا ہے اب یہ تمام امکانات ممکنات میں شامل ہیں۔

۲) **امکان علمی:** اگر ایک انسان خلا میں جانا چاہے تو یہ اس کیلئے ممکن ہے لیکن اگر کوئی شخص سورج کے اُوپر جانا چاہتا ہے تو یہ عمل امکانی نہیں ہے کیونکہ وہاں پہنچنے سے پہلے وہ خود جل جائے گا۔ کوئی ایسا وسیلہ ابھی تک کشف وایجاد نہیں ہو سکا جو انسان کو سورج کی تپش سے

محفوظ بنا لے۔

۳) امکان فلسفی: وہ امکان جس کا انسان کیلئے تجربہ کرنے سے پہلے اس کا درک کرنا محال نہ ہو یعنی تجربے سے پہلے وہ محال نہ ہوا سے امکان فلسفی کہتے ہیں۔ مثلاً تین انڈے بغیر توڑے دو آدمیوں میں مساوی تقسیم نہیں ہو سکتے یہ ناممکن ہے۔ مندرجہ بالا تین امکانات کو سامنے رکھنے کے بعد طول عمر کے حوالے سے ایسے وسائل وجود میں نہیں آئے کہ انسان کو زندہ رکھا جا سکے اور وہ شرائط و اثرات جو انسان کو بوڑھا کرتی ہیں انہیں روکا جا سکے۔ لیکن عقلی طور پر اگر کسی انسان کے بارے میں اللہ ایسا کرنا چاہے تو وہ عوامل و اسباب جو انسان کو موت یا بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچاتے ہیں انہیں معطل کر دے عقل اِسے محال نہیں گردانتی۔ لہٰذا امام زمانہ کو اللہ اتنی طویل عمر تک زندہ رکھے تو عقلی حوالے سے یہ اللہ کیلئے ناممکن نہیں وہ عوامل و اسباب کو معطل فرما سکتا ہے۔

ایک انسان اتنی طویل عمر پائے لیکن اگر اللہ چاہے۔ اس طرح یہ علمی حوالے سے بھی محال نہیں کہ اتنی طویل عمر نہیں ہو سکتی۔ سائنس نے انسان کے خلیے کے تجدد کو مورد مطالعہ قرار دیا ہے اور کہا ہے یہ محال نہیں۔ امام کو اللہ نے غیب کیا ہے ہمیں اللہ کے غیبی مسائل پر ایمان لانا ہے چونکہ صادق مصدق نے ہمیں خبر دی ہے۔ پیغمبرؐ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آپؐ نے حدیث ثقلین میں فرمایا میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اپنی عترت اہل بیت چھوڑ رہا ہوں یہ دونوں جُدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں ان دونوں میں وصل و ربط ہے کہ عترت کتاب کے ساتھ ہے۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے ہمارے بارہ خلیفہ ہیں اللہ کی مدد سے اُنکو ضرر نہیں پہنچتا۔ یہ حدیث اُس وقت صحیح ثابت ہوتی ہے جب امام ۱۲ میں محصور ہوں یہ خلفائے راشدین، امویین اور عباسئیں پر صادق نہیں آتی بلکہ اثنا عشری اماموں میں محصور ہوتی ہے۔ پیغمبرؐ سے ایک اور حدیث نقل ہوئی ہے کہ قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک فرد میرا ہم نام روئے زمین کا مالک نہ ہو جائے۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے پُر نہ کرے جس وقت زمین ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی اس قسم کی روایات اہل بیت سے کثرت سے آئی ہیں۔ لہٰذا امام مہدی حقیقت حدیث بھی ہیں جس طرح وہ امکان عقلی و عملی کے حامل ہیں۔ لہٰذا ہر اُس چیز کی تصدیق کرنی چاہئے جو محمدؐ سے ہمیں ملی ہے چاہے ہم اُسکے اسرار کو سمجھ سکیں یا نہ سمجھیں۔ مہدی اس منطق کے تحت ایک عقیدہ ثابت ہے کیوں کہ یہ ادلہ شرعیہ قطعی سے ثابت ہے جسکا انکار کرنا ناممکن ہے۔ علماء نے اس سلسلے میں بہت سے دلائل دیے ہیں۔ اور بعض اسرار کشف کئے ہیں لیکن ہم مسئلے کو مختصر کرتے ہیں کہ یہ پیغمبرؐ کی طرف سے ہمیں ملی ہوئی غیبی خبر ہے۔ الندوۃ میں آیت اللہ نے ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں فرمایا امام مہدی کے بارے میں ہمارا اعتقاد اخبار غیبی سے مستند ہے۔

اس سلسلے میں وارد آیات کے بارے میں ان کے راویان کی صحت وسقم کے بارے میں علم رجال کو دیکھنا ہوگا یہ راویان صحیح اور موثق ومعتبر ہیں یا نہیں دوسرے مرحلے پر ان روایات کے متن کو دیکھنا ہوگا۔ لیکن مندرجہ بالا ان تمام دلائل کا اس وقت معنی ومفہوم بنتا جب امام مہدی موجود ہوں۔ علماء ومحققین کے اس انداز کو استدلال طوراتی کہہ سکتے ہیں جہاں آپ حضرات نے اصل پر بحث کرنے کو چھوڑ کر فرع پر وارد اشکالات واعتراضات سے اصل کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ ایک قسم کی تدلیس ہے دھوکہ ہے ورنہ امام مہدی کے وجود کے بارے میں جو دلائل ہیں انہیں عقل سے پہلے نقل سے استدلال کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آیت اللہ فضل اللہ او محمد باقر حکیم نے وجود امام مہدی کو تنہا

روایات سے استناد کیا ہے کہ ہم تابع روایات ہیں اور روایات پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے۔

امام مہدی ابھی زندہ ہیں جبکہ دیگر مذاہب کا یہ نظریہ نہیں ہے اسی طرح ان کے وجود کا ہمیں کیا فائدہ ہے؟ وجودِ امام زمان کا ہماری عملی زندگی میں کیا فائدہ:[الندوۃ شمارہ ۸ صفحہ ۵۴۰] روایات میں آیا ہے لوگ امام مہدی سے اُن کی غیبت میں اسطرح فائدہ اٹھائیں گے کہ جیسے بادل کے پیچھے سے سورج سے اُٹھاتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں آیت اللہ فضل اللہ فرماتے ہیں یہ (تعلیلات) بات کہ امام سورج کی مانند ہے غیر واضح ہے لیکن ہم کہتے ہیں اس میں ضرور کوئی حکمت ہوگی جسے اللہ ہی جانتا ہے ہم اس سے غافل ہیں۔ ہمارا جس طرح جنت و جہنم پر ایمان ہے اسی طرح اس پر بھی ایمان ہے۔ ہم امام مہدی پر اس لیے ایمان لائے کیونکہ ہمارے پاس ان کے وجود کے بارے میں احادیث ہیں۔ ہم نے پیغمبرؐ اور آئمہؑ کی احادیث سے آگاہی حاصل کی ہے لیکن اس کا سر معلوم نہیں۔ ممکن ہے جو کچھ بعض مفکرین فرماتے ہیں وہ بھی ایک تفسیر ہو لیکن ہمارے نزدیک یہ ایک سر الٰہی ہے جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

غرض ہم یہاں آپکو ظہور امام زمانہ کے بارے میں چند نکات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں ملاحظ فرمائیں۔

ا۔غیر مسلموں میں ظہور امام زمانہ کے بارے میں تصورات کو امام زمانہ کے معتقدین کے کسی ایک گروہ میں خلاصہ کرنا محال ہے بلکہ امام کے بارے میں معتقدین میں بہت سے متضاد و متناقض و متعارض گروہ پائے جاتے ہیں۔ انہی میں یہود و نصاریٰ اور براہمہ بھی شامل ہیں۔

۲۔مسلمانوں کے بارے میں اس گروہ میں عام مسلمان یعنی شیعہ سنی سب آتے ہیں۔

امام مہدی کی آمد کے بارے میں بزرگ و نامور محققین علماء نے جن دلائل سے استدلال کیا وہ یہ ہیں۔

ا۔شہید الصدر علیہ الرحمہ نے امام زمانہ کے بارے میں لکھی ایک کتاب پر تقریظ لکھی ہے جس کا عنوان بحث حول المہدی ہے اس کے پاکستان میں دو مختلف ترجمے ہوئے ہیں۔ ایک قائد ملت آیت اللہ میر محمد حفظ اللہ نے کیا ہے جس کا نام مہدویت کا تصور ہے۔ دوسرے کا نام انتظار امام ہے۔ شہید الصدر نے اس کتاب میں امام زمان کے موجود ہونے کے بارے میں کہیں بھی دلائل سے استناد و استدلال نہیں کیا بلکہ آپ کے موجود ہونے پر وارد اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

۲۔ہاشم موسوی اپنی کتاب تشیع کے ص ۲۰۷ پر امام مہدی کی آمد کے بارے میں سید عبد اللہ شبر سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے اور اس سلسلہ میں وارد روایات متواتر نہیں تو متضافر ضرور ہیں۔ انہوں نے روایات بخاری، مسلم، ابی داود، ترمذی اور جامع رسل سب میں سے ۱۵۰ احادیث نقل کی ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر کتب میں ایک ہزار حدیث سے زائد ہیں۔ علمائے اہل سنت نے مسئلہ مہدی کو ایک مسلم مسئلہ گردانا ہے اور اس بارے میں وارد احادیث کو مستفیض اور متواتر قرار دیا ہے کہ ایک مہدی کا آنا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ عبد المحسن عباد مدرس جامع مدینہ سے نقل کرتے ہیں عقیدہ اہل سنت نے مہدی منتظر کے بارے میں جو روایات اصحاب سے نقل کی ہیں ان اصحاب کی تعداد (۲۶) ہے ان سے (۱۲۶) احادیث نقل ہیں جو کتب روایات اور تاریخ میں ۳۸ کتابوں میں آئی ہیں۔ ان سب میں آیا ہے کہ " اگر عمر دنیا میں صرف ایک دن باقی رہ جائے تب بھی اللہ ہم میں سے ایک فرد کو ظاہر کرے گا جو دنیا کو عدل سے پر کریں گے جس طرح وہ ظلم سے

پر ہوچکی ہوگی''۔پیغمبرؐ نے فرمایا:''مہدی ہم میں سے ہے اللہ ایک ہی رات میں اس کا بندوبست کرے گا''۔ظہور مہدی کا عقیدہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے یہ خاص شیعوں کا نہیں لیکن فرق شخصیت کے حوالے سے ہے۔لیکن جس دن وہ ظاہر ہونگے اور لوگ انہیں دیکھیں گے تو اختلاف ختم ہوجائے گا۔مہدویت جیسا کہ ذکر کرچکے ہیں کہ بہت سی اقوام مختلف اور متعدد مہدیوں کا انتظار کرکے گزرچکی ہیں،ابھی بھی بعض مہدی کی آمد کے معتقد ہیں ملت اسلامیہ میں شیعہ فرقے کے اثناعشری گروہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ ان کے گیارہویں امام حسن عسکریؑ کے فرزند غیبت میں ہیں اور وہ ان کے انتظار میں ہیں۔

عقیدہ رجعت:

رجعت:-[تاریخ مابعد ظہور تالیف سید محمد صدر ص ۸۹۵]

آیت اللہ محمد صدر نے رجعت کے مفہوم و معنی کی وضاحت میں چند احتمالات ذکر کئے ہیں:

۱۔رجعت سے مراد مہدی غیاب میں جانے کے بعد دوبارہ ظاہر ہونگے اسے رجعت کہتے ہیں یعنی غیب سے دوبارہ حضور میں رجوع کرنا یا دنیا کو عدل و حق کی طرف پلٹ کرلانا ہے۔

۲۔بعض مردے دنیا میں واپس آئیں گے لیکن کون ہونگے اس کا ذکر نہیں بعض روایات میں آیا ہے کافر خالص اور مومن خالص ظہور کرینگے۔

۳۔بعض آئمہ امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ رجوع کریں گے لیکن ان کا رجوع اپنی پہلی حالت سے مختلف ہوگا۔

۴۔آئمہ الٹی ترتیب سے رجوع کریں گے یعنی امام مہدی کے بعد امام حسن عسکریؑ اور ان کے بعد امام علیؑ الھادی موجودہ ترتیب کے خلاف آخر

میں امام علیؑ ظہور کریں گے اور دنیا پر حکومت کریں گے اس کے بعد آیت اللہ محمد صدر نے بعض آیات سے استناد کیا ہے۔

الایقاظ مزاحجۃ کے مقدمہ پر سید ہاشم رسولی اس کتاب کے مصنف لکھتے ہیں اس کتاب میں ۶۷۰ احادیث اور آیات سے استدلال کیا گیا ہے اصول اسلام اور فروعات میں کوئی ایسا باب نہیں کہ جس میں جتنی کثرت سے احادیث رجعت کے بارے میں آئی ہیں اتنی کسی اور موضوع کے بارے میں آئی ہوں اس کے علاوہ اثبات رجعت کے بارے میں آپ نے بڑی بڑی علماء وشخصیات کی تالیفات میں سے ۴۹ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

رجعت کے بارے میں سید ہاشم بحرانی اپنی تفسیر میں امام زمانہ سے متعلق آیات کو ایک مستقل کتاب کی شکل میں **المھجه البیضاء فی ما نزل فی قائم الحجه** کے نام سے یکجا کرکے سورہ بقرہ سے والعصر تک ۱۲۰ آیات اور مستدرک مجہ سے ۱۲ آیات یعنی قرآن کریم کی ۱۳۲ آیات سے استناد کیا ہے۔

جبکہ آیت اللہ شیخ محمد رضا مظفر اپنی کتاب عقائد امامیہ میں لکھتے ہیں عقیدہ رجعت ہمارے پاس ان روایات کی روشنی میں ہے کہ اللہ

ایک قوم کو ان کی اصلی صورت میں جس میں وہ دنیا میں تھے واپس لائیں گے تو ایک فریق عزیز ہوگا اور دوسرا ذلیل ہوگا اہل حق باطل سے اور مظلوم ظالم سے بدلہ لیں گے یہ اس وقت ہوگا جب امام مہدی ظہور کریں گے۔ یہ رجوع کرنے والے وہی ہونگے جن کے ایمان کا درجہ بھی سب سے اونچا ہوگا یا کفر وفساد کا درجہ بھی اپنی انتہا کو پہنچا ہوگا پھر یہ لوگ دوبارہ مرجائیں گے۔ اہل سنت اس کو کفر وشرک سے بدتر سمجھتے ہیں قول رجعت عند اہل سنت مستنکرات میں سے ہے عقیدہ رجعت رکھنے والے مستحق طعن ہیں۔

پھر علامہ مظفر اہل سنت کو اپنی نقد وتنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں اہل سنت کیوں اس موضوع کو اُچھالتے ہیں جبکہ عقیدہ رجعت نہ توحید سے متصادم ہے اور نہ نبوت سے بلکہ یہ توحید اور عقیدہ نبوت کو مستحکم کرتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ بعث ونشر پر قدرت رکھتا ہے یہ خارق العادت ہے جس طرح مردوں کو زندہ کرنا حضرت مسیح کے معجزات میں سے تھا بلکہ یہ معجزہ اس سے بڑھ کر ہوگا کیونکہ یہاں ہڈیاں بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کیا ہے پس ۷۹ کہتے ہیں یہاں ۲ اشکال رجعت کے بارے میں ہیں ایک یہ کہ رجعت محال ہے یا رجعت کے بارے میں وارد روایات جھوٹ پر مبنی ہیں اگر یہ دونوں ثابت ہو جائیں تب بھی رجعت پر عقیدہ رکھنا اتنا برا نہیں جتنا شیعہ دشمن سمجھتے ہیں۔ کتنے ایسے اعتقادات دوسرے فرقے بھی رکھتے ہیں جو اپنی جگہ محال نہیں ان کو کافر قرار نہیں دیا جاتا اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاتا ہے جیسے پیغمبرؐ کا سہو اور قرآن کا قدیم ہونا لیکن یہ دونوں بعثت ومعاد کی طرح ہیں دنیا میں بعثت کا ثابت ہونا دلیل ہے رجعت بھی ثابت ہے جہاں تک روایات کے جعلی ہونے کا تذکرہ ہے تو یہ روایات اپنی جگہ آئمہ سے ثابت ہیں متواتر ہیں غرض تمام غصہ نکالنے کے بعد آیت اللہ مظفر آخر میں لکھتے ہیں جو بھی ہو رجعت اصول اعتقاد میں سے نہیں جس پر اعتقاد رکھا جائے اور اس کو ثابت کیا جائے۔ یہ ثابت کریں دین میں عقائد اور فروع کے علاوہ کونسی چیز ہے جو عقائد اور فروع میں بھی نہ ہو۔ لیکن اُس پر اعتقاد رکھنا ضروری بھی ہو ہم اس لئے اس پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ آئمہ سے وارد روایات میں آیا ہے اور ہم ان کی عصمت کے معتقد ہیں ہر امور غیبی کی انھوں نے خبر دی ہے جب انھوں نے خبر دی تو اس کے وقوع ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

فضل اللہ اور رجعت:

آپ ندوہ شمارہ ۱۳ص ۷۶ ۲ پر فرماتے ہیں رجعت کے بارے میں وارد روایات سے مراد یہ ہے کہ شاید کچھ افراد مرنے کے بعد آخر زمان میں واپس دنیا میں آئیں گے وہ افراد آئمہ ہونگے لیکن یہ روایات اپنی تمام تر کثرت کے باوجود مضطرب ہیں لہٰذا بعض نے رجعت شخص کی جگہ رجعت حکم کو ترجیح دی ہے بہر حال رجعت کے بارے میں اتنی کثرت سے روایات ہونے کے باوجود آپ نے اس میں کسی قسم کا اظہار نظر کرنے سے احتیاط کی ہے۔

مہدی اور مہدیان:

امام مہدی کے بارے میں ان کا نام لینے اور انہیں کنیت سے پکارنے سے منع کیا گیا ہے یہاں تک کہا گیا ہے کہ ان کا نام یا کنیت کافر ہی لے سکتے ہیں مومن ان کا نام یا کنیت نہیں لے سکتا کہتے ہیں۔ امیر المومنین سے جب آپ کے نام کے بارے میں پوچھا گیا کہ آپ کا نام کیا

ہے تو فرمایا مجھے نبی کریمؐ نے حکم دیا ہے کہ ان کا نام نہ بتاؤں لہٰذا روایات میں آیا ہے کہ صاحب الدار صاحب الزمان صاحب دار حضرت ناحیہ مقدسہ رجل غریم غلام انہی روایات کو دیکھ کر علماء فقہا نے ان کا نام لینے پر حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ اسی طرح آپ کی غیبت کبریٰ میں کوئی شخص آپ کو نہیں دیکھ سکتا اگر کسی نے خروج سفیانی اور صیحہ آسمانی سے پہلے (قیامت برپا ہونے سے پہلے) آپ کو دیکھنے کا دعویٰ کیا تو وہ کذاب ہوگا۔ ان روایات کے مقابل میں بعض روایات میں مہدی کو ابا صالح یا ابا القاسم کہتے ہیں یہ نام کہاں سے آئیں ہیں اگر انہیں غیبت میں کوئی نہیں دیکھ سکتا ہے سفیانی اور صیحہ آسمانی سے پہلے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو یہ دیدار امام کے بارے میں کتابیں لکھنے والے حسن ابطحی، بہجت، بحلول اور ہاشم معروف وغیرہ نے کس کو دیکھا ہے یہ لوگ جو دعویٰ دیدار کر رہے ہیں اگر یہ جھوٹے ہیں تو ان کی کتابوں کو جلانا چاہیے پھینکنا چاہیے اور اگر یہ لوگ اپنے مدعا میں جھوٹے ہیں تو ان کی روایات کو کیوں نقل کرتے ہیں۔ ان کی کتابوں کو کیوں اہمیت دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ مہدی محمد و فاطمی سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ مہدی سلماسہ ہے جس کے بارے میں اتنی مضطرب اور متضاد روایات موجود ہیں اگر مہدی کو نہیں دیکھ سکتے تو یہ مسجد سہلہ اور مسجد جمکران میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کون کروا رہا ہے۔ بعض کا کہنا ہے آپ چہار شنبہ کو جمکران تشریف لاتے ہیں بعض دیگران کا کہنا ہے آپ چہار شنبہ کو مسجد سہلہ تشریف لاتے ہیں بعض کہتے ہیں آپ کے دیدار کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے جبکہ ابطحی و بہجت فرماتے ہیں ہم نے دیکھا ہے بعض کہتے ہیں ظہور نزدیک ہو چکا ہے جبکہ بعض دیگران کا کہنا ہے جو وقت متعین کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ ایسی بہت سے تضاد گویاں مہدیین کے درمیان رائج ہیں ذیل میں ہم ان کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

امام مہدی کے بارے میں مہدیون کی تضاد گوئیاں:

۱۔ بعض کا کہنا ہے امام مہدی تشریف لائیں گے۔

۱)۔ بعض کا کہنا ہے تشریف لا چکے ہیں۔

۲۔ بعض مہدیون کا کہنا ہے آپ کا نام، القاب اور کنیت زبان پر لانا حرام ہے۔

۲)۔ بعض دیگر کا اسرار ہے کہ آپ کو نام، القاب اور کنیت سے یاد کریں۔

۳۔ بعض مہدیون کا کہنا ہے آپ کے والد کا نام پیغمبرؐ کے ہم نام ہے۔

۳)۔ جبکہ بعض دیگر کا کہنا ہے آپ کے والد کا نام حسن عسکری ہے۔

۴۔ بعض کا کہنا ہے آپ کا نام محمد کی کنیت ابا القاسم ہے۔

۴)۔ جبکہ دوسرے مہدیون کا کہنا ہے جب ان کی شادی نہیں ہوئی تو یہ کیسے قاسم کے باپ ہوئے۔

۵۔ بعض کا کہنا ہے آپ سر من راء میں اپنے والد کے سرداب میں غائب ہوئے ہیں۔

۵)۔ دوسرے مہدیون کا کہنا ہے نہیں آپ آسمان پر گئے ہوئے ہیں۔

۶۔ بعض مہدیون کا کہنا ہے آپ اپنے والد کی وفات کے موقع پر پانچ یا چار سال کی عمر کے تھے۔

۶)۔ جبکہ دوسرے مہدیون کا کہنا ہے آپ اپنے والد کی وفات کے ۸ مہینہ بعد پیدا ہوئے۔

۷۔بعض کا کہنا ہے آپ کے والد کی وفات کے موقع پر آپ کی والدہ حاملہ تھیں۔
۷)۔جبکہ دوسرے کا کہنا ہے دو سال انتظار کرنے کے بعد بھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا ہے۔
۸۔بعض کا کہنا ہے آپ عراق کے شہر حلہ کے سرداب میں چھپ گئے ہیں۔
۸)۔جبکہ دیگر کا کہنا ہے آپ جزیرہ خضرا میں ہیں۔

تاریخ اسلام میں نبی کریمؐ کے بعد سے اَب تک بہت سے لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے۔[فرق اسلامی ص ۵۶]فرق اسلامی میں سے بعض حضرات نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے اپنی پسند کے فرد کو مہدی منتظر گردانا ہے جنہیں ان کی موت یا قتل ہو جانے کے بعد ان کی موت کا انکار کر کے انھیں منتظر مہدی کہا گیا۔دعوی مہدویت کرنے والے دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔

۱) خود اُن ذوات نے از خود کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والوں کی مخالفت کی ہے لیکن اُن کی حیات کے بعد انہیں مہدی کا لقب دیا گیا اور یہ نظریہ اپنایا کہ وہ غیبت میں چلے گئے ہیں۔

۲) خود یہ دعوی کیا ہے کہ ہم ہی وہ مہدی ہیں جنکا انتظار کرنے کیلئے روایات میں کہا گیا ہے۔

یوں مختلف فرقوں نے درج بالا ذوات کو اپنے اپنے دور میں اُن کی وفات کے بعد امام مہدی قرار دیا:

مسلمان متفق ہیں کہ آخری زمانہ میں مہدی کا ظہور ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کریں گے جس طرح پہلے ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ابن خلدون نے اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے مہدی کے بارے میں روایات متواتر ہیں۔بعض مؤلفین نے اس سلسلے میں وارد روایات کی تعداد ۳ ہزار تک بتائی ہے لیکن مسلمانوں میں اختلاف اِس بات پر ہے کہ وہ مہدی کون ہے اور اس کا تعین کون کرے گا۔بعض نے کہا وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے آخری زمان میں مبعوث ہونگے۔اور ان کا نام و نسب معلوم نہیں اس سلسلے میں سید محسن امین نے اعیان شیعہ میں کہا ہے جن لوگوں نے اِن کا نام و نسب محمد ابن حسن عسکری بیان کیا ہے ان پر بہت سے اعتراضات ہوئے ہیں اُن میں سے ایک اہم اعتراض طول عمر ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اتنی طویل عمر دینے کی کیا منطق ہے۔

ظہور مہدی:[عقائد باطنیه وحکم اسلام فیها ص ۳۲۷ دکتور صابر طعیمه]

ظہور مہدی موعود کا تصور دین میں انحراف کا ایک کھلا دروازہ ہے۔
۱۔زرتشت فارس کا اعتقاد ہے کہ ہم منتظر ہیں ظہور بہرام شاہ کے۔
۲۔یہودیوں کا بھی اعتقاد ہے بشریت کی نجات دینے والے آئیں گے۔
۳۔مسیحیوں کا اعتقاد ہے کہ مسیح سولی پر چڑھنے کے بعد دوبارہ آئیں گے۔
۴۔شیعہ امامیہ کے تمام فرقوں نے اپنے پیشواؤں کی موت یا شہادت کے بعد انہیں مہدی موعود قرار دیا ہے وہ لوگ ان کے انتظار میں ہیں۔

اسی طرح جب بھی ادیان میں کرب و اضطراب اور پریشانی کے حالات جنم لیتے ہیں اور وہ بے بس ہو جاتے ہیں تو انسان ایک نجات

دہندہ کا متوقع اور منتظر ہوتا ہے۔بعض ایسے حالات اور مواقع میں حالات کو مناسب سمجھ کر ایسا دعویٰ کرتے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قوموں اور ملتوں کے انتظار کی گھڑیاں گزرنے کے بعد آیا کسی قوم کو مصیبت سے نکالنے کیلئے ابھی تک کوئی مہدی آیا بھی ہے یا نہیں؟

عقیدہ مہدی تصور اقوام وملل:

۱۔یہ تصور قوموں کا نہیں بلکہ ہر قوم کے مفاد پرستوں اور منافقین کا تصور ہے۔مثلاً مسیح کی آمد کا تصور تمام مسیحوں کا تصور نہیں بلکہ ان کے فرقہ ضالہ وگمراہ مسیحوں کا عقیدہ یا شعبدہ ہے۔

۲۔اس تصور کے نام سے اب تک گمراہ لوگ وجود میں آئے ہیں۔

۳۔یہ کلمہ اپنی جگہ خود ساختہ کلمہ ہے کیونکہ اللہ کی طرف سے انبیاء آئے ہیں جنہیں قرآن کریم میں ہادی کہا گیا ہے۔

۴۔جہاں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے وہ اہل باطل،گمراہ اور مفاد پرستوں کا ٹولہ ہے جہاں امام زمانہ کو قید خانہ میں محبوس تصور کر کے ان کی رہائی کیلئے دعائیں کرتے ہیں،ان کی سلامتی کے نام سے صدقات جمع کرتے ہیں اور ان کے نام سے عمارتیں بناتے ہیں بلکہ ان کے نام سے فاحشہ خانے بنائے جاتے اور مال اکٹھا کیا جاتا ہے۔

تیسری دلیل،قرآن کریم کی آیات سے استدلال:

امام زمان کے وجود وظہور کے بارے میں علمائے اعلام نے بہت بسط قلم صرف کیا ہے خاص کر محدث حر عاملی اور مفسر بحرانی دونوں نے اس بارے میں الگ الگ کتاب تصنیف کی ہے۔

ہم امام مہدی کے بارے میں وارد آیات کو اصول اور برھان حجیت کی مشین سے گزاریں گے اور دیکھیں گے کہ علمائے اعلام نے کتنی صاف وشفاف آیات محکمات سے استدلال کیا ہے۔پہلے مرحلے میں ان آیات کو پیش کرتے ہیں جنہیں سید ہاشم بحرانی نے اپنی کتاب ''محجۃ البیضاء'' میں پیش کیا ہے۔اس سلسلے میں محدث بحرانی نے **المحجة فيما نزل في القائم الحجته** میں ۱۲۰ آیات کریمہ سے امام مہدی کے وجود کے بارے میں استدلال کیا ہے۔

﴿ **قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ** ﴾ ﴿ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے وہ تو تمہیں اس لیے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرمادے اور ایک مقرر وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے،انہوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان خداؤں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے اچھا تو ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل پیش کرو﴾ (ابراہیم ۱۰)

﴿ **قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ** ﴾ ﴿آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ رکھیں جبکہ اسی نے ہمیں ہماری

راہیں سجھائی ہیں ۔واللہ جوایذائیں تم ہمیں دو گے ہم ان پر صبر ہی کریں گے ۔توکل کرنے والوں کو یہی لائق ہے کہ اللہ ہی پر توکل کریں ﴾(ابراہیم ۱۱)

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ ﴿تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے ﴾(کہف ۱۱۰)

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ﴾ ﴿آپ کہہ دیجئے! کہ میں تو تم ہی جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو، اور ان مشرکوں کے لیے (بڑی ہی) خرابی ہے ﴾(فصلت ۶)

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴾ ﴿آپ سے پہلے کسی انسان کو بھی ہم نے ہمیشگی نہیں دی، کیا اگر آپ مر گئے تو وہ ہمیشہ کے لیے رہ جائیں گے ﴾(انبیاء ۳۴)

﴿فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴾ ﴿اس کی قوم کے کافر سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے، یہ تم پر فضیلت اور بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اگر اللہ ہی کو منظور ہوتا تو کسی فرشتے کو اتارتا ،ہم نے تو اسے اپنے اگلے باپ دادا کے زمانے میں سنا ہی نہیں ﴾ (المومنون ۲۴)

﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴾ ﴿اور سرداران قوم نے جواب دیا جو کفر کرتے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں خوشحال کر رکھا تھا کہ یہ تم جیسا ہی انسان ہے تمہاری ہی خوراک یہ بھی کھاتا ہے اور تمہارے پینے کا پانی ہی یہ بھی پیتا ہے ﴾(المومنون ۳۳)

﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ﴾ ﴿اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے ﴾(بقرہ ۲)

میں یحییٰ ابن ابی القاسم نے امام صادقؑ سے ﴿وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴾ ﴿اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی ؟ سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ﴾(یونس ۲۰)

میں داؤد ابن کثیر رقی نے امام صادق کے حوالے سے ﴿الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴾ ﴿جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں ﴾(بقرہ ۳) سے استدلال کیا ہے۔

﴿ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾﴿ ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے تم نیکیوں کی طرف دوڑو جہاں کہیں بھی تم ہو گے، اللہ تمہیں لے آئے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ﴾ (بقرہ ۱۴۸) علی ابن ابراہیم نے ابن ابی عمیس سے انہوں نے منصور بن یونس سے انہوں نے امام باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت امام زمان کے بارے میں ہے۔ ﴿ أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ أَئِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ ﴿ کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ بلند و بالا ہے ﴾ (نمل ۶۲)

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴾﴿ اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال و جان اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے ﴾ (بقرہ ۱۵۵)

محمد ابن مسلم نے امام جعفر صادقؑ سے امام زمان کی شان میں ہونا بیان کیا ہے۔ بشر صابرین سے مراد بشارت خروج امام زمان لیا ہے۔

﴿ أَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴾﴿ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴾ (آل عمران ۸۳)

رفاعہ بن موسیٰ نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے یعنی کائنات سماءً و طوعاً امام زمانہ کے تصرف میں آئے گی۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾﴿ اے ایمان والو! تم ثابت قدم رہوں اور ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور جہاد کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم مراد کو پہنچو ﴾ (آل عمران ۲۰۰) قاسم بن عروہ نے برید معاویہ ادبی سے نقل کیا ہے رابطوں سے مراد رابطہ و امام المنتظر ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ﴾﴿ اے اہل کتاب! جو کچھ ہم نے نازل فرمایا ہے جو اس کی بھی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور انہیں لوٹا کر پیٹھ کی طرف کر دیں یا ان پر لعنت بھیجیں جیسے ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی اور اللہ کا حکم پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ ﴾ (نساء ۴۷)

جابر ابن یزید جعفی سے نقل کیا ہے یہ آیت امام زمانہ کے بارے میں ہے۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾﴿ اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری رسولؐ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسولؐ کی طرف، اگر

تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے﴾(نساء ۵۹)

یہ جابر ابن عبداللہ انصاری سے نقل ہوا ہے یہ آیت امام مہدی کے بارے میں ہے۔

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُوْلَئِكَ رَفِيقًا﴾ ﴿اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں﴾(نساء ۶۹)

اولیک رفیقا سے مراد امام زمانہ ہیں تفسیر قمی جلد ا صفحہ ۱۴۲

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلاَ أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى وَلاَ تُظْلَمُونَ فَتِيلًا﴾ ﴿کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم کیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نمازیں پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ پھر جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا تو اسی وقت ان کی ایک جماعت لوگوں سے اس قدر ڈرنے لگی جیسے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور کہنے لگے اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں تھوڑی سی زندگی اور نہ جینے دی آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی سودمندی تو بہت ہی کم ہے اور پرہیزگاروں کے لئے تو آخرت ہی بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ستم روا نہ رکھا جائے گا﴾(نساء ۷۷)

اجلِ قریب سے مراد ظہور امام زمانہ ہے۔

﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ ﴿اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لا چکے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے﴾(نساء ۱۵۹)

یکون علیہم شہیدا یہ ابی حمزہ نے شہر ابن آشوب سے نقل کیا ہے۔

﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ ﴿اور جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا، انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض و عداوت ڈال دی جو تا قیامت رہے گی اور جو کچھ یہ کرتے تھے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں سب بتا دے گا﴾ (مائدہ ۱۴)

یہ آیت بھی امام زمانہ کے بارے میں ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لاَئِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ ﴿اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی

ہوگی وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے، اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے ﴾ (مائدہ ۵۴)

حماد ابن عثمان نے سلیمان ابن ہارون سے نقل کیا ہے

﴿ أُوْلَـئِکَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴾ ﴿ یہ لوگ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لیے ایسے بہت سے لوگ مقرر کر دیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں ﴾ (انعام ۸۹)

یہ امام زمان کے بارے میں ہے۔

﴿ فَلَـمَّـا نَسُـوا مَـا ذُكِّـرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُـونَ ﴾ ﴿ پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتا پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے ﴾ (انعام ۴۴) امام زمان کے بارے میں ہے۔

﴿ أَوْ تَـقُـولُـوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَى مِنْهُمْ فَقَدْ جَائَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴾ ﴿ یا یوں نہ کہو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ راست پر ہوتے۔ سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے۔ اب اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتائے اور اس سے روکے۔ ہم جلد ہی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سزا دیں گے ﴾ (انعام ۱۵۷)

علی ابن رعاب نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت امام زمانہ کے بارے میں ہے۔

﴿ الـمص (۱) كِتَـابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾ ﴿ المص۔ یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں، سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہو اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے ﴾ (اعراف ۱-۲)

﴿ هَـلْ يَـنـظُـرُونَ إِلَّا تَـأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَائَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴾ ﴿ ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے، جس روز اس کا اخیر نتیجہ پیش آئے گا اور اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے، سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں۔ بے شک ان لوگوں نے اپنے آپ

کوخسارہ میں ڈال دیااور یہ جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہوگئیں ﴾ (اعراف ۵۳)

﴿ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ ﴿موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو، یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنادے اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں ﴾ (اعراف ۱۲۸)

﴿ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ ﴿جولوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توراۃ وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں ۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں ۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں ﴾ (اعراف ۱۵۷)

﴿ وَمِنْ قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴾ ﴿اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتی ہے اور اسی کے مطابق انصاف بھی کرتی ہے ﴾ (اعراف ۱۵۹)

﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ ﴿اور تم ان سے اس حد تک لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے ۔ اور دین اللہ ہی کا ہو جائے ، پھر اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان اعمال کو خوب دیکھتا ہے ﴾ (انفال ۳۹)

﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾ ﴿اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے تمام مذہبوں پر غالب کردے ﴾ (توبہ ۳۳)

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ ﴿اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے تمام مذہبوں پر غالب کردے اگر چہ مشرک برا مانیں ﴾ (توبہ ۳۴)

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴾ ﴿مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں ۔ یہی درست دین ہے تم ان مہینوں میں جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب سے لڑتے

ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے﴾ (توبہ ۳۶)

﴿ وَيَقُولُونَ لَوْلاَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴾ ﴿اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل ہوتی سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں﴾ (یونس ۲۰)

﴿ كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لاَيُؤْمِنُونَ (۳۳) قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلِ اللهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَنَّا تُؤْفَكُونَ ﴾ ﴿اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے، تمام فاسق لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔ آپ یوں کہیئے کہ کیا تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے، پھر دوبارہ بھی پیدا کرے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟﴾ (یونس ۳۴)

﴿ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لاَيَهِدِّي إِلاَّ أَنْ يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴾ ﴿آپ کہئے کہ تمہارے شرکا میں کوئی ایسا ہے کہ حق کا راستہ بتاتا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی حق کا راستہ بتاتا ہے تو پھر آیا جو شخص حق کا راستہ بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بغیر بتائے خود ہی راستہ نہ سوجھے پس تم کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو﴾ (یونس ۳۵)

﴿ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ لَيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ أَلاَيَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴾ ﴿اور اگر ہم ان سے عذاب کو گنی چنی مدت تک کے لیے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکار اٹھیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے، سنو! جس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے ٹلنے والا نہیں پھر تو جس چیز کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہیں گھیر لے گی﴾ (ہود ۸)

﴿ قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴾ ﴿لوط علیہ السلام نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا﴾ (ہود ۸۰)

﴿ حَتَّى إِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَائَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ وَلاَيُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴾ ﴿یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہونے لگے اور وہ (قوم کے لوگ) خیال کرنے لگے کہ انہیں جھوٹ کہا گیا فوراً ہی ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی جسے ہم نے چاہا اسے نجات دی گئی بات یہ ہے کہ ہمارا عذاب گناہ گاروں سے واپس نہیں کیا جاتا﴾ (یوسف ۱۱۰)

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴾ ﴿(یاد رکھو جب کہ) ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لیے﴾ (ابراہیم ۵)

﴿وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ﴾ ﴿اور کیا تم ان

لوگوں کے گھروں میں رہتے سہتے نہ تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور کیا تم پر وہ معاملہ کھلا نہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا کچھ کیا ہم نے (تو تمہارے سمجھانے کو) بہت سی مثالیں بیان کردی تھیں ﴾ (ابراہیم ۴۵)

﴿ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴾ ﴿ یہ اپنی اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے اور ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں ﴾ (ابراہیم ۴۶)

﴿ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴾ ﴿ کہنے لگا کہ اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی ڈھیل دے کہ لوگ دوبارہ اٹھا کھڑے کیے جائیں ﴾ (حجر ۳۶)

﴿ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴾ ﴿ فرمایا کہ اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے ﴾ (حجر ۳۷) ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ﴾ ﴿ یقیناً ہم نے آپ کو سات آیتیں دے رکھی ہیں کہ دہرائی جاتی ہیں اور عظیم قرآن بھی دے رکھا ہے ﴾ (حجر ۸۷)

﴿ أَتَى أَمْرُ اللهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ ﴿ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا، اب اس کی جلدی نہ مچاؤ تمام پاکی اس کے لیے ہے وہ برتر ہے ان سب سے جنہیں یہ اللہ کے نزدیک شریک بتلاتے ہیں ﴾ (نحل ۱)

﴿ وَأَقْسَمُوا بِاللهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ ﴿ وہ لوگ بڑی سخت سخت قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ نہیں کرے گا کیوں نہیں ضرور زندہ کرے گا یہ تو اس کا برحق لازمی وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ﴾ (نحل ۳۸)

﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴾ ﴿ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے ﴾ (حجر ۴۸)

[کتاب المحجة فیما نزل فی القائم الحجۃ صفحہ نمبر ۱۲۰]

قرآن کریم سے کسی مطلب پر استدلال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات اپنے کلمہ و کلام سیاق و سباق میں تنہا اس مدعا پر دلالت کرتی ہیں یہاں کسی روایت یا کسی مفسر کے قول کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس قسم کی آیات کو آیت محکمات کہتے ہیں اگر کسی آیت کو روایات سے استدلال کیا یا اس آیت کا شان نزول بتایا تو اسے استدلال آیت نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ استدلال روایت سے ہی ہوگا۔ علامہ بحرانی نے جن آیات قرآن سے امام مہدی اور آپ کے ظہور کے بارے میں استدلال کیا ہے وہ تمام کی تمام آیات امام مہدی کے بارے میں آیات متشابہ ہیں مفسر بحرانی نے ان آیات کو روایات ضعیف الاسناد یا روایات غالین سے استناد کیا ہے۔ قارئین خود اس بارے میں قضاوت کریں۔

ان آیات سے امام مہدی زمان پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ تمام آیات آیات متشابہات میں سے ہیں ان میں سے کوئی بھی آیت امام کی صفت کے بارے میں نص محکم نہیں بلکہ ظاہر الدلالہ بھی نہیں بلکہ یہاں آیات کہہ کر غالیوں کی روایت سے استدلال کیا گیا ہے جو کہ دھوکہ و فریب ہے ان آیات سے اس کی بو تک نہیں آتی یہ آیات ان آیات سے مطابقت رکھتی ہیں کہ اگر اہل دین و اہل حق قیام حق کیلئے شرائط

پورا کر کے قیام کریں گےتو اللہ ان کوغلبہ دے گا۔ان لوگوں نے تمام آیات کوروایات سے تاویل کر کے کہا ہمارے پاس آیات ہیں یہ ایک دھوکہ ہے کیونکہ انہوں نے آیات کہہ کرروایات پیش کی ہیں علامہ حلی نے امام زمانہ کی امامت پر۳۵ آیات سے استدلال کیا تھا اگر روایات اپنی جگہ صحیح ہونگی تو اس کواستدلال بہ سُنت کہا جا سکتا ہے یہ استدلال بہ آیت نہیں کہلا سکتا۔لہٰذا آپ ان آیات سے امام مہدی کے بارے میں استدلال نہیں کر سکتے۔فی زمانہ امام زمانہ کے موجود ہونے کے بارے میں نوابغ محققین نے متضاد دلائل عقلی وقرآنی وروائی اور فلسفہ تراشی سے استدال کیا ہے ذیل میں ہم ان بزرگان کے دلائل کی طرف اشارہ کریں گے۔

محدث کبیر حر عاملی نے ۱۲۰ آیات قرآنی سے آپ کے وجود پر استدلال کیا ہے جبکہ مرحوم آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ متوفی ۱۴۳۱ھ ق نے شمارہ ندوا ۃ میں اٹھائے جانے والے سوالات کے جوابات میں مکرر فرمایا ہے کہ آپ کے وجود کے بارے میں ہمارے پاس قرآنی دلائل نہیں ہیں اس کا معنی یہ ہوا کہ حر عاملی نے آپ کے وجود کے بارے میں آیات متشابھات سے استدلال کیا ہے جو فضل اللہ کو قبول نہیں تھا۔

چوتھی دلیل:روایات سے استدلال:

امام زمانؑ کے موجود ہونے اور ظاہر ہوکر تشریف لانے کی خبر بقول مہدیون نقل معتبر اور اخبار ثقہ سے ملی ہے لہٰذا اس خبر پر یقین کرنا ضروری ہے اسے رد نہیں کیا جا سکتا۔لیکن ایک ایسی ہستی جس کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ وہ پورے عالم بشریت کی نجات دھندہ ہوگی،اس کے وجود اور آمد کے لئے دلائل روائی وہ بھی جو ایک فرقے والوں کے نزدیک معتبر اور دوسروں کیلئے معتبر نہ ہوں ان سے امام مہدی کے وجود وظہور کے حق میں کیسے استناد کر سکتے ہیں علاوہ ازیں خود روایات کے حجت ہونے کے بارے میں علماء حدیث کے اقوال مضطرب وپراگندہ ہیں۔ بطور مثال اگر یہ اخبار آحاد ہے تو جو اخبار آحاد کو مانتے ہیں وہی لوگ اس سے مطمئن ہو سکتے ہیں لیکن جو اخبار آحاد کو نہیں مانتے وہ نہیں مانیں گے۔اسی طرح جو اخبار ثقہ کو حجت مانتے ہیں وہ اس سے مطمئن ہوں گے لیکن جو اخبار ثقہ کو تسلیم نہیں کرتے وہ اس سے مطمئن نہیں ہوں گے۔یا وہ افراد جو تواتر معنوی کو مانتے ہیں لیکن راویوں کا اہل دین ودیانت ہونا ضروری سمجھتے ہیں وہ فاسقین وفاجرین کی یا اہل باطل کی خبر متواتر پر مطمئن نہیں ہوں گے۔اور جو ان روایات کو نہیں مانتے وہ صرف آیات محکمات قرآن کو مانتے ہیں ان کیلئے یہ روایات قابل قبول نہیں ہوں گی۔ اسی طرح وہ افراد جو دلیل نقلی پر اعتماد نہیں کرتے اور دلائل عقل کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے ان کیلئے امام زمان کے وجود اور ظہور پر کوئی ایسی دلیل قائم نہیں جو تمام عقلاء کیلئے قابل قبول ہو۔ان لوگوں کیلئے جب تک امام زمان کے وجود پر دلیل عقلی قائم نہ ہو تو وہ دلیل نقلی پر اعتماد نہیں کریں گے۔اسی طرح صرف تجربہ اور حس کے قائل انسان جب تک اس نظریہ کو محسوسات میں نہیں دیکھیں گے تو وہ کیسے مانیں گے کیونکہ امام زمان کا وجود اور ظہور دونوں اس وقت دنیا میں ظلم کی چکی میں پسنے والوں کیلئے غیر محسوس ہیں۔لہٰذا علماء ومجتہدین کہتے ہیں جسے عقل رد نہیں کرے اسے عقل ثبوتی کہتے ہیں عقل اثباتی نہیں۔لہٰذا یہ خوشخبری صرف اس گروہ شیعہ کیلئے ہے جو اس اخبار کے ثقہ اور حجت ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ہم اس مسئلے میں ہر شیعہ کو قانع نہیں کر سکتے چہ جائیکہ اہل اسلام کے دیگر فرق ومذاہب کے علاوہ کافرین ومشرکین' کمیونسٹ اور ملحدین کو قائل کریں۔ اگر اس سلسلے میں کسی کے پاس مستند دلائل ہیں تو وہ ان دلائل کو سمعی ،بصری اور کتبی صورت میں سامنے لائے۔

روایات سے استدلال:

ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو قرآن قرآن کہہ کر سنت کو کنارے پر لگانے اور نبی کریم کی اہانت اور جسارت کی بنا پر اقوی جواز، جواز اہانت کا فتویٰ دے کر پاکستان میں توہین رسالت سے غلط استفادہ کرتے ہیں۔ کیا مسیحوں کی اسلام محمدؐ سے دشمنی کسی سے چھپی ہوئی ہے۔ اسی طرح ہم ان لوگوں میں سے بھی نہیں جو ببانگ دھل کہتے ہیں کہ ہم سنت رسولؐ کو نہیں مانتے کیونکہ یہ اصحابؓ کے ذریعے نقل ہوئی ہے۔ ہم ان لوگوں میں سے بھی نہیں جنھوں نے دین اسلام کی اساس و بنیاد کو منہدم کرنے اور اسے لنگڑا بنانے کیلئے جعلی احادیث کے ڈھیر لگا کر اصل سنت رسولؐ کو زمین کی تہہ میں چھپایا ہے۔ ہم قرآن کے ساتھ سنت رسولؐ کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ احادیث کو علماء احادیث کے مقررہ اصول کے تحت کسوٹیوں سے گزارا جائے۔ چنانچہ یہاں ہم مذکورہ روایات کو ان اصولوں پر پرکھیں گے۔

امام مہدی کے بارے میں وارد روایات کا تجزیہ:

روایات شریعت اسلام کا دوسرا مصدر ہیں۔ کوئی مسلمان جس طرح قرآن کو مسترد نہیں کر سکتا، سنت پیغمبرؐ کو بھی مسترد نہیں کر سکتا۔ یہ دونوں حسب فرمان رسولؐ نا قابل انفکاک ہیں۔ ان میں جدائی ممکن نہیں لیکن ایک فرق کے ساتھ کہ قرآن کریم کی آیات جیسی کوئی ایک آیت بھی نہیں بنا سکتے۔ اللہ نے یہ تحدی کی ہے لیکن یہ تحدی پیغمبر اکرمؐ کی سنت اور سیرت کو حاصل نہیں ہے اور نہ ہی اللہ نے اس کو بچانے اور اسکی حفاظت کی ضمانت دی ہے اور نہ خود رسول اکرمؐ نے بلکہ رسولؐ نے خود اپنی حیات میں محسوس کیا تو فرمایا میرے بعد اور میری حیات میں میرے اوپر جھوٹی احادیث نسبت دی جائیں گی اور یہ سلسلہ بڑھتا جائے گا۔ میں تمہیں اس سلسلہ میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہر وہ حدیث جو میرے نام سے منسوب ہوا سے غور سے دیکھو اور اس کو کتاب اللہ اور میری سنت قطعیہ و سنت مسلمہ سے ناپو تو لو اور موازنہ کرو۔

روایات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

۱: روایاتِ اہل سنت:

۔ جنہیں علمائے محدثین اہلسنت نے نقل کیا ہے چنانچہ حسب دعویٰ سب سے زیادہ یہی روایات ہیں۔ اہل تشیع کو امام مہدی کے موجود ہونے کے بارے میں سب سے زیادہ جس دلیل پر ناز وافتخار ہے وہ یہی روایات اہل سنت ہیں اور ان کے مطابق یہ روایات اپنی جگہ متواتر ہیں یہاں تواتر سے مراد وہ تواتر لفظی نہیں جسے عقلاء عالم تسلیم کرتے ہیں اور اس سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہتی بلکہ یہاں تواتر سے مراد حدیث سازوں کی اختراع کردہ تواتر معنوی مراد ہے۔ نقل در کتب کثیرہ مراد ہے جبکہ علم حدیث کے نزدیک تواتر سے مراد راوی ہے یا تواتر سے مراد یہ ہے کہ ان روایات کا روایاتِ متواتر ثابت ہونے کے بعد ان کے انکار کا موقع ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تواتر یقین آور ہے شک بردار نہیں۔

روایات سے استدلال کے بارے میں علمائے علم حدیث اہل سنت نے اور اہل تشیع نے روایات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ روایات صحیح ۲۔ روایات حسن ۳۔ روایات ضعیف

روایات صحیح اور حسن سے ہی استدلال کر سکتے ہیں۔اہل تشیع نے موثقہ کا اضافہ کیا ہے،جس کی کوئی دلیل نہیں روایات ضعیف کی جتنی بھی اقسام ہیں وہ سب مردود ہیں۔اگر کہیں احکام تکلیفی میں استدلال کر سکتے ہیں تو اصول عقائد میں ان سے استدلال نہیں کر سکتے روایات چاہے مجامع روایات اہل سنت سے تعلق رکھتی ہوں یا روایات مجامع اہل تشیع سے، ہمارے لیے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ہم دونوں روایات کو اصول مقررہ علم حدیث کے سانچے سے گزارنے کے بعد ان روایات کے متون کو دیکھیں گے کہ یہ روایات عقل مسلمہ، آیات محکمات اور روایات مسلمہ سے متصادم تو نہیں؟ ہم یہ دیکھنے کے بعد اُسے قبول کریں گے اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔کسی بھی روایت کا کسی کتاب حدیث میں ہونا چاہے اہل تشیع سے ہو یا اہل سنت والجماعت سے وہ کافی نہیں اگر کوئی کتاب کا حوالہ دے کر کسی روایت کو ڈھونتے ہیں تو اسے تدلیس اور دھوکہ کہہ سکتے ہیں،اس کو استدلال نہیں کہہ سکتے۔اسی طرح روایات کتاب میں ملنے کے بعد صاحب کتاب سے لے کر جہاں استنادکو انتہاء پر پہنچایا ہے اس کے درمیان تمام سلسلہ راوی اور قبول روایت کیلئے شرائط راوی معین ہیں اگر ابتداء یا انتہاء یا بیچ میں کہیں بھی کوئی راوی گر گیا یا مقطوع الابتداءمقطوع الانتہاءہومقطوع الوسط ہو یا ضعفاء کا واسطہ ہو تو وہ روایات قابل قبول نہیں ہیں۔

ذیل میں ہم ان روایتوں کا ذکر کرتے ہیں جو وجود ظہور امام مہدی کے بارے میں کتب فریقین میں آئی ہیں۔

۱۔وہ روایات جو کتب اہل سنت اور اہل تشیع دونوں میں آئی ہیں کہ نبی کریمؐ کے (۱۲) خلیفہ یا (۱۲) امام ہیں۔وہ روایات جن میں بارہ (۱۲) امام کہا ہے ان میں یہ تذکرہ ہے کہ وہ سب قریش سے ہیں۔ان کا کہنا ہے گیارہویں امام یعنی امام حسن عسکری نے وفات پائی ہے لہٰذا بارہویں امام وجود میں آئے ہیں اور وہ پردہ غیب میں ہے۔یہ عقیدہ اہل تشیع کے اثناء عشریوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ بحث سابق میں بتایا گیا ہے۔نبی کریمؐ کے خلفاء یا امام بارہ ہوں گے ان روایات کی سند اور متن دونوں کے بارے میں بحث شیعہ اہل بیت میں بیان کر چکے ہیں وہاں رجوع کریں۔

روایات اسلامی میں ایک مہدی کی آمد:

اب ہم اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں امام مہدی کے بارے میں واردروایات کی ایک تقسیم بندی کریں گے پھر ان روایات کی سند اور متن کے بارے میں تحلیل وتجزیہ کریں گے پہلے مرحلے میں اہل سنت والجماعت اور تشیع کے درمیان مشترکہ روایات کے مضامین ہیں۔

مہدی کے بارے میں روایات تواتر ہونے کا مضحکہ خیز لمحہ:

۱۔فریقین سنی شیعہ دونوں امام مہدی کے بارے میں روایات تواتر بلکہ تواتر سے بالا ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں یہ ایک لمحہ فکریہ یا سوالیہ نشان ہے کہ تواتر میں مذہب وصداقت شرط نہیں ہے یعنی خبر تواتر اسے کہتے ہیں جسے سب نے دیکھا ہے ان سب کا ایک مدعی باطل پر اتفاق ہونا عقلاء کے نزدیک محال ہے۔جب آپ کسی مدعی پر تواتر رکھتے ہیں تو کیوں دنیا آپ کے دعویٰ کو مسترد کرتی ہے تواتر دلیل عقلی ہے۔دلیل عقلی کا دائرہ اجتماع کی کثرت سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا دائرہ یہ ہے کہ تمام عقلا یعنی ہر ذی عقل اسے قبول کرے اگر آپ غیر مسلمین کو اس تواتر سے

قانع نہ کر سکیں تو کم از کم مسلمانوں کا تو اس پر متفق ہونا اور اس کا اعتراف کرنا ضروری اور نا گزیر ہے جبکہ یہ ایک نا گفتہ بہ حقیقت ہے کہ تمام اہل العالم کا اسے قبول کرنا تو چھوڑیں خود مسلمان اسے قبول نہیں کرتے اور مسلمان خود ان روایات پر اتفاق نہیں رکھتے۔

۲۔شیعہ حضرات کہتے ہیں ہم امام مہدی کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی کتب سے روایات تواتر رکھتے ہیں تو جس امام کے آپ معتقد ہیں اسے اہل سنت کیوں مسترد کرتے ہیں؟

۳۔امام مہدی کے بارے میں روایات سنی شیعہ دونوں اگر روایات کثیرہ کی حامل ہیں تو احکام فقہ میں دو تین روایات فقہی کے متضاد ہونے سے مسئلہ کیوں متنازع بناتے ہیں۔اس حوالے سے اتنی روایات اور آیات سے استدلال کرنے کے باوجود آپ کے درمیان میں تنازعہ کیوں بنتا ہے بطور مثال شیعہ آغا خانی کا کہنا ہے ہمارا امام حاضر ہے ہم آپ کے امام غائب کو نہیں مانتے۔شیعہ (بہرہ یا بورہ) کہتے ہیں ہمارے امام نے کئی سو سال آپ کے بعد حکومت کی ہے اور بعد میں غیبت میں گئے۔یہاں بہرہ آپ کے امام کو نہیں مانتے اسماعیلی آپ کے امام کو نہیں مانتے۔

۴۔اس کا مطلب یہ ہے جس تواتر و کثرت روایات کا آپ دعویٰ کرتے ہیں اس پر دوسروں کے شکوک وتحفظات ہیں۔اصل میں یہ روایات تواتر نہیں ہیں بلکہ ان کے کثیر کتب میں پانے کو آپ نے تواتر کہا ہے جبکہ اصطلاح حدیث میں تواتر ان روایات کو کہتے ہیں جو جس کتاب میں موجود ہیں وہاں سے تسلسل میں پیغمبر اکرمؐ تک یہ روایت تواتر ہو گی لیکن آپ نے چندین کتابوں میں ہونے کو تواتر بنایا ہے۔

۵۔آپ کا تواتر سے مراد تواتر لفظی نہیں بلکہ آپ کا اختراع کردہ تواتر معنوی ہے جسے آپ نے لاتعداد جعلی وخود ساختہ احادیث کو منوانے کیلئے وضع کیا ہے یہی وجہ ہے کہ جب جھوٹ حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو سچ سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور پھر جہاں کوئی سچائی پائی جائے تو لوگ اس پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔

کتاب ''المہدی'' کے مؤلف نے اپنی کتاب میں امام مہدی سے متعلق درج تمام روایات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کی کتب کا حوالہ دیا ہے۔معلوم نہیں کہ یہ حوالہ حقیقت رکھتا ہے یا نہیں چونکہ ایسے دعویٰ کی سند تو دیتے ہیں لیکن وہ سند مستند نہیں ہوتی۔اس میں کہا ہے کہ امام مہدی حضرت علیؑ وحضرت فاطمہؑ کی اولاد میں امام حسینؑ امام زین العابدینؑ اور اسی طرح تسلسل میں امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہوں گے۔اگر یہ روایات جیسا کہ صاحب تألیف نے نقل کیا ہے اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں موجود ہیں تو پھر اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان اختلاف ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ مہدی آئیں گے۔لیکن کب آئیں گے معلوم نہیں اور کس کی نسل سے آئیں گے وہ بھی معلوم نہیں۔پھر کہتے ہیں کہ مہدی امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہوں گے امام حسن عسکریؑ نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام مہدی آئے ہیں نہ کہ آئیں گے۔

ان روایات کے بارے میں بہت سے علماء نے دعویٰ تواتر کیا ہے جس میں علامہ غریفی، سید محمد صدر، حر عاملی، سید ہاشم بحرانی، علامہ مجلسی اور ہمارے ملک کے علامہ محسن نجفی وغیرہ شامل ہیں۔ہم نہ مکابر ہیں نہ معاند نہ فقیہ ہیں نہ مجتہد اور نہ محدث بلکہ ہم ان علماء اعلام کے بتائے ہوئے اصول وضوابط اور حدیث جانچنے کی کسوٹیوں سے ان احادیث کو ناپیں اور تولیں گے اور انہیں انہی کسوٹیوں سے گزاریں گے۔اس کیلئے

ہمیں ان احادیث کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہے:

ا۔وہ احادیث جو کتب صحہ ستہ میں وارد ہوئی ہیں چنانچہ اہل سنت کے علماء ومشائخ نے ایک امام مہدی کی آمد کے بارے میں دعویٰ کیا ہے اُن کا کہنا ہے ہمارے پاس مہدی کی آمد کے بارے میں احادیث کثیرہ اور متواترہ ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس قدر تواتر روایات ہونے کے باوجود اہلسنت اس کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ناقلین کا خود اُس پر ایمان نہ لانا اِن روایات کے مخدوش ہونے کی واضح دلیل ہے۔جو روایات اس سلسلے میں اُنہوں نے نقل کی ہیں وہ معنی عقلی تجزیہ کے نزدیک مخدوش ومشکوک اور کبھی غیر معقول نظر آتی ہیں۔اس سلسلے میں مخدوشات ملاحظہ فرمائیں۔امام مہدی کو نزول حضرت عیسیٰؑ سے مربوط کیا گیا ہے جبکہ وجود عیسیٰؑ کا زندہ ہونا اپنی جگہ ایک مشکوک وتحقیق طلب موضوع ہے تو کیسے ممکن ہے ایک مشکوک چیز سے عقیدہ پیدا کریں۔یہاں پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ عیسیٰؑ موجود ہیں یا نہیں کیونکہ بعض آیات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ موجود نہیں جیسے کہ یہ آیت ﴿ كُـلُّ نَـفْـسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ ﴿ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے (عمران ۱۸۵) سب نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

ا۔سند روایات متواتر:

روایات متواتر سے بہت سی کتابوں میں ہونا مرادلیا ہے جبکہ ان میں سے اکثر وبیشتر روایات مرسل ہیں تمام معنوں میں روایت متواتر سے مراد ان کی یہ نہیں کہ اس کا تسلسل حضرت محمدؐ سے ملتا ہے چونکہ یہ لوگ جعل سازی میں انتہائی مہارت رکھتے تھے بلکہ انہوں نے آج کل کی اصطلاح کے تحت تخصص کیا ہے۔لہٰذا انہوں نے سند روایات سے جان چھڑانے کیلئے ایک نیا قانون بنایا جسے آج کل آرڈیننس کہتے ہیں جسے حکمران آئین سازوں سے جان چھڑانے کیلئے استعمال کرتے ہیں جس سے کچھ دیر تک اسمبلی کو بے بس کیا جاتا ہے،اسی طرح انہوں نے سند سے جان چھڑانے کیلئے تواتر معنوی کو وضع کیا ہے کیونکہ اگر تواتر لفظی ہوتا تو اختلافات ناممکن تھا۔بطور مثال اتنی روایات کے ہوتے ہوئے اہل سنت والجماعت اس مہدی کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کے معتقدین کو اپنے شدید نقد کا نشانہ بناتے ہیں۔اس کے علاوہ خود فرقے سبائیہ کیسانیہ کے علاوہ ہر امام کی وفات پر انہوں نے اس امام کی مہدویت کا اعلان کیا ہے۔یہاں تک کہ اسماعیلیوں کا گروہ نزاری اور مستعلہ آغا خانی اور بہرہ دونوں اس مہدی کو نہیں مانتے۔لہٰذا وہ مجبور تھے کہ تواتر معنوی بنائیں۔تواتر لفظی کے حجت ہونے کی دلیل دلیل عقلی ہے کیونکہ یہاں دین ومذہب شرط نہیں ہے لہذا مختلف فرقوں کا ایک چیز پر اتفاق ہونا اس کی دلیل سمجھا جاتا ہے جیسے وجود بغداد،وجود قاہرہ یا خلفاء بنی عباس و بنی امیہ یا یزید قاتل حسینؑ کو تمام ملل ونحل مانتے ہیں لیکن تواتر معنوی میں انہوں نے اہل مذہب ہونے کی شرط قرار دی ہے اور ساتھ ہی متن حدیث میں بحث کرنے سے منع کیا ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سند اور قاعدہ دونوں جعلی اور خود ساختہ ہیں۔

۲۔جن کتابوں میں یہ احادیث آئی ہیں ان میں احتجاج طبرسی خود مجہول ہے۔یہ کس کی تألیف ہے یہ بھی واضح نہیں۔دوسرا اس کی مرویات تمام مراسلہ ہیں۔کفایت الآثر اس کا مؤلف کون ہے معلوم نہیں کہ ان کی روایات وہی ہیں جو اصول کافی میں آئی ہیں۔اصول کافی کی روایات کے بارے میں آیا ہے ان میں ۱۶۰۰۰ احادیث درج ہیں جس میں سے ۹۰۰۰ ضعیف ہیں۔اس کے علاوہ جن جن احادیث کو کلینی نے امام مہدی کے بارے میں نقل کیا ہے،علامہ مجلسی نے ان کی شرح کرتے وقت ان میں سے بہت سی روایات کو روایات ضعیف گردانا ہے۔جہاں

تک کتاب اکمال الدین و اتمام نعمہ کی جو روایات ہیں اس سلسلے میں واضح ہے کہ جناب شیخ الطائفہ شیخ صدوق قمی ہیں فقہا اور محدثین قمی کے بارے میں مجلّہ تراثناء میں نقل ہے سید المرتضیٰ علم الھدیٰ نے فرمایا ہے کہ تمام علمائے قم غالی ہیں سوائے شیخ صدوق کے۔ یہ ان کا استثناء ہے اب ہم اس استثناء کو علامہ مرتضیٰ علم الھدیٰ سے آنکھ بند کر کے قبول کریں یا اس کو بھی ہم نقد و نقض کی مشین سے گزاریں۔ یقیناً کوئی بھی قول کوئی بھی نقل نقد و نقض سے گزارے بغیر قبول نہیں کی جاسکتی لہٰذا ہم شیخ صدوق کی مرویات کو بھی نقد و نقض سے گزاریں گے۔ شیخ صدوق کی حیات کے بارے میں علامہ دوانی اپنی کتاب مفاخر الاسلام جلد ۳ ص ۱۶۷ پر لکھتے ہیں شیخ صدوق کو یہ افتخار حاصل ہے کہ آپ سلاطین آل بویہ رکن الدین کے دربار میں ہوتے تھے اور انہوں نے انہیں بہت مقام و منزلت دی تھی جبکہ آل بویہ فرقہ غالی زیدی سے تعلق رکھتے تھے تو پھر شیخ صدوق کیسے غلو سے بچ سکتے ہیں۔

۳۔ شیخ الصدوق کی ایک کتاب ''اعتقادنا'' ہے جس میں شیخ صدوق مرنے کے بعد انسان کی ارواح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انسانوں کی روحیں پرندوں میں گھستی ہیں اور پھر پرندوں کی صورت میں زمین پر آتی ہیں یقیناً انسان کی روح کا پرندے میں جانا اس کو اصطلاح عقائد میں تناسخ کہتے ہیں اور تناسخ عقائد غلو میں سے ہے۔ اس کے علاوہ آپ آئمہ کے بارے میں اعتقادات معجزات اور علم لامحدود کے قائل تھے۔

متن روایات:

ا۔ مذکورہ بالا نکات کے تحت ہم ان کی روایات کی سند کو تسلیم نہیں کر سکتے دوسرا کیا متن کے حوالے سے یہ روایات شکوک و شبہات سے عاری ہیں یا سند کی طرح متن بھی شکوک و شبہات سے پُر ہیں۔

۲۔ متن روایات سے مراد ان روایات کے الفاظ و کلمات اور عبارات ہیں ان کے کلمات و عبارات کے معنی و مطالب اپنی جگہ درست ہیں یا نہیں۔ ان روایات کے متون کو صحیح گردا ننے اور تشخیص کرنے کی بھی ایک مشین ہے لہٰذا اسے ان مراحل سے گزارنا ضروری ہے:

ا۔ عقل عقلاء سے: یعنی یہ روایات اپنی جگہ مسلمات عقل سے متصادم و متعارض نہ ہوں۔ اگر عقل سے متصادم ہونگی تو یہ روایات قابل قبول نہیں ہوں گی کیونکہ عقل ہی سے انسان نے قرآن کو کلام اللہ گردانا ہے اور عقل ہی سے حضرت محمدؐ کی نبوت کو پہچانا ہے اور عقل ہی سے اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کو پہچانا ہے۔ جہاں کوئی بات عقل کے خلاف ہو وہ کسی بھی حوالے سے قابل قبول نہیں ہوگی۔

۲۔ قرآن کریم کی آیاتِ محکمات سے متصادم نہ ہوں کیونکہ آیات قرآن بذات خود اساس اسلام ہیں۔ حضرت محمدؐ اس کے تابع و ماموم ہیں۔ وہ اس کتاب کی تعلیم دینے کیلئے بھیجے گئے ہیں لہٰذا اساس قرآن ہے قرآن سے متصادم و متعارض روایات قابل قبول نہیں ہیں۔

۳۔ روایات مسلمہ از رسول اللہ: وہ روایات جو تمام ملت اسلامیہ کے نزدیک مسلمات دین میں شمار ہوتی ہیں جیسے حج بیت اللہ کا اہم رکن وقوف عرفہ ہے جو ۹ ذی الحجہ کو ادا ہوتا ہے یا نماز چاہے واجب ہو یا مستحب قبلہ کی طرف رُخ کر کے پڑھنا ہے یا تمام اسلامی مہینے طلوع ہلال سے شروع ہوتے ہیں اور طلوع ہلال پر ختم ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے اس کو شمسی تقویم کی طرف پلٹانے کی کوشش کی تو یہ ضروریات اسلام کے خلاف ہوگا لہٰذا مسلمات دین میں شمار ہونے والی روایات سے متصادم روایات قابل قبول نہیں ہوں گی۔

۴۔روایات اپنی ابتداء سے انتہا تک ایک دوسرے سے متصادم نہ ہوں۔

۵۔روایات حقائق اور واقعیت خارجی کے خلاف نہ ہوں۔

۶۔روایت ایسی کثیر روایات یا مستفیض روایات جنہیں معتبرہ گردانا گیا ہے کے خلاف نہ ہو۔

ا۔یہ روایات قرآن کریم اور کثیر روایات سے متصادم ہے کیونکہ اس روایت میں کہا گیا ہے کہ زمین اللہ کی حجت سے خالی نہیں رہ سکتی حالانکہ آدمؑ سے ادریسؑ یا نوحؑ تک کوئی حجت نہیں تھی۔نوحؑ سے ابراہیمؑ تک کوئی حجت نہیں تھی اور حضرت عیسیٰؑ سے حضرت محمدؐ تک کوئی حجت نہیں تھی۔

۲۔آدم سے الی یومنا ھذا تک کتنے ہزار سال گزرے ہیں۔قرآن کریم میں بعثت انبیاء کے بارے میں ہمیں تین قسم کے انبیاء کا ذکر ملتا ہے۔

ا۔صاحبان اولی العزم۔یعنی صاحبان دین وشریعت:یہ پانچ انبیاء ہیں جن میں نوحؑ ،ابراہیمؑ ،موسیٰؑ ،عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کا ذکر آیا ہے۔

۲ ان کی شریعت کے مبلغ ومروج وداعی انبیاء جن میں سے تقریبا ۲۵ انبیاء کا نام قرآن میں آیا ہے۔

۳۔فرماتے ہیں ہم نے بعض انبیاء کا نام آپ کو بتایا ہے اور بعض کا نہیں بتایا۔یقیناً جو نام نہیں بتائے کم سے کم ان ۲۵ کے برابر ہوں گے یا ان سے کم ہوں گے کیونکہ استثناء کیلئے اکثر کا اقلیت سے استثناء نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اکثر سے اقل یعنی اقلیت کا استثناء ہوتا ہے یہ جو کہتے ہیں کہ انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اس کی کوئی سند نہیں سوائے ایک روایت کے۔یہ جو بعض روایات نقل کرتے ہیں کہ بعض اور ہستیاں بھی حجت تھیں لیکن مخفی ومستور تھیں یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی بھی شخصیت حجت مخفی ہونے کے بعد وہ حجت سے گر جاتی ہے۔جس طرح نمک سے نمکین اثرات گرنے سے وہ نمک نہیں رہتا۔اور شکر سے شیرینی ختم ہونے کے بعد وہ شکر نہیں رہتی ہے۔

۴۔امام بارہ ہونگے ایسی روایات تین نابالغ اماموں سے متعارض ہیں اگر امام نابالغ کی امامت کو ثابت نہیں کر سکتے تو امام ۹ ہونگے۔

۵۔اماموں کی تعداد بارہ ہونے سے متعلق احادیث بارہویں امام کی غیبت سے بھی متصادم ہیں کیونکہ جب امام غائب ہو جاتا ہے تو وہ امام نہیں رہتا ہے کیونکہ وہ قیادت ورہبری نہیں کررہے۔امام غائب ہونا ،امام کا مستعفی ہونا اور امام کو معزول کرنا یا وفات پانا سب ایک ہی حکم رکھتا ہے جب تک اسباب غیبت ختم ہو کر سامنے نہیں آئینگے وہ امام نہیں ہوگا۔

۳۔ہر دور میں امام کا ہونا اور اسکی معرفت ضروری ہے اور جس نے اپنے وقت کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرے گا یہ جواب منطقی ہے کیونکہ معرفت کا معنی واضح روشن اور آشکار ہے۔اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کیلئے امام کی شناخت کے تمام وسائل و ذرائع سہل وآسان ومیسر ہیں ورنہ یہ وجوب تکلیف مالایطاق میں شامل ہوگا۔امام لوگوں کی نظروں کے سامنے ہو اس میں کسی قسم کا شک وتردید نہ ہو،اس کے باوجود لوگ شناخت نہ کرسکیں تو جاہلیت کی موت مریں گے۔جبکہ غیبت کا معنی مجہول اور نا معلوم وغیر واضح ہے۔ممکن ہے ایسا امام بعض اسماعیلی فرقوں کے امام جو فی زمانہ موجود ہیں پر تطبیق ہو جائے وہ مختلف جگہوں کے دورے کرتے رہتے ہیں ان کی جائے سکونت معلوم ہے

اور جدید دور کے وسائل سے بھی اسے دیکھا جا سکتا ہے لیکن وہ امام جو پیدائش سے ہی غیبت میں ہو وہ کیسے پہچانا جا سکے گا نیز یہ کہنا کہ ان کا نام و کنیت لینا کفر کے برابر ہے۔ لہٰذا یہ روایت غیبت امام سے متصادم و متعارض ہے۔

اس کے علاوہ شیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب اکمال الدین و اتمام النعمہ جو امام زمانہ سے مختص ہے اس میں فرمایا ہے امام زمانہ کا نام و کنیت، القاب یا کسی قسم کا تعارف کروانا از روئے دین حرام اور نا جائز ہے چنانچہ ایک شخص نے آپ سے ملاقات کا دعویٰ کیا تو روایت میں اسے جھٹلانے کا حکم آیا۔ یہاں عدم امکان معرفت کی روایت، روایت ضرورت معرفت سے متصادم و متعارض ہے۔ کیونکہ آپ کی معرفت کے تمام وسائل پر پابندی لگنے سے آپ کو کیسے پہچانا جائے گا اور آپ کی معرفت کیسے حاصل ہو گی۔ فی زمانہ امام زمانہ کے موجود ہونے کے بارے میں دلائل میں سے ایک دلیل اثنا عشریوں کا بارہ امام تک محدود ہونا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے پاس کثیر روایات میں آیا ہے کہ گیارہیں امام نے ۲۶۰ھ ق میں وفات پائی ہے لہٰذا بارہویں امام انہی کی نسل سے ہوں گے۔ ان کے کہنے کے مطابق امام نہ بارہ سے زیادہ ہو سکتے ہیں نہ کم لہٰذا بارہویں امام اس وقت موجود ہیں۔ یہ روایت اپنی جگہ ضرورت حجت اور غیبت حجت سے متصادم ہے ایک طرف یہ کہنا کہ ہر دور میں اللہ کی حجت کا ہونا ضروری ہے اور دوسری طرف اماموں کی کل تعداد کو بارہ تک محدود کرنا، یہ دونوں باتیں متضاد ہیں امام ہونا غائب ہونے سے متناقض ہے۔ یہاں تو حجت پہلے دن سے غیبت میں ہے۔ یہ غیبت بھی کیسی غیبت ہے کہ جس میں کسی قسم کے آثار و نشان عیاں نظر نہیں آتے ہیں۔ جب ہر حوالے سے غیبت اپنی انتہاء کو پہنچے گی تو غیبت انتہائی معدوم ہونے کے مترادف ہے جس طرح غیبت امام ضرورت حجت سے متصادم ہے اسی طرح غیبت و غائب امام ہدایت سے متصادم ہے جب امام ہر حوالے سے غیبت میں ہوں گے تو انسان ان کی ہدایت و فوائد سے بھی محروم ہونگے۔

آیت اللہ فضل اللہ سے سوال ہوا آپ ہمیشہ کہتے ہیں امام مہدی اللہ کے غیبوں میں سے ایک غیب ہے آپ اس سے کیا معنیٰ مراد لیتے ہیں آیا ہمارے لئے ممکن نہیں اسے کسی دلیل قطعی و اطمینان کنندہ سند سے ثابت کریں؟ [شمارہ الندوہ ۱۳ صفحہ ۲۷۶]

آیت اللہ جواب میں فرماتے ہیں "ہم جب کہتے ہیں امام مہدی غیب اللہ میں سے ہے تو اس سے مراد یہ نہیں کہ ہم اس پر دلیل قطعی سے ایمان نہیں رکھتے معلوم نہیں یہ کس نے اور کہاں سے استدلال کیا ہے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ کی غیبت اور ظہور دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہیں لہٰذا ہم ان مسائل کو جو ہمارے لئے واضح نہیں انہیں سمجھنے سمجھانے کی تگ و دو کریں کہ وہ کیوں غیبت میں گئے اور کیسے زندہ ہیں صحیح نہیں ہے۔" یہاں ہم انتہائی ادب سے عرض کریں گے جب کوئی ہستی ہر طرف سے غیبت میں ہو تو اس پر ایمان کیسے ممکن ہو گا ہر حوالے سے غیبت میں ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے آثار عیاں اور مشاہدے میں نہیں ہیں جبکہ قیامت ہر حوالے سے غیبت میں ہے لیکن کثیر آیات محکمات موجود ہیں، لیکن کیا امام غائب کے بارے میں ایسے آثار، آیات یا روایات صحیح موجود ہیں یا آپ تقیہ فرماتے ہیں۔

۴۔ یہ جو کہتے ہیں کہ ہر نبی کے بارہ وصی تھے یہ روایت فرقہ اسماعیلی کی اختراع ہے جبکہ اسلام میں حجت کیلئے وصی کے ہونے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

مہدی موعود امم:

امام مہدی یعنی تمام اقوام وادیان کی طرف سے مستقبل میں تمام قوموں کی امید و آرزو اور موعود کے بارے میں آیات محکمات سے استدلال کرنے سے عجز و فقر کے بعد ہمارے ایک بزرگ عالم اور اپنے وقت کے مرجع دینی صاحب موسوعۃ امام مہدی شہید آیت اللہ محمد صدر نے یوم موعود کے نام سے ایک ضخیم کتاب تالیف کی ہے یہ کتاب ۶۶۰ صفحات پر مشتمل ہے آپ نے اس کتاب میں آیات و روایات مستند و معتبر سے استدلال کرنے کی بجائے عوامی فکر میں رائج تصورات سے استدلال کیا ہے اس کتاب میں آپ نے تین افکار کی روشنی میں فکر مادی اور دونوں افکار مروجہ سے امام مہدی پر استدلال کیا ہے اس کتاب کے مقدمہ میں آپ نے لکھا ہے کہ آیا بشر کیلئے مستقبل میں ایسی عدالت وسعادت جو تمام انسانیت کیلئے ہو، ایسا معاشرہ جو خود غرضی سے بلند ہو اور جہاں عداوت و تجاوزات کا خاتمہ ہو، امن وسکون ہو اور کرہ ارضی پر محیط ہو، آیا ایسا ممکن ہے یا بشر ہمیشہ گمراہی و سرکشی اور ظلم و اضطراب کی چکی میں پستے ہوئے اس دنیا سے گزر جائیں گے اور ان مظالم کا ازالہ نہیں ہوگا۔ یہ دونوں افکار اپنے اپنے پاس دلائل و ترجیحات رکھتے ہیں۔ لیکن بہت سے مفکرین ماضی قریب میں بشر کے مستقبل کا درخشاں اور سعادتمند ہوجانے کے قائل ہیں اس سلسلہ میں آیت اللہ فرماتے ہیں اگر یہ سوال آپ مادی اور میکانیکی یا مارکسی فکر کے حامل افراد سے کریں تو وہ کمال اطمینان سے کہیں گے کہ ہاں بشر کو سعادتمند و اطمینان وسکون کی زندگی نصیب ہوگی۔ اور اگر یہی سوال ادیان سماوی سے وابستہ افراد سے اور خاص کر اہل اسلام سے کریں گے تو یہ بھی تینوں اطمینان وسکون کے ساتھ کہیں گے ہاں ایسا ضرور ہوگا۔ مزید لکھتے ہیں ہم نے اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ چاہے جس بھی نظریہ کے تحت ہو چاہے مادی ہو چاہے میکانیکی ہو یا مارکسی یا طبیعت تاریخ اور مجتمع کی تفاسیر کی روشنی میں کیا جانے والا تجزیہ ہو بشر کا مستقبل درخشاں ہوگا۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ خبر اور یہ پیشن گوئی بھی مشکوک ہوگی۔ آیا دین بھی یہی کہتا ہے تو ہم کہیں گے تمام مادیوں کے تمام دلائل ناکارہ ہونے کے بعد دین اس پیشن گوئی کو ثابت کرتا ہے۔ مادی و میکانیکی راستے سے درخشاں مستقبل کی بات کرنے والوں کی بنیادی فکر یہ ہے کہ ہمارے روزمرہ مشاہدہ میں آرہا ہے کہ علم ٹیکنالوجی اور صنعت جدید کی مدد سے بشر ایک ایسا معاشرہ بنانے کی تگ و دو میں ہے کہ وہ سعادت اور آرام و راحت کی منزل سے ہم کنار ہو تو یہ عمل انتہائی سرعت سے آگے بڑھ رہا ہے۔ معلوم نہیں آئندہ چند سال میں یہ کہاں تک پہنچ جائے۔ ایٹم کا شگاف، ستاروں کی طرف سفر، الیکٹرونک کی بنیاد اور اجتماعی بڑھتے ہوئے تعلقات دیکھیں تو واضح ہوگا بشر انتہائی کھلے دل و کھلے سینہ سے تگ و دو کر رہا ہے اور تمام وسائل و آسائش فراہم کر رہا ہے اس میں مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ جس طرح بشر جہاں ٹیکنالوجی میں ترقی کر رہا ہے وہاں وہ عالمین کی قیادت و رہبری کے لئے بھی مسابقہ کر رہا ہے کون سبقت کرتا ہے اور کون اعلیٰ و رافع عادل نظام پیش کرتا ہے اور کیا ان نظاموں کی روشنی میں انسان اپنی آرزوں تک پہنچ سکتا ہے بہتر قانون کیسے انسان کو سعادت سے نزدیک کرتا ہے۔

۶۶۰ صفحات کی اس کتاب میں حضرت آیت اللہ نے اس سلسلہ میں جو فکر اسلامی پیش کرتے ہوئے جو تجزیہ و تحلیل اور استدلال پیش کیا ہے اسے دیکھ کر انسان انتہائی حیرت اور تشویش میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ ہم اپنی اس کتاب کے صفحات میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ان تمام صفحات کا ترجمہ نہیں کرسکتے۔ انہوں نے اپنی فکر کو بہت غلط لنگر سے باندھا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ تمہاری کیا حیثیت ہے۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات کرتے ہو۔ ہم عرض کریں گے کسی فکر کو جاہل اور کم پڑھے لکھے فرد سے نہیں تولا جاتا بلکہ حق و حقیقت اپنی ایک کسوٹی رکھتی ہے۔ حق و حقیقت

کی برگشت آیات محکمات، سنت قطعیہ مستندہ اور تسلسل راوی پر ہے چنانچہ اسی سے حق وحقیقت کی شناخت کی جائے نہ کہ کسی بڑے آیت اللہ العظمیٰ سے یا مرجع کبیر سے اسے تولا جائے۔ معترض حضرات اگر چاہیں تو اس کتاب کے صفحہ ۵۰۶ سے آخر تک مطالعہ کریں اور پڑھ کر ہمیں ارسال کریں۔ آپ نے اس کتاب میں کسی بھی جگہ نہ آیات محکمات سے استدلال کیا اور نہ روایت کی سند کو تصحیح کر کے پیش کیا ہے بلکہ آپ نے عوام میں رائج اساطیر اور کہانیوں کو بنیاد بنا کر اس فکر کو بنایا ہے اس فکر سے یہ تاثر ملتا ہے کہ نعوذ باللہ وحی سے انسان ایک وقت گذرانے کے بعد بے نیاز ہو جاتا ہے یعنی اللہ پرستی کے بعد علم پرستی کی بات کی ہے گویا اس فکر کے مطابق وقت گزرنے کے بعد انسان انبیاء اور وحی سماوی سے بے نیازی حاصل کرتا ہے یہ وہی منطق ہے جسے قرآن وشریعت کو کنارے پر لگانے والے علم پرستوں نے اپنایا ہے۔

ولادت امام مہدی:

۱۔امام مہدی کی پیدائش سے متعلق سوال ہوتا ہے کہ وہ کس شہر میں، کس تاریخ کو، کس گھر میں، کس کی نسل سے اور کس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے آپ امام حسن عسکریؑ کے نسب اور نرجس خاتون کے شکم سے شہر سامراء میں ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے ہیں۔

۲۔اس مولود کو اپنی ولادت وطفولیت کے مراحل اور جوانی میں کس نے دیکھا اس کیلئے دو تین کو نہیں بلکہ اجتماعی دیدار چاہیے کیونکہ اس شخصیت نے آئندہ مستقبل میں زمام امور سنبھالنے ہیں۔

۳۔امام حسن عسکریؑ نے اپنے پیچھے کسی بیٹے کو چھوڑا ہے یا نہیں اگر چھوڑا ہے تو وہ کس خاتون سے ہے اور وہ خاتون کس خاندان سے تعلق رکھتی تھیں؟

یہ سوال اپنی جگہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس میں توڑ موڑ اور تشدد نہیں چلے گا کیونکہ اس انسان کی عظمت وبزرگی اسی سلسلہ نسب کی روشنی میں ہے اس کی وضاحت انتہائی ضروری ہے۔

نص بر امام زمانہ:

نام محمد باپ حسن عسکری ماں نرجس ملیکہ بنت شیوعا بن قیصر ملک روم ۔کنیت ابو القاسم، القاب مہدی، قائم بلمنتظر، صاحب زمان، حجہ، قائم، صاحب الدار۔ ۱۵ شعبان کو ۲۵۰ھ کو سرمن رائے میں پیدا ہوتے ہی نظروں سے غائب ہوئے۔

اس بارے میں چھ(۶) حدیث نقل کی ہیں مجلسی نے پانچ کو ضعیف اور مجہول گردانا ہے چونکہ ان کا راوی ابو ہاشم جعفری ہے جو متناقص روایت کو نقل کرتا تھا اس کو یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ بارھویں امام کون ہیں اور آیا امام حسن عسکریؑ کیلئے کوئی اولاد ہے یا نہیں ۔جبکہ اسی نے بارہ امام کے نسب خصوصیات کو نقل کیا ہے۔ اس حدیث میں امام حسن عسکریؑ سے پوچھا گیا اگر کوئی حادثہ رونما ہو جائے تو ہم کہاں جائیں تو امام حسن عسکریؑ نے فرمایا مدینہ میں امام کو تلاش کرو جبکہ بارھویں امام ان کے مطابق مدینہ میں نہیں بلکہ سامراء شہر عراق میں تھے۔ یہ جعلی راویوں کی گھڑی ہوئی روایت ہے کتاب مقالات والفرق تالیف سہل اشعری اور کتاب فرق نوبختی میں آیا ہے یہ دونوں امام حسن عسکری کے دور کے تھے کتاب فرق شیعہ میں آیا ہے پندرہ آدمیوں نے اجلاس بلایا کہ وہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد فتنہ برپا کریں گے ان کا اعتقاد تھا کہ امام

حسن عسکریؒ کیلئے کوئی اولاد نہیں چنانچہ انہوں نے امام علی الھادیؒ سے حدیث نقل کی ہے کہ سلسلہ امامت امام حسن عسکریؒ کے بعد ختم ہوگا۔
امامت بچوں کا کھیل نہیں کہ کہا جائے کہ امام جب پیدا ہوتا ہے تو امام ہوتا ہے جب غائب رہتا ہے تب بھی امام رہتا ہے۔ بلکہ اللہ نے ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَکَ إِلاَّ رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنتُمْ لاَتَعْلَمُونَ ﴾﴿ تجھ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے بھی مرد تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو﴾ (سورہ انبیاء ۷)
﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ إِلاَّ رِجَالاً نُوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاَتَعْلَمُونَ ﴾﴿ آپ سے پہلے بھی ہم مردوں کو ہی بھیجتے رہے، جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو﴾ (نحل ۴۳)
﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ إِلاَّ رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلاَتَعْقِلُونَ ﴾﴿ آپ سے پہلے ہم نے بستی والوں میں جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے کیا زمین میں چل پھر کر انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا کیسا کچھ انجام ہوا؟ یقیناً آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہت ہی بہتر ہے، کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے﴾ (یوسف ۱۰۹) میں آیا ہے ہم نے آپ سے پہلے مرد بھیجے ہیں ان پر وحی کی ہے جبکہ بچہ مرد نہیں، وہ مکلف نہیں۔ ان لوگوں نے حضرت یحییٰؑ سے استدلال کیا ہے جبکہ یہ قیاس باطل ہے غیر انبیاءؑ کا انبیاءؑ سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس آیت میں آیا ہے کہ حضرت یحییٰ کو بچپن میں حکم دیا ہے حکم سے مراد نبوت نہیں بلکہ حکمت ہے اس کے علاوہ حکم اور نبوت میں فرق ہے
﴿ أُولَئِکَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلاَءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴾﴿ یہ لوگ ایسے تھے کہ ہم نے ان کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لیے ایسے بہت سے لوگ مقرر کردیئے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں﴾ (انعام ۸۹)
اگر کسی کیلئے حکمت ثابت ہوئی تو ضروری نہیں کہ وہ نبی بھی بن گیا۔ اس کے علاوہ حضرت یحییٰ کو حکمت ۱۲ سال کی عمر میں ملی بچپنے میں نہیں ملی تھی۔

امام مہدی:

امام مہدی مہدیون کی نظر میں انسان بشر نہیں ہیں کہ قانون ولادت ان پر لاگو ہو، وہ کسی مرد و عورت کے توسط سے وجود میں آیا ہو اور قوانین جاری مادیات و ماحولیات و تغیرات اس پر حاکم ہوں اور وہ ان سے متاثر ہو یہ وہ مہدی نہیں جو حضرت محمد ختمی مرتبتؐ کا ایک پوتا ہے بلکہ وہ اللہ ہے جو بقول غالی اسماعیلی اس دفعہ امام حسن عسکریؒ اور نرجس سے ظہور ہوا ہے وہ درحقیقت اللہ ہے مہدی اور اللہ کے درمیان دوئیت کے قائل نہیں ہوسکتے درحقیقت مہدی اللہ کا نیا نام ہے یہ مہدیون پر ایک تہمت وافتراء نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت مکتوب ہے جسے مجلہ المھدی سہ ماہی صادر از کراچی ج ا شمارہ ا سنہ ۱۴۲۶ھ ق ص آخر میں ایک عریضے کے عنوان سے لکھا ہے:

عریضہ

ایک ماں کا اپنی بیٹی کی شادی پر دعوت نامہ امام زمانہؑ کے نام

اگر تو بیائی من دیگر گناہ نمی کنم
اگر من دیگر گناہ نکنم تو می آیی
اے عشق وایمان کے جوہر! اے سمندر کی موجوں سے بات کرنے والے، میں حرمت احساس کے نشیب وفراز کے ساتھ، بے قرار پرندوں کے جھنڈ کی پرواز کے ساتھ آپ سے محوِ کلام ہوں۔
عرصہ ہوا کہ آپؑ کے وجود کی پاکیزہ خوشبو محسوس نہیں کر پا رہی! کہیں آپ ناراض تو نہیں تھے۔
اے میرے صاحب الزماںؑ! اے رحمت ونوازش کی برسات کے مالک! اے عدل وانصاف کی روشن دلیل! اے خدا کی خدائی پر بہترین محبت میں اپنے دل کی تنہائیوں میں کونسا رنگ بھروں جو آپ کی آمد کا سامان بنے۔ کن حروف سے اپنی تنہائی کا مداوا کروں جو آپ کی آمد تک مرہم ومحرم ثابت ہوں
انتظار کی خاموش راتیں اگر چہ سخت طویل ہیں لیکن آپؑ کی یاد سے لبریز ہیں۔۔۔۔۔ مجھے نہیں معلوم کہ اپنے احساسات کو کس قاصد کے ذریعے سے آپ تک پہنچاؤں! کہ آپؑ تک پہنچ جانے کی خوشی سے میرے وجود پر جمی ہوئی برف پگل سکے۔ اے رازوں کے راز میں اپنا راز آپ کے سپرد کر کے محفوظ کرتی ہوں۔۔۔۔۔ میں تنہائی کی اسیر مسافر۔۔۔ اپنے ٹوٹے ہوئے پروں لیکن وسیع دل کے ساتھ آپؑ کے انتظار میں ہوں۔ میں اپنی تمام اندھیری راتوں کو روشن رکھوں تا کہ طلوع فجر کے وقت آپؑ کے مبارک وجود کی خوشبو پا سکوں۔
اے امامؑ آپ کہاں ہیں آخر کب میری فریاد سنیں گے جسم کارواں رواں پوچھ رہا ہے کہ امامؑ کہاں ہیں مولا دن پر دن گزرتے جا رہے ہیں ہر ہر لحہ اپنے ساتھ ایک اذیت لاتا ہے، وہ اذیت جو ایک پیاسا محسوس کرتا ہے، وہ اذیت جو روح کو جھلسا رہی ہے بس اب آپؑ کے فراق میں نہیں رہا جاتا اے میرے آقاؑ، اے میرے مولاؑ آپؑ کہاں ہیں۔ مولا اس وقت آپؑ کی یاد کے بے آب وگیا صحرا میں پیاسی گھوم رہی ہوں اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا جہاں آپ کے وجود کی برکات سے فیضیاب ہو سکوں۔
میرے مولا میرے گناہ ہیں جو آپؑ کے اور میرے درمیان میں رکاوٹ بن گئے ہیں مگر آقا اولاد نافرمان ہی کیوں نہ ہو، جب ماں باپ کو پکارے وہ آ ہی جاتے ہیں۔
ہم آپؑ کو بلا رہے ہیں، آپؑ کو حکومت کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں حق کی حیثیت کو اور باطل کی نابودی کو محسوس کرنا چاہتے ہیں۔
اے آقا یہ دنیا شریعت کے پابند لوگوں کا مذاق اڑاتی ہے ہمارے دل بہت دکھ رہے ہیں ہمارے درد کا مداوا کریں۔

ولادت امام مہدی:

لکھتے ہیں امام حسن عسکریؑ نے شادی نہیں کی تھی لہٰذا وہ لاولد دنیا سے گزر گئے یہی وجہ تھی کہ لوگ امام حسن عسکریؑ کے بعد بدترین افتراق وانتشار کا شکار ہوئے۔ یہ لوگ ان کے نائب اور جانشین کے بارے میں حیران وسرگردان ہوئے تا ہم امام کا جنازہ گھر پر تھا اور لوگوں سے تعزیت وتسلیت لینے کیلئے ان کے بھائی جعفر بن علی موجود تھے۔ امام حسن عسکریؑ کے لاولد ہونے کے دعویٰ اور مدعا کو اس حوالے سے بھی

تقویت ملتی ہے کہ امام مہدی کی والدہ کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔بعض نے کہا ہے ان کا نام صیقل ہے بعض نے کہا ہے سوسن ہے اور بعض نے کہا ہے نرجس ہے یہ نام اسم ہونے سے پہلے ایک صفت ہیں جیسے خوبصورت اور اچھی شکل وصورت کے حامل کو پھول کہا جاتا ہے۔یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غالیوں کی اختراع ہے اس سلسلہ میں یہ نقل بھی حیرت آور ہے کہ آپ کی ماں بادشاہ کی بیٹی تھیں اور اولاد شمعون صفا تھیں کہتے ہیں ان کے جد نے چاہا اپنی پوتی اپنے بھائی کے بیٹے کے عقد میں دیں چنانچہ رسم عقد منعقد ہوئی اور جب زواج کی رسم تمام ہوئی تو صلیب اور قصر تخت وکرسی نیچے گرے اور ان کے جد زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئے یہاں سے ان کے جد قیصر اور ان کے اہلکاروں کو فال بد ہوا اور شادی روک دی گئی پھر کہتے ہیں امام حسن عسکریؑ کی زوجہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے جد کی مجلس میں بیٹھی ہیں کہ اس مجلس میں حضرت مسیحؑ حضرت صفا اور بعض حواری بیٹھے ہوئے ہیں اتنے میں حضرت محمدؐ اپنی بعض اولاد کے ساتھ تشریف لائے ان کے ساتھ امام حسن عسکریؑ بھی تھے پیغمبرؐ نے شمعون صفا کی پوتی کی حضرت عیسیٰؑ سے منگنی کی حضرت مسیحؑ نے فوراً اسے قبول فرمایا اور شادی مکمل ہوئی۔عقد زواج ہوا ایک دن عقد تمام ہونے کے بعد امام حسن عسکریؑ نے نرجس سے کہا تمہارا جد جلد ہی ایک لشکر منظم کرنے والا ہے جسے مسلمانوں سے جنگ پر روانہ کرے گا تم بھی اس لشکر میں شامل ہو جاؤ نرجس اس لشکر کے ساتھ نکلی چنانچہ اس لشکر کو ہزیمت ہوئی اور وہ اسیر ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی پھر امام حسن عسکریؑ ان کو سوق نخاسین سے کسی کو بھیج کر خرید کر سامرہ لائے پھر امام نے ان کو مہدی منتظر کی ولادت کی بشارت دی جو دنیا کو عدل وانصاف سے پر کریں گے جب دنیا ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی۔ہاشم معروف کہتے ہیں یہ روایت اس سے بھی طویل ہے جسے ہم نے مختصر نقل کیا ہے چونکہ اس میں چندان فائدہ نہیں تھا یہ روایت شیخ صدوق نے اپنی کتاب اکمال الدین میں ،طوسی نے اپنی کتاب غیبت میں اور مجلسی نے اپنی کتاب بحار میں اور دیگر مولفین ومحدثین نے الٹے سیدھے طریقے سے نقل کی ہے ان روایات کو دیکھنے کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت قصہ سازوں اور افسانہ بازوں کی گھڑی ہوئی روایت ہے اور جاہلوں کی جہالت پر دازی ہے۔

علائم ظہور:[امام مہدی ظہور رہ تالیف سید جواد سید حسین حسینی علی شہرودی ص ۱۷۹]

اس میں آپ کے ظہور کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے علائم ظہور خاصہ یعنی یہ وہ علائم ہیں جہاں امام زمان کو خود پتہ چلتا ہے کہ میرے ظہور کا وقت عنقریب آیا ہے یعنی ان کو خود بخود ان کے نفس میں احساس ہوتا ہے اور ان کی تلوار نیام سے نکلتی ہے جبرائیل ان کو سامنے نظر آتے ہیں اور دل میں کوئی گھنٹی بجتی ہے اور امام کو پتہ چلتا ہے۔

علامت عمومی:

وہ علامت جو عام لوگوں کو پتہ چلتی ہیں ان میں مندرجہ ذیل علامات ہیں:

۱۔خروج دجال
۲۔صیحہ آسمانی
۳۔خروج سفیانی ،لشکر سفیانی میدان میں مستغرق ہوتا ہے۔
۴۔سید حسینی کا خروج
۵۔سورج گرہن
۶۔بنی عباس کی حکومت کا زوال

امام مہدی ہی روئے زمین سے ظلم کا خاتمہ اور عدل کا قیام کریں گے:

اس مدعیٰ پر مہدیون نے چند دلائل سے استدلال کیا ہے‘ فلسفہ تراشوں کی طرف سے فلسفہ تراشیاں پیش کی گئی ہیں جیسے کہ ہم نے نقل کیا ہے وہاں رجوع کریں۔

دوسرے بعض آیات متشابہ سے استدلال کیا ہے وہ آیات یہ ہیں۔

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴾﴿ ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے ﴾ (انبیاء ۱۰۵)

﴿ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾﴿ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کردیا گرچہ مشرکین ناخوش ہوں ﴾ (صف ۹)

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾﴿ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن و امان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے (چین کے ساتھ) نڈر ہو کر، وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے، پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی ﴾ (فتح ۲۷)

﴿ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ﴾﴿ پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کردیا گیا تھا، اور ہم انہیں پیشوا اور (زمین) کا وارث بنائیں ﴾ (قصص ۵)

روایات کثیرہ سے استدلال کیا ہے۔ جو اپنی تعداد کے حوالہ سے حد تواتر سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کسی بھی موضوع پر اخبار کا حد تواتر تک پہنچنے کے بعد کسی کیلئے بھی اس کے انکار کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔ یہاں تواتر سے مراد جعل سازوں کی تواتر معنوی مراد ہے، کیونکہ اس سلسلے میں روایات اسلام کے مسلمہ اصول و ضوابط اور عقل و نقل مسلمات سے متصادم ہیں۔ علمائے حدیث کہتے ہیں کسی بھی حدیث کی صحت ہونے کیلئے اس کی اسناد کی صحت کے ساتھ اس کے مضامین کا اصول مسلمہ اسلام سے متصادم نہ ہونا بھی شرط ہے۔ اس حوالے سے یہ پیش گوئی یا غیب گوئی صریح آیات قرآن کے خلاف ہے۔

مہدویت قسط وعدل:

امام مہدی کا بطور اعجاز عالم پر غلبہ کرنا ان آیات قرآنی کے خلاف ہے۔

جس میں آیا ہے دین میں اکراہ نہیں۔﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴾﴿ دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ﴾ (بقرہ ۲۵۶)

﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴾﴿ ہم نے اسے راہ دکھائی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا ﴾ (انسان ۳)

﴿ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴾﴿ اور اگر آپ کا

ربّ چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے ،تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرسکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مومن ہی ہو جائیں ﴾ (یونس ۹۹)

پیغمبرؐ سے کہا گیا آپ لوگوں کو مومن بنانے کے لئے مجبور نہ کریں۔ بعض آیات میں آیا ہے اگر جبری طور پر خارق العادہ مومن بنانا مقصود ہوتا تو ہم بعثت انبیاء نہ کرتے اور ہم خود لوگوں کو مسخر پابند ایمان و دین کرتے۔ ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ظہور و قیام امام معجزاتی اور تکوینیاتی نہیں بلکہ ظہور و قیام عادی ہے لیکن ظہور و قیام عادی اپنی جگہ وسائل و ذرائع کیلئے ایک قانون سے مشروط ہے مثلاً اس کے لیے کتنی تعداد میں افراد ہونے چاہئیں، کتنی تعداد میں اسلحہ ہونا چاہیے، اس کے علاوہ زمان و مکان عالم کے حالات، تربیت شدہ وغیر تربیت شدہ سب دخل رکھتا ہے۔ اگر ارزاق و وسائل اتنے فرواں ہو جائیں تب بھی مفاسد رکھتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے کثیر آیات قرآن میں ارشاد فرمایا اُسکی سنت میں تبدیلی نہیں۔

﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴾ ﴿ اگر اللہ تعالیٰ اپنے (سب) بندوں کی روزی فراخ کردیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کردیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے ﴾ (شوریٰ ۲۷)

جنگ و جدال کے قانون اور دشمن کی طاقت و قدرت سے واقف و آگاہ ہونا چاہیے۔ ان تمام کو سامنے رکھے بغیر یا نظر انداز کرنے کو قرآن نے القاء نفس بہ تھلکہ کہا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے چنانچہ معجزے کے بغیر طاقت و قدرت میسر آنا محال و ناممکن نظر آنے کے بعد قیام عدل ایک وہم و خیال نظر آتا ہے۔

﴿ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴾ ﴿ اور جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا، انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کردیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض و عداوت ڈال دی جو تا قیامت رہے گی اور جو کچھ یہ کرتے تھے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں سب بتادے گا ﴾ (مائدہ ۱۴)

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴾ ﴿ اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور جو کچھ تیرے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے وہ ان میں سے اکثر کو تو سرکشی اور کفر میں اور بڑھا دیتا ہے اور ہم نے ان میں آپس میں ہی قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض ڈال دیا ہے، وہ جب کبھی لڑائی کی آگ کو بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھادیتا ہے، یہ ملک بھر میں شر و فساد مچاتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں کرتا (مائدہ ۶۴)

جب تک انسان موجود ہیں دنیا کو عدل سے پُر کرنا ممکن نہیں کیونکہ انسان کی فطرت میں طغیان ہے۔ آیت (ان الانسان لیطغی. ان نفساً امارۃً بسوء) ان دو صفات کے ہوتے ہوئے ساری دُنیا میں عدل کیسے قائم ہو سکتا ہے کہ ظلم کا ریشہ بالکل ختم ہو جائے۔

﴿اگر اللہ تعالیٰ اپنے (سب) بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے﴾ (شوریٰ ۲۷)

جب دُنیا اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہوگی۔ دُنیا کے سوگنا انسان ظلم کی چکی میں پس کر گزر چکے ہوں گے تو صرف ان چند سالوں میں اور بعض روایات کے مطابق صرف ایک دن انسانوں کو اتنا نوازنے کی کیا حکمت ہو سکتی ہے۔ اس سے اللہ سبحانہٗ کیا ثابت کریں گے؟

۱۔ ظلم کا بطور صدفہ بغیر کسی اسباب وعلل کے خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ ظلم کو ہٹانے والے کے بغیر ظلم ختم نہیں ہوگا لہٰذا ظلم کو ہٹانے کیلئے کسی گروہ کا قیام انتہائی ضروری و ناگزیر ہے۔

۲۔ طفرہ لازم آتا ہے کیونکہ مذاہب اور گمراہی ہمیشہ اپنے ابتدائی مراحل ومراتب سے گزرتے ہوئے اپنی منزل بناتے ہیں اگر عالم ظلم وفساد سے پُر ہو چکا ہے تو اس ظلم کو ہٹا کر عدل جاگزین کرنے کیلئے ایک خاص مقدار مدت کی ضرورت ہے جو امام مہدی کیلئے مقررہ عمر میں کافی نظر نہیں آتی۔

۳۔ عدل وانصاف انسان کیلئے اتنا ضروری اور ناگزیر ہے کہ جس طرح کھانا' پینا' لباس اور مسکن کی ضرورت ہے اسی طرح روح انسان بغیر کسی عدل وانصاف کے معاشرہ کے نہیں رہ سکتی۔ اس ذات رؤف ومہربان وحکیم سے یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ امت محمدیہ پر ظالمین کی حکمرانی ہے اور نہ جانے آگے کتنے سال گزر جائیں گے لیکن تو کب اپنے عدل وانصاف کا مظاہرہ کرے گا اور اس قوم کو خوش قسمت بنائے گا جب ہزار سال سے زائد عرصے تک ان گنت انسان ظلم کی چکی میں پس چکے ہونگے تو وہ لوگ کس باپ کے فرزند ہونگے اور اللہ سے ان کا کس قسم کا رشتہ ہوگا کہ تنہا وہ عدل وانصاف کے لائق وسزاوار ہو جائیں گے؟

۴۔ یہ نظریہ محال ہے کہ کوئی ہستی پوری دُنیا کے کرہ ارض میں مسکون افراد کو ظالمین وجابرین ومنافقین اور اپنے نفس امارہ سے نجات دلا کر ایک پُرامن وپُرسکون معاشرہ قائم کر سکے اس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

۵۔ یہ گروہ فرقہ باطنیہ کا ہے وہ لوگ مسلمانوں کو ورغلانے کیلئے ایسی ہستی کی ضرورت کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو مہمل وگمراہ نہیں چھوڑتا بلکہ ہمیشہ اپنے بندوں کا ناظر ونگران رہتا ہے لہٰذا ہر دور میں امام کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے۔ لہٰذا ایک دن ایسا آئے گا جب دنیا سے ظلم ونا انصافی کا مکمل خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ عقیدہ اہل غلو کا ہے جو بظاہر دین میں جذباتی احساسات دکھاتے ہیں جبکہ پس پردہ ملحدین وکافرین کیلئے کام کرتے ہیں۔ اس دروازے سے یہ خلق الٰہی کو دین ودیانت سے دور کرنے اور گمراہ کرنے کیلئے کہتے ہیں روئے زمین ایک ایسی ہستی سے خالی نہیں رہ سکتی ایسی ہستی کا ہونا ضروری ہے۔

۶۔ امام زمانہ کی نصرت ومدد میں یا آپ کی رکاب میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی تعداد ۳۱۳ بتائی گئی ہے بعد میں آنے والوں نے ۳۱۳ کا ایک لشکر عظیم سے مقابلہ کرنے کو مذاق سمجھ کر اسے ۳۱۳ جنرل کمانڈر میں محدود کیا ہے۔ اب ۳۱۳ جنرل بھی بنائیں گے تو اُس وقت

ظالمین کے جنرلوں کی تعداد اس وقت کے سپاہیوں سے بھی زیادہ ہوگی کیونکہ اس وقت دنیا کی آبادی سات ارب تک پہنچ چکی ہے۔ جس میں سے ایک ارب مسلمان بتائے جاتے ہیں باقی چھ ارب کفر کی حکمرانی ہے اگر مسلمانوں کی سربراہان کو کفر سے ملائیں گے تو کتنے جنرل ہونگے۔ لا محالہ یہ تعداد اس سے کئی گنا تجاوز کرے گی۔

۷۔ اگر یہ اپنی قلت کو اس اصول سے مطابقت کریں جہاں کبھی اہل حق کا قلیل گروہ کثیر پر غالب آتا ہے یعنی ۲۰۰ کا ۲۰ سے مقابلہ کریں، اگر وہ منظم طریقہ اپنائیں گے تو غلبہ حاصل کریں گے تب بھی اس اصول کے تحت بھی لشکر امام زمانہ لشکر کفر وظلم سے مقابلہ نہیں کرسکتا۔

۸۔ اس قیام عدل وانصاف کی تاخیر کے بارے میں سوال ہے کہ یہ تاخیر خود ان کی ضرورت ہے یا اس کیلئے ماحول سازگار نہیں ہے نقص وعیب وعذر خود اللہ کی طرف سے ہے یا یہ اس عدالت کو قبول کرنے والوں کی طرف سے ہے۔ اگر قبول کرنے والوں کی طرف سے ہے تو اس وقت یہ صلاحیت اس امت میں کون پیدا کرے گا۔

ان نکات کے بارے میں علمائے اسلام نے عقل کی رو سے اتنا کہا ہے کہ عقل اس کو جائز الوقوع سمجھتی ہے یعنی ایسا ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ قادر ہے اور یہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں جب کہتے ہیں کہ اللہ چاہے تو ہوسکتا ہے تو پھر اس بارے میں ہمیں قرآن وسنت نبی کریمؐ سے سند ملنی چاہیے کہ ایسی شخصیت آئے گی۔ اس سلسلے میں جو دلائل لوگوں نے پیش کئے ہیں ہمیں ان دلائل کے تمام سیاق وسباق و دلالت مطابقی تظممی و انتظامی سب کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ تصور مہدی کے حوالے سے قلم اٹھانے والے مصنفین ومولفین نے تین قسم کے دلائل پیش کئے ہیں۔

عصر غیبت میں ہماری ذمہ داری:

امام کی غیبت اور ظہور کے درمیان ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ آیا اس دور میں اسلام منجمد ہے جبکہ یہ دین الٰہی ہے جو تمام زمانے کیلئے ہے۔ انسانوں کو اس زمانے میں مسلمان ہونا چاہئے اور تمام احکام اسلام کا استقبال کرنا چاہیے۔ احکام شریعت ہمیشہ سے زندہ ومتحرک ہیں۔ مسلمان اپنے فرائض وذمہ داریاں انجام دیتے رہیں اور تمام انفرادی مسائل سے لے کر اجتماعی مسائل میں اسلام ہی کو بنیاد بنائیں۔ اسلام ہی دین الٰہی ہے یہی انسانی مشکلات کا حل پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے اسلام کو اپنے وجدان میں جگہ دیں۔ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ غیبت امام میں حال ظہور سے زیادہ ہوشیار رہیں کیونکہ امام کے حضور میں بہت سی ذمہ داری خود امام اُٹھاتے ہیں۔

حدیث ثقلین: بارہویں امام کے وجود کی کیا دلیل عقلی ہے؟

جواب: اس پر کوئی دلیل عقلی نہیں بلکہ دلیل شرعی ہے جو نبی کریم سے وارد ہوئی ہے چنانچہ حدیث ثقلین میں آیا ہے قرآن وعترت دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔ جہاں قرآن ہوگا وہاں اہل بیت میں سے کوئی ہوگا۔ امام مہدی کے بارے میں کوئی دلیل عقلی نہیں بلکہ دلیل شرعی ہے اور وہ حدیث ثقلین ہے۔

یہاں ہم عرض کریں گے کہ یہ حدیث اپنی سند اور متن دونوں حوالے سے قابل نقد ہے چونکہ امام مہدی کی آمد کی خبریں سنی اور شیعہ دونوں میں مشترک ہیں اس لیے اسے دونوں کیلئے قابل قبول ہونا چاہیے تاکہ دوسروں کیلئے حجت ہو۔ اہل سنت عترتی والی حدیث کو سرے سے

مسترد کرتے ہیں وہ اس حدیث کو حدیث محرف سمجھتے ہیں اس کے علاوہ کیا یہ حدیث خود اپنی جگہ سنت پیغمبرؐ ہے یا نہیں؟ آپ آئمہ کی امامت کو کہاں سے ثابت کرتے ہیں۔ کیا پیغمبرؐ کی سنت سے ثابت نہیں کرتے؟ اگر پیغمبر کی سنت سے ثابت کرتے ہیں تو سنّی سے کیوں چڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا متن بھی مخدوش ہے، چونکہ قرآن ہمارے درمیان موجود ہے اس سے تمسک کرسکتے ہیں جبکہ عترت سے تمسک کہاں جا کر کریں گے؟ بعض یہاں من مانی تاویل کرتے ہیں کہ تمسک اہلبیت سے مراد ان کی احادیث مراد ہیں بفرض محال اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ احادیث قابل تمسک کہاں ہیں کیونکہ سب کا اعتراف ہے یہ احادیث مخلوط از صحیح وغلط ہیں۔

ہمیں جھگڑا، فساد، ڈنڈا و گالی کی بجائے اس سلسلے میں وارد روایات کو اصول روایت شناسی کی روشنی میں پیش کرنا چاہیے۔ یقیناً اس کیلئے بہت سے عماموں، عبا اور قباء کی ضرورت ہے جس سے دین پر پڑے کچرے کو صاف کیا جائے۔ لیکن میں عرض کرونگا جس کا عمامہ اور عبا و قباء قیمتی ہو وہ اسے جھاڑو بنانے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ لیکن سستی اور کم قیمت والے اسے فدا کریں گے۔ دلائل عقلی اور قرآنی اور مستند روایت کی استناد سے خالی ان روایات اور کتب محدثین کے بارے میں کیا جواب دیں گے۔ بلکہ یہ ادیان فرق باطلہ کی اسلام کے خلاف بغاوت اور کھلی جنگ ہے۔ اس کی نشانیاں واضح ہیں کہ کس نے اس کی بنیاد رکھی ہے۔

امام مہدی سے متعلق سوالات:

امام مہدی سے متعلق اہل تشیع کو ختم نہ ہونے والے سوالات کا سامنا ہے۔ وہ بھی اپنے سائلین کو عصائے ارتدادی سے خاموش کر سکتے ہیں کیونکہ دنیا میں ہر چیز کا عقل سے جواب دیا جاسکتا ہے جہاں دعویٰ خلاف عقل ہو وہاں دلائل عقلی کہاں سے لائیں گے۔ ہم ذیل میں اہل تشیع کو درپیش سوالات کی فہرست پیش کرتے ہیں۔

۱۔ روئے زمین امام سے خالی نہیں رہ سکتی اور ہر زمانے کیلئے امام کا ہونا ضروری ہے۔ یہ عقیدہ اسماعیلیوں کے عقائد سے مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن ان کے قائد کو امام کہنا کسی کافر کو مومن کہنے کے برابر ہے۔ لیکن تشیع کے ہاں امامت بارہ امام تک محدود کیوں۔ امامت کو تا قیام قیامت تک تسلسل کیوں نہیں دیا گیا۔ پھر بارہ امام ہی کیوں اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں ہو سکتے۔

۲۔ بارہویں امام اگر نسل امام حسن عسکریؑ سے ہیں تو امام حسن عسکریؑ لاولد گزرے ہیں۔ ان کا صاحب اولاد ہونا ثابت کریں اور یہ بھی بتائیں ان کی والدہ کس خاندان سے تھیں۔

۳۔ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد امام مہدی کے بالغ ہونے تک اُن کی پرورش و کفالت اور سرپرستی کس نے کی۔

۴۔ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے موقع پر امام مہدی کی عمر کیا تھی۔ کیا وہ اتنی عمر کے تھے کہ اس منصب امامت کو سنبھالیں۔ اگر نابالغ تھے تو امامت کس نے سنبھالی۔

۵۔ کہتے ہیں کہ امام غیبت میں گئے جبکہ امام اسوقت تک غائب نہیں ہو سکتا جب تک وہ قیادت و رہبری سے مستعفی نہ ہو جائے۔

۶۔ امام غیب میں کیوں گئے کون سے اسباب و عوامل تھے جس کے نتیجے میں امام کو غیبت میں جانا پڑا۔

ا)۔ کیا وہ اپنے اندر مقابلہ استقامت و مقاومت نہیں رکھتے تھے۔

۶)۔دشمن انتہائی قوت و طاقت کے حامل تھے یا اللہ نے خود اپنی مصلحت کے تحت انہیں غائب کیا تھا۔

۷۔اب وہ کہاں ہیں؟

۸۔کب ظہور فرمائیں گے اور کیسے ظہور فرمائیں گے کیا اسباب غیبت رفع ہونے کے بعد ظہور کریں گے یا پہلے۔

۹۔اس امام کا نام والد کا نام والدہ کا نام جائے پیدائش سنہ پیدائش اور مقام انتخاب نص یا انتخاب کرنے والے یہ تمام معلومات خصوصیات وشناخت امام کیلئے انتہائی ضروری ہیں۔جبکہ امام مہدی کے بارے میں یہ تمام مجہول ہیں۔

۱۰۔آپ کے نام کے حوالے سے روایت میں ہے کہ ان کا نام بتانا حرام ہے چنانچہ جب اجتماع عام میں ان کا نام بتانا حرام ہے تو کیسے ان کی پہچان کریں گے اور ان کا نام کیسے معلوم ہوگا۔

۱۱۔کہتے ہیں ان کے والد کا نام پیغمبرؐ کے والد کا نام ہے جبکہ امام مہدی کے والد کا نام حسن عسکری بتایا جاتا ہے۔

۱۲۔ان کی والدہ کا نام ابھی تک کتب میں مجہول الاسم والنسب ہے۔کوئی صیقل کوئی نرجس بتاتے ہیں۔ان کا نام اور نسب دونوں مجہول ہیں۔

۱۳۔آپ کس سنہ میں پیدا ہوئے ہیں بعض نے لکھا ہے ۵۵ھ میں بعض نے کہا ہے ۵۶ھ میں جبکہ بعض نے کہا ہے امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اور بعض نے کہا ہے امام حسن عسکری لاولد انتقال ہوئے ہیں۔

۱۴۔جائے سکونت کے بارے میں بعض کہتے ہیں سامراء میں امام حسن عسکریؑ کے جوار میں موجود ایک سرداب ہے آپ اس میں گئے ہیں۔بعض نے کہا ہے حلہ میں ایک سرداب میں غیبت ہوئی ہے۔بعض کہتے ہیں جزیرہ خضراء میں ہیں اور وہاں کسی کی رسائی نہیں ہے بعض کہتے ہیں کبھی جمکران میں کبھی سہلہ میں آتے ہیں بعض کہتے ہیں پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر لیہ میں تشریف لاتے ہیں اللہ نے غیر معلوم جگہ پر اٹھایا ہے۔کبھی کہتے ہیں زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں غرض جگہ کے حوالے سے بھی معلوم نہیں تو بھلا اس امام کی معرفت کیسے ممکن ہے بقول حدیث سب جاہل ہی مریں گے اور بقول حدیث اگر معرفت حاصل کریں تو سمجھ لیں کہ انہوں نے خلاف شرع معرفت حاصل کی ہے یہ اپنی جگہ حرام ہے گویا انہوں نے اسرار کو فاش کیا ہے۔

۱۵۔ظہور امام کے بعد دنیا عدل وانصاف سے پُر ہو جائے گی۔یہ کیسے ممکن ہوگا واضح نہیں ہے۔

۱۶۔اگر سنت انبیاء پر چلیں گے تو جنگ وجہاد سے سامنا ہوگا جو غیر محدود زمان کا متقاضی ہے۔

۱۷۔اگر معجزہ سے ہوگا تو یہ اپنی جگہ جبر ہوگا جبکہ جبر کیلئے امام کی ضرورت نہیں رہتی۔

۱۸۔بشر کی طبیعت میں ظلم وطغیان،فساد اور خودمختاری ہے۔

۱۹۔یہ فساد عدالت قیامت تک چلے گا۔

۲۰۔امام مہدی ظاہر ہوکر کیا ثابت کریں گے۔

۲۱۔جن ذوات نے امام زمانہ کو خود دیکھا ہے انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

۲۲۔زمین حجت اللہ سے خالی نہیں رہ سکتی۔

۲۳۔نبی کریمؐ کی حدیث ہے کہ امام بارہ ہونگے۔

۲۴۔نزول حضرت عیسیٰ۔اقتداء با امام مہدی کی خبریں

۲۵۔دجال کی آمد کی خبریں۔

۲۶۔ظہورِ امام مہدی کے بارے میں روایات اگر تواتر لفظی نہیں رکھتیں تو کم از کم تواتر معنوی ہی رکھتی ہوتیں تو انہیں جھٹلانا ناممکن ہوتا۔

۲۷۔امام زمانہ کے بارے میں بین الاقوامی اور ملکی سطح پر عوام الناس اور دانشوران کی سرگرمیاں۔بطور مثال تنظیم استقبال امام زمانہ، لشکر امام زمانہ تنظیم ولی عصر ،نئی آبادیاں بمنتظر برادران امامیہ کی طرف سے نہروں، ڈیموں، دریاؤں اور کنوؤں میں عریضے ڈالنے کی مہم میں عوام کے ساتھ بھرپور تعاون۔

۲۸۔پندرہ شعبان المعظم کو یوم الخمس قرار دینا۔

۲۹۔احباب نور کی طرف سے پندرہ شعبان کو اسلامی سال کا آغاز قرار دینا۔

۳۰۔امام مہدی کا انتظار کرنے والوں کی فضیلت میں وارد فضیلتِ انتظار کی روایات جیسے حدیثِ نبویؐ میں آیا ہے کہ میری اُمت کا بہترین عمل انتظارِ فرج ہے۔

۳۱۔زمین وجود امام زمانہ سے خالی نہیں رہ سکتی لہٰذا امام مہدی موجود ہیں اور ظہور کریں گے۔

۳۲۔امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں وہ فرزند امام حسن عسکریؑ ہیں جنھوں نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی ہے۔اُس وقت امام مہدی کی عمر ۵ سال کی تھی۔

۳۳۔امام مہدی اگر طفل نابالغ ہوں تو کیا فرق پڑتا ہے۔

۳۴۔مدت غیر معینہ کیلئے غائب ہوئے۔

۳۵۔یہ غیبت اللہ نے کروائی ہے اور یہ ہماری وجہ سے ہوئی ہے۔وہ غیبت میں ہوتے ہوئے ہماری امامت کر رہے ہیں اور ہمیں فائدہ پہنچ رہا ہے۔

۳۶۔جس وقت آپ کی عمر پانچ سال یا اس سے کم تھی یا بعض احباب کے تحت طفل جنین شکم مادر میں تھے تو آپ باپ کے سائے سے محروم ہوئے۔ایسے بنین و بنات کو شریعت اسلام میں یتیم کہتے ہیں شریعت اسلام میں یتیم کی تربیت و کفالت کی شدومد سے تاکید کی گئی ہے بلکہ یہ پورے معاشرہ اسلامی کے اربابِ حیثیت اور صاحبانِ اقتدار کی ذمہ داری ہے لہٰذا یہاں دو اہم سوال پیدا ہوتے ہیں:

ا۔امام مہدی دائرہ شریعت اسلام سے مافوق نہیں ہیں شریعت کے اندر اور اس کے تابع ہیں لہٰذا محتاج کفیل و سرپرست ہیں وہ کسی قسم کی ذمہ داری و مسئولیت لینے سے عاجز و ناتواں ہیں۔

۲۔اگر امام مہدی مافوق شریعت اسلام ہیں یا کوئی اور مخلوق ہیں تو وہ امت اسلامی کی قیادت و رہبری نہیں کر سکتے ۔کیونکہ دین اسلام کے دونوں مصادر قرآن اور سنت میں نابالغ کی امامت کی اجازت نہیں دی ہے۔

۳۷۔ہم ایسی روایات کی روشنی میں مخصوص ہر مدعی مہدی کو کیسے قبول کر سکتے ہیں۔اس حوالے سے کوئی معتبر و مستند روایت ایسی نہیں ملتی جسے روایت شناسی کے اصولوں پر پرکھ کر صحت کی مہر ثبت کی گئی ہو۔

۳۸۔دعوائے رویت دیدار امام مہدی اور آپ کے ظہور و آمد کی خوش خبریاں دینے والے اُنطحی ،بہلول اور بہجت دنیا سے گزر گئے لیکن ان کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوئے بلکہ وہ خود شرمندگی اٹھا کر دنیا سے چلے گئے جبکہ زیدی اس شرمندگی اور مایوسی کے باوجود ابھی تک انتظار میں ہیں۔

۳۹۔جو امام وجوب صوم و صلاۃ سے پہلے نظروں سے غائب ہو گیا ہو جس نے ابھی یہ نہ سیکھا ہو کہ وضو کیسے کرتے ہیں ،غسل کیسے کرتے ہیں ،نماز کیسے پڑھتے ہیں ،روزہ کیسے رکھتے ہیں ،حج کیسے بجالاتے ہیں اور جو شریعت کے کسی بھی طریقہ و عمل سے ناواقف ہے وہ کیسے ہمارا امام ہو سکتا ہے۔

۴۰۔جس دن سے غیبت میں گئے ہیں اس دن سے آج تک امام مہدی لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں کسی صاحب اعتماد و بھروسہ نے آپ کو نہیں دیکھا آپ زندہ ہیں یا نہیں کسی کو معلوم نہیں ۔اس حوالے سے آپ کا وجود مشکوک ہے ۔وہ دین و شریعت کیلئے کیا وظائف انجام دیتے ہیں معلوم نہیں۔

۴۱۔جن افراد نے آپ کی طرف سے دعویٰ نیابت کیا ہے وہ کیسے نائب بنے ہیں کیونکہ وہ نابالغ تھے جو خود کسی کے محتاج ہیں وہ کیسے دوسرے کو نائب بنا سکتے ہیں۔

امام مہدی کے بارے میں وارد روایات کو جمع بندی کریں گے تو یہ اقسام ملتی ہیں۔

۱۔مہدی کی آمد۔

۲۔مہدی شیعہ بطور عام۔

۳۔مہدی اثناعشری۔

۴۔احادیث رجعت۔

۵۔قیام عدل عالمی۔

احادیث شیعہ:

تسیمہ کے بارے میں ۵ احدیث۔

نہی از اسم کے بارے میں ۴ احدیث۔

غیبت کے بارے میں ۳ حدیث۔

حال غیبت کے بارے میں ۳۱ حدیث۔

ولادت امام مہدی اصول کافی ج ۱ ص ۵۱۴ مولد الصاحب علیہ سلام کے بارے میں ۳۱ روایات نقل کیں ہیں اس کے راویان مندرجہ ذیل ہیں:

حدیث نمبر ا:

ا۔حسین بن محمد اشعری ۲۔معلّی بن محمد: غالی ہے۔

۳۔احمد بن محمد: جامع رواۃ میں اس نام کے ۱۶۹ افراد کا ذکر موجود ہے مجہول ہے۔امام حسن عسکری سے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲:

۴۔علی بن محمد: ۱۸ دفعہ تکرار آیا ہے۔۵۔محمد و الحسن۔۶۔محمد بن علی بن عبدالرحمٰن عبدی: نقد رجال میں ان کا ذکر موجود نہیں۔

۷۔از عبد قیس ۸۔ذو بن علی عجلی ۹۔ایک مرد فارس: مجہول ہے۔

حدیث نمبر ۳۔

۱۰۔علی بن محمد ۱۱۔ہمارے بہت سے اصحاب قمی سے: مجہول ہے۔ ۱۲۔محمد بن محمد عامری ۱۳۔ابی سعید غانم ہندی کشمیری سے

حدیث نمبر ۴:

۱۴۔علی بن محمد ۱۵۔سعد بن عبداللہ ۱۶۔حسن بن نظر ۱۷۔اباصدام ۱۸۔ایک گروہ امام حسن عسکری سے: مجہول ہے۔

حدیث نمبر ۵:

۱۹۔علی بن محمد ۲۰۔محمد بن حمویہ سویداوی ۲۱۔محمد بن ابراہیم بن مہزیار

حدیث نمبر ۶:

۲۲۔محمد بن ابی عبداللہ ۲۳۔ابی عبداللہ نسائی

حدیث نمبر ۷:

۲۴۔علی بن محمد ۲۵۔فضل خزازمدائنی

حدیث نمبر ۸:

۲۶۔علی بن محمد ۲۷۔ایک مرد اہل سوات سے: مجہول ہے۔

حدیث نمبر ۹:

۲۸۔قاسم بن علا: [نقد رجال ج ۴ ص ۴۲] وکیل ناحیہ۔

حدیث نمبر ۱۰:

۲۹۔علی بن محمد ۳۰۔ابی عبداللہ بن صالح

حدیث نمبر ۱۱:

۳۱۔علی ۳۲۔منذر بن صباح بجلی ۳۳۔محمد بن یوسف شاشی

حدیث نمبر۱۲:

۳۴۔علی ۳۵۔علی بن حسین یمانی

حدیث نمبر۱۳:

۳۶۔حسن بن فضل بن زید یمانی

حدیث نمبر۱۴:

۳۷۔علی بن محمد ۳۸۔حسن بن عبدالحمید

حدیث نمبر۱۵:

۳۹۔علی بن محمد ۴۰۔محمد بن صالح:نقدرجال میں اس نام سے ۱۶افراد کا ذکر موجود ہے۔

حدیث نمبر۱۶:

۴۱۔علی ۴۲۔بعض ہمارے اصحاب ۴۳۔احمد بن حسن:[جامع رواۃ ج۱]اس نام سے ۱۱۴افراد کا ذکر آیا ہے۔

۴۴۔علا بن رزق اللہ:جامع رواۃ میں نام نہیں آیا ہے۔ ۴۵۔بدرغلام احمد بن حسن:جامع رواۃ میں یہ نام نہیں آیا ہے۔

حدیث نمبر۱۷:

۴۶۔علی ۴۷۔کسی اور سے سنا ہے:مجہول ہے۔

حدیث نمبر۱۸:

۴۸۔حسن بن علی علوی

حدیث نمبر۱۹:

۴۹۔علی بن محمد ۵۰۔حسن بن عیسیٰ عریضی ابی محمد:جامع رواۃ میں اس کا ذکر نہیں آیا ہے۔

حدیث نمبر۲۰:

۵۱۔علی بن محمد

حدیث نمبر۲۱:

۵۲۔حسن بن خفیف:جامع رواۃ میں اس کا ذکر موجود نہیں۔ ۵۳۔اپنے باپ سے:مجہول ہے۔

حدیث نمبر۲۲:

۵۴۔علی بن محمد ۵۵۔احمد بن ابی علی بن غیاص:جامع رواۃ میں اس کا ذکر موجود نہیں۔

۵۶۔احمد بن حسن:[جامع رواۃ ج۱ص۴۴]اس نام سے ۱۱۴افراد کا ذکر موجود ہے۔

۵۷۔یزید بن عبداللہ:نقد رجال میں اس نام سے کسی کا ذکر موجود نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲۳:

۵۸۔علی بن محمد ۵۹۔محمد بن علی بن شاذان نیشاپوری:[نقد رجال ج۴ص۲۲۸]وکیل ناحیہ

حدیث نمبر۲۴:

۶۰۔حسین بن محمد اشعر:جامع رواۃ میں اس کا ذکر موجود نہیں ہے۔

حدیث نمبر۲۵:

۶۱۔علی بن محمد ۶۲۔محمد بن صالح:نقد رجال میں اس نام سے ۶افراد کا ذکر آیا ہے۔

حدیث نمبر۲۶:

۶۳۔علی بن محمد ۶۴۔میرے چچازاد:مجہول الحال ہے

حدیث نمبر۲۷:

۶۵۔علی بن محمد ۶۶۔ابی عقیل عیسیٰ بن نصر:جامع رواۃ میں اس کا ذکر نہیں آیا ہے۔

۶۷۔علی بن زیاد صیمری:[جامع رواۃ ج۱ص۵۸۱]مہمل ہے۔

حدیث نمبر۲۸:

۶۸۔علی بن محمد ۶۹۔محمد بن ہارون بن عمران ہمدانی:[نقد رجال ج۴ص۳۴۲]ضعیف ہے۔

حدیث نمبر۲۹:

۷۰۔علی بن محمد

حدیث نمبر۳۰:

۷۱۔حسن بن حسن علوی:[جامع رواۃ ج۱ص۱۹۳]مجہول ہے۔

حدیث نمبر۳۱:

۷۲۔علی بن محمد:اس نام سے کل افراد کی تعداد ۱۷ ہے جن میں سے ۱۸بار علی تکرار ہوا ہے۔

راویان روایات امام مہدی از کافی

۱۔جعفر بن علی اخوالعسکری:کذاب ۲۔جعفر بن محمد مجہول الحال ۳۔صالح بن خالد مجہول الحال۔

۴۔یمان نجا مجہول الحال۔ ۵۔مفضل غالی۔ ۶۔سہل بن زیاد کذاب غالی۔

۷۔محمد بن حسان:نقد رجال میں اس نام سے ۴آدمی کا ذکر موجود ہے۔

۸۔محمد بن جمہور کذاب غالی۔ ۹۔علی بن حمزہ بطائنی واقفی۔مردود۔

اب ہم ان روایات کو سند اور متن کے حوالے سے تجزیہ تحلیل نقد و تعدیل سے گزاریں گے۔

امام کو دیکھنے والوں کے نام:

وہ خوش قسمت و خوش بخت اور خوش نصیب بزرگان علماء اور شخصیات جنہوں نے امام مہدی کو دیکھا ہے:

[سفینۃ البحار ج ۸ ص ۶۴۷] میں ذکر من راء کے عنوان سے کمال الدین سے نقل ہے کمال الدین نے جعفر جزاری سے، انہوں نے محمد ابن معاویہ بن حکم سے، انہوں نے محمد ابن ایوب ابن نوح سے، انہوں نے محمد ابن عثمان عمری سے نقل کیا جب ہم امام حسن عسکری کے گھر میں تھے تو ہمارے ساتھ چالیس آدمی تھے امام حسن عسکری نے اپنے فرزند کو ہمارے سامنے پیش کیا فرمایا یہ تمہارے امام اور میرے بعد میرا جانشین ہے اس کی اطاعت کرو اور میرے بعد متفرق نہ ہوجانا ورنہ تم اپنے دین میں ہلاک ہوجاؤ گے۔ آج کے بعد تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔ ہم امام کی خدمت سے رخصت ہوئے اور چند دن نہیں گزرے کہ امام حسن عسکری نے وفات پائی صاحب سفینۃ البحار محدث قمی لکھتے ہیں جن ذوات نے امام کی زیارت کی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ ابن مھزیار۔

۲۔ ابو سہل اسماعیل بن علی نوبختی

۳۔ ابوالحسن ضراب اصبہانی راوی صلوت معروفہ

۴۔ راشد اسد آبادی

۵۔ کامل ابراہیم

۶۔ رشیق صاحب مادرائی ۷۔ ابو دیان

۸۔ ابو راجح حمامی جن کا ذکر کلمہ حاء میم میں آئے گا۔

۹۔ سعد ابن عبداللہ انہوں نے بھی دیکھا ہے۔

اس سلسلے میں پندرہ روایات ہیں جو سب کی سب ضعیف اور مجہول الحال ہیں۔ صرف ایک شخص نے کہا ہے کہ وہ امام کا وکیل ہے اور اس نے صاحب دار کو دیکھا ہے۔ اس حدیث میں معین نہیں کہ صاحب دار کون ہے۔ ان میں سے ایک جعفر ہے جسکے بارے میں علماء شیعہ کہتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ کلینی نے اس کی مذمت کی ہے۔ ایک مجہول روایت کے ذریعے کہتے ہیں جعفر نے صاحب دار کو دیکھا حالانکہ جعفر بن علی امام حسن عسکریؑ کا بھائی ہے جس نے خود کہا ہے کہ میرے بھائی کی اولاد نہیں۔ ان میں سے گیارہویں شخص نے امام کو دیکھنے کا دعویٰ کیا ہے اس کا تعلق محکمہ پولیس سے تھا یعنی وہ لشکر ظلم و جور سے تعلق رکھتا تھا۔ دوسرا نہ تو اس کے حالات کا پتہ ہے اور نہ ہی اس کا نام آیا ہے ممکن ہے لوگوں کیلئے حجت جاہلوں کے ذریعے ثابت ہو لیکن ہر وہ شخص جو لوگوں کا مال و دولت لوٹے وہ حجت نہیں بن سکتا۔

اس سلسلے میں چار روایات نقل ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں صاحب دار کا نام مت لو۔ امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوا کہ جس نے صاحب دار کا نام لیا وہ کافر ہے۔ اس حدیث کے تحت ہر وہ شخص جس نے بارہویں امام کا نام لیا وہ کافر ہوگیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ نام زبان پر لانے سے انسان

کافر کیسے ہوسکتا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفر و ایمان کی حد سورہ نساء ۱۳۶ میں بیان کی ہے۔ ﴿اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اسکی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا﴾ اس آیت کے تحت امام کا نام لینے سے کوئی بھی انسان کافر نہیں ہوسکتا۔ جس امام کو آپ اصول دین میں شامل کرتے ہیں ان کا نام لینے سے انسان کافر کیسے ہوسکتا ہے۔ کہتے ہیں امام زمان اپنے قتل کے ڈر سے چھپ گئے۔ یہ بات بالکل باطل ہے اگر قتل کا خوف تھا تو انہیں کبھی ظاہر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ بغض وعداوت انسان کی طبیعت میں ہمیشہ رہتی ہے۔ سورہ مائدہ ۶۴'۱۴۔ امام کا جب بھی ظہور ہوگا ان کے دشمن ان کے انتظار میں ہوں گے، لوگ اسے خلاف عادت پائیں گے۔ اگر امام قتل کے ڈر سے چھپ گئے تو انبیاءؑ اور دیگر آئمہ اطہارؑ کیوں نہیں چھپے۔ انہیں بھی قتل کے خوف کی منطق کے تحت چھپنا چاہیے تھا۔ یہاں ایک سوال اور بھی ہے کہ جہاں ان کے اتنے ماننے والے اور انہیں پکارنے والے موجود ہیں تو وہ کیوں ان کے سامنے نہیں آتے؟

جنہوں نے امام زمانہ کا دیدار کیا:

محدث قمی نے سفینۃ البحار میں امام زمانہ کے دیدار کرنے والوں میں اسماعیل ابن ابی سہل نوبختی کا ذکر کیا ہے۔ یہ نام کتب روائی جامع الرواۃ میں نہیں آیا ہے لیکن اعیان الشیعہ ج ۳ص ۳۱۱ میں یہ نام آیا ہے۔ اسماعیل کون تھے؟ اس سے پہلے ہم نوبخت کو جاننا چاہیں گے کہ یہ کون تھے؟

اعیان الشیعہ ج ۲ص ۹۳ میں محسن امین لکھتے ہیں نوبخت ایک خاندان ہے جس سے بہت علماء، شعراء، ادیب، منجمین ومتکلمین، فلاسفہ، مورخین، مولفین، حکام اور امراء نکلے ہیں۔ یہ خاندان حکومت بنی عباس میں بہت مقام ومنزلت رکھتے تھے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور بہت سی فارسی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا ہے۔ خاص کر علم نجوم سے متعلق کتب ابتدائی دور بنو عباس میں ترجمہ کی گئی ہیں ان سے یہ علم دوسروں نے لیا ہے بعض نے ان سے دیوان شعر اخذ کیے جیسا ابی نواز بردی ابن رومی، ان میں سے بعض متکلمین امامیہ اثناعشری نکلے ہیں اور بعض نے فرق ومقالات پر بھی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی اصل فارس ہے سب سے پہلے ان کے جد نوبخت جن کی طرف یہ خاندان تعلق رکھتا تھا وہ عشیرہ کیو بن کودرز سے ملتے ہیں یہ دونوں فارس کے معروف شجاعان اور شاہی خاندان میں سے تھے اسی لیے بہر دری نے ان کی شان میں قصیدہ پڑھا ہے۔ اسی طرح ابوالفضل یعقوب ابی یعقوب اسحاق بن اسویل ابن علی ابن اسحاق ابن ابی سہل نوبخت کی تعریف میں قصیدہ پڑھا ہے خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد میں ابی سہل اسماعیل ابن علی ابن نوبخت کے بارے میں لکھتے ہیں ہمارے جد نوبخت دین مجوس پر تھے اور وہ علم نجوم میں انتہائی مہارت رکھتے تھے۔ ہم نے ابی جعفر منصور کو زندان میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا اے سید اے بزرگوار آپ اس ملک کے باشندے نہیں لگتے آپ کہاں سے آئے ہیں تو اس نے کہا میں مدینہ سے ہوں چاند سورج کی قسم آپ صاحب مدینہ کی اولاد میں سے ہیں ہم نے ان کی کنیت پوچھی تو کہا ابوجعفر۔ میں نے کہا آپ کو مجوسیت کی قسم بشارت ہو آپ اس ملک کے حاکم بنیں گے فارس خراسان کے آپ حاکم بنیں گے ابوجعفر نے مجھ سے پوچھا آپ کیسے جانتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا آپ مجھے کچھ لکھ کر دیں اور جب آپ اس مقام پر پہنچیں گے تو اس کتاب

کو دیکھیں گے۔ یہاں سے نوبخت منجم اسلام لایا۔ منصور خلفائے بنی عباس میں پہلا شخص ہے جس نے علم نجوم میں رغبت کی اور منجمین سے سنا اور ان کے اقوال پر عمل کیا۔ طبری نے ۱۴۵ھ کے واقعہ میں لکھا ہے ہمیں کوئی چیز نہیں ملی کہ نوبخت شیعہ منصور کے خدمت گزار تھے ابن ندیم کا جو قول ہے کہ نوبخت شیعہ تھے شاید ابن ابی سہل کے بعد آنے والے لوگوں کا ہے اس میں بھی تمام نہیں بلکہ بعض نے کہا ہے جنہوں نے شیعہ سے دفاع کیا ہے۔ کتاب ریاض العلماء میں لکھا ہے بنی نوبخت ایک معروف متکلمین شیعہ تھے علماء آل نوبخت میں ابو سہل بن نوبخت اور ان کی نسل میں ابو الفضل ابن ابو سہل اور اسحاق ابن ابی سہل ابراہیم ابن اسحاق ابن ابی سہل ابو سہل اسماعیل ابن علی ابن اسحاق ابن ابی سہل مشہور ہیں ان کے بھائی ابو جعفر محمد ابن علی ابن اسحاق ابن ابی سہل ہے سفیروں میں سے غیبت صغری میں حسین بن روح ابن ابی بہر نوبختی اور راویوں میں ابو ابراہیم جعفر ابن احمد نوبختی ان کے بعد احمد ابن ابراہیم عمو ابو جعفر یہ سب اسی خاندان سے ہیں کتاب خاندا دمیں لکھا ہے ابا سہل بن نوبخت جس کی طرف اس خاندان کی انتہا ہوتی ہے ان کی اولاد میں سے دس افراد تھے۔ [اعیان الشیعہ ج ۳ ص ۳۱۱]

لکھتے ہیں اسماعیل ابن ابی سہل ابن نوبخت نے ۲۳۲ھ ق میں وفات پائی تو کیسے انہوں نے امام زمانہ کو دیکھا ہے۔

امام مہدی کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے والد اور والدہ کا حسب نسب کیا ہے اس بارے میں روایات منقولہ اسلامی میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اہل سنت والجماعت کا کہنا ہے۔ ایک مہدی آئے گا لیکن کس خاندان سے اور کس مرد اور کس عورت سے ہوگا اس کا کوئی بیان روایات میں نہیں آیا ہے۔ روایات میں صرف اس کی صفات آئی ہیں جبکہ اہل تشیع کے معتقدین کا کہنا ہے امام مہدی خاندان اہل بیت سے ہوں گے نسل امام حسن عسکریؑ سے ہوں گے۔ لیکن صاحب جمہرۃ العرب اور زهتة الشیعہ کے کہنے کے مطابق امام عسکریؑ لاولد دنیا سے گزرے ہیں۔ یہ نقل آپ کے سلسلہ نسب میں باعث تشویش اور شکوک وشبہات کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔ سلسلہ آئمہ میں امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے لے کر امام حسن عسکریؑ تک کے والدین کے نسب میں کسی قسم کا اختلاف نہیں تو کیونکر دنیا کی قیادت ورہبری سنبھالنے والے عالمی حکومت بنانے والی ہستی کے والدین کے بارے میں شکوک وشبہات ہوں، دوسرا یہ کہ شکوک وشبہات اپنی جگہ اس وقت بڑھ جاتے ہیں جب کتب انساب کی طرف مراجعہ کرتے ہیں تو بعض کتب انساب میں امام حسن عسکریؑ کو لاولد بتایا گیا ہے جبکہ آپ کی والدہ کے بارے میں اختلاف بتاتے ہیں کوئی کہتا ہے نرجس ہے کوئی کہتا ہے صیقل ہے کوئی کہتا ہے حکیمہ ہے فرض کریں امام کی تین بیویاں تھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی متعین نہ ہو تو باعث تشویش ہے اس تشویش میں ایک اور حیرت کن تشویش کا اضافہ اس وقت ہوتا ہے جہاں محدث قمی نے امام زمانہ کی والدہ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کی والدہ اور والد کا نکاح عالم برزخ میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ نے پڑھا ہے۔ بھلا یہ کونسی منطق ہے حضرت رسول اللہ کا نکاح ایجاب وقبول حکیم بن طفیل اور خود رسول اللہ نے پڑھا ہے حضرت علیؑ کا نکاح حضرت زہراء سے رسول اللہ اور خود حضرت علیؑ نے پڑھا عزیز واقارب نکاح پڑھتے ہیں لیکن کیا صرف امام زمانہ کی والدہ کا نکاح عالم برزخ میں ہوا ہے۔ دوسرا عالم برزخ میں نکاح پڑھنے کی کیا منطق ہے اسکے کیا اثرات اور فضیلت ہے۔ ایسے بے سبب نقولات سے مسئلے کی اہمیت بڑھنے کی بجائے شکوک وشبہات کا سبب بنتی ہے۔ ان شکوک وشبہات کو سامنے رکھنے کے بعد اہل سنت والجماعت کے نظریات کو تقویت ملتی ہے کہ امام مہدی کا سلسلہ نسب معلوم نہیں ان کا کوئی وجود نظر نہیں آتا۔ وہ ان کے والدین کے بھی معتقد نہیں اور نہ ان کی غیبت کے معتقد ہیں یا دوسرا نظریہ جو کہ فرقہ باطنیہ صوفیوں اور اسماعیلیوں کی

اختراع ہے جو اپنی جگہ بے بنیاد اور گھڑی ہوئی چیز ہے ۔نہ مہدی خاندان اہل بیتؑ سے ہیں نہ ان کی ولادت ہوئی ہے بلکہ یہ ایک گھڑی ہوئی چیز ہے ۔اس نظریے کو وہاں سے تقویت ملتی ہے جہاں نشاۃ الشیعہ میں آیا ہے اور اس سے قبل بحث شیعہ اہل بیت میں بیان ہوا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کے بعد شیعہ ۱۵ فرقوں میں بٹ گئے ہیں ۔اس کا معنی یہ ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد ان کے ماننے والوں کی جماعت کو نئے امام کے انتخاب میں شدید بحران کا سامنا ہوا ۔اس لئے ۱۵ فرقے بنے ہیں ۔ان میں سے بعض کا کہنا ہے امام حسن عسکریؑ لاولد وفات پائے ہیں اس حوالے سے یہ تذبذب کا شکار ہوئے کہ امام کس کو بنائیں اس خاندان سے بچنے والوں میں جعفر کذاب ہے جو اس منصب کیلئے اہل نہیں ہے ۔یہاں سے یہ مختلف راہوں پر گامزن ہوئے کہ ان سے پہلے محمد کی طرف برگشت کریں یا خود امام علی الهادیؑ کی طرف واپس جائیں چنانچہ صاحب کسر صنم نے مراۃ العقول سے اصول کافی سے اس بارے میں وارد تمام روایات کو ضعیف الاسناد قرار دیا ہے ۔

اس سلسلے میں علامہ سید ہاشم بحرانی نے خاص کتاب لکھی ہے اس کا نام **تبصرہ ولی فیمن رای القائم المهدی علیہ سلام**۔ جس جس نے امام مہدی کو دیکھا ہے ان کے نام اس میں ذکر کئے ہیں ان کی تعداد ۹۸ ہے ۔ایک سو یا دو سو سے زائد افراد نے امام مہدی کو دیکھا ہے ان میں سے بعض نے ولادت کے موقعہ پر اور بعض نے ولادت کے بعد دیکھا ہے ۔ان میں اکثر و بیشتر یا سب یہودی، مسیحی، مجوسی، ایرانی بوڑھے مسافر، مجہول اسماء اور مجہول النسب شامل کر کے یہ تعداد بنائی گئی ہے ۔قارئین متن کیلئے کتاب کا ملاحظہ کریں ۔اس کے بالمقابل میں حیات امام حسن عسکریؑ اور امام مہدی کے بارے میں لکھی گئی کتابوں میں آیا ہے جب امام حسن عسکریؑ نے وفات پائی تو گھر میں غسل و تدفین ہو رہا تھا باہر لوگ جعفر ابن علی الهادیؑ امام حسن العسکری کے بھائی کو تعزیت پیش کر رہے تھے اندر سے خادم آیا اور جعفر سے کہا ادائے نماز کیلئے صحن میں آجائیں تو جعفر نے امام مہدی کو نہیں دیکھا تھا اس گھر میں رہنے والے خادم نے بھی امام مہدی کو نہیں دیکھا تھا ۔جعفر نماز جنازہ ادا کرنے کیلئے صف میں کھڑے ہوئے اور امام مہدی نے پانچ سال کی عمر میں امام حسن عسکریؑ کی نماز جنازہ پڑھی اور نظروں سے اوجھل ہو گئے کیا اس اجتماع نے امام مہدی کو نہیں دیکھا نہ جعفر نے دیکھا نہ خادم نے دیکھا حتیٰ کہ گھر والوں نے بھی امام مہدی کو نہیں دیکھا لیکن باہر بوڑھی عورت ایرانی مجوسی یہودیوں نے امام مہدی کو دیکھا باعث تعجب ہے ۔

اسی طرح محدث قمی نے امام کو دیکھنے والوں کے ناموں میں جعفر خزاری، محمد ابن معاویہ، محمد ابن ایوب، کا نام لیا ہے جبکہ ان کا نام بھی جامع الرواۃ میں نہیں آیا ہے ۔

اگر زمین میں کوئی اللہ کی حجت ہے تو یہ اس کی کتاب اور نبی کریمؐ کی سنت ہے لیکن جو کہتے ہیں حجت کا انسان کی صورت میں ہونا ضروری ہے انہیں غیبت کا جواز دینا چاہیئے امام جب غیب میں جاتا ہے تو پہلے مرحلہ میں دو صورتیں ہیں:

۱۔غیبت میں گئے ہیں تو کہاں گئے ہیں اگر زمین میں ہیں تو زمین میں کیسے غائب ہیں اس کی وضاحت ضروری ہے ۔

۲۔اگر آسمان پر گئے ہیں تو وہ زمین کی حجت نہ ہوئے ۔

ولادتِ امام مہدی:

یہاں ہمارے پاس دو عنوانات ہیں: عنوان اول ولادتِ امام مہدی ہے ۔معرفت امام کی شناخت کیسے ممکن ہے ہر چیز کی شناخت کا

طریقہ دوسری چیز کی شناخت کے طریقے سے مختلف ہوتا ہے مثلاً بخار کی شناخت شوگر کی شناخت، فشار خون کی شناخت کینسر کی شناخت مرض سیل کی شناخت وزن ماپ کی شناخت غرض ہر ایک چیز کی الگ شناخت ہوتی ہے۔

۱۔نسب کی شناخت کتب انساب سے ہوتی ہے۔

۲۔علم وہنر کی شناخت سوال واستفسار سے ہوتی ہے۔

۳۔عمل کی شناخت عمل سے ہوتی ہے۔

۴۔امام کی شناخت عدالت وعلم شریعت اور سیاست واہلیت قیادت سے ہوتی ہے۔

اگر ان ذرائع سے امام کی شناخت کروانا چاہیں تو امام زمان کے بارے میں شناخت مشکوک نظر آتی ہے۔

۱۔علمائے انساب کہتے ہیں امام حسن عسکری لاولد دنیا سے گزرے ہیں اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ آپ کی متروکات آپ کی ماں اور جعفر کے درمیان تقسیم ہوئی ہے۔

۲۔ان کے علم وقدرت کی شناخت اس لئے نہیں ہوسکی کہ ان کو کسی نے نہ تو دیکھا اور نہ ان سے سوالات کئے ہیں۔

۳۔کسی نے میدان عمل میں امام زمانہ کو یعنی امامت کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے ایک دن بھی معاشرے کی اصلاح نہیں کی۔جب کسی امام زمانہ کے آنے کی خبر کے سچ ہونے کا دعویٰ کرنے والے امام کو آمنے سامنے لانے سے عاجز وناتواں ثابت ہوگئے تو انہوں نے اسے پس پردہ رکھنے کی کہانی گھڑلی اور پھر اس کے لئے انہیں ایک نئی کسوٹی اختیار کرنا پڑی اور انہوں نے امام سے منسوب خطوط ومضامین کا سلسلہ شروع کیا اور یہ ایسی چیز تھی کہ جسے صرف ادنیٰ شعور رکھنے والے ہی مان سکتے تھے کیونکہ جب کسی انسان نے کسی امام کے آمنے سامنے اسے کوئی خط ومضمون لکھتے ہوئے ہی نہ دیکھا ہو تو وہ کیسے اس بات کی تصدیق کرے گا کہ اسے جو خط یا مضمون دکھایا جارہا ہے وہ اس امام کا ہے اور ان حقائق کی روشنی میں کون مانے گا کہ ایک ایسے امام بھی تھے جنہیں کسی بشر نے نہیں دیکھا لیکن وہ خمس لیتے تھے۔امام مہدی کی ولادت سے منصب امامت پر فائز ہونے تک

آپ کی امامت کو قرآن اور سنت نبی کریمؐ دین وشریعت کی طرف سے کثیر سوالات کا سامنا ہے۔امام مہدی کے معتقدین کو امام مہدی کی امامت کو ثابت واستوار کرنے کیلئے ان تمام سوالات کے جوابات دینا ضروری اور ناگزیر ہے۔

۱۔امام مہدی پیدا ہوئے ہیں آپ کو پیدا ہونے کے بعد کس کس نے دیکھا ہے۔کیونکہ کسی کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو تنہا گھر والے خوش نہیں ہوتے بلکہ ان کے ساتھ محلہ والے بھی خوش ہوتے ہیں۔تحیت اور مبارک بادی کی وہاں بارش برستی ہے بتائیں امام مہدی کے پیدا ہونے کے بعد کن کن عدول ثقہ معتبر افراد نے امام مہدی کو پیدا ہونے کے بعد دیکھا ہے۔

۲۔کہتے ہیں امام مہدی جب ۳ تین یا ۵ پانچ سال کی عمر میں پہنچے تو آپ کے پدر بزرگوار کا سایہ اٹھا اور آپ یتیم ہوگئے اس حوالے سے وہ کسی سرپرست کی کفالت کے نیازمند تھے۔آپ کس کی کفالت میں گئے اور کس کی سرپرستی میں آپ نے طفولت گزاری ہے۔ایک انسان کیلئے ایک ایسے اعلیٰ وارفع منصب پر فائز ہونے کیلئے دو قسم کی بلوغت کی ضرورت ہے۔جس میں ایک بلوغت سنی ہے اور دوسرا عقلی ہے جب تک

انسان سنی یا جسمانی طور پر حد بلوغت کونہیں پہنچے گا وہ منصب اقتدار نہیں سنبھال سکتا کیونکہ منصب اقتدار سنبھالنے کیلئے جیسے کہ نص قرآن میں آیا کہ قدرت جسمی کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ قانون نافذ کرنے کیلئے مجرمین اور طاغی افراد کو سر تسلیم خم کرانے کیلئے طاقت جسمانی کا ہونا ضروری ہے۔

۳۔طاقت قدرت علمی کا ہونا ضروری ہے۔اس کیلئے تمام آئین شریعت کے چھوٹے سے لے کر بڑے مسائل اور ان کے فلسفہ اور حکمت کو درک کرنا ضروری ہے چونکہ امام زمان نو عمری میں تھے اس لیے انہیں موقع نہیں ملا کہ وہ کچھ دیر تک اپنے آپ کو تعلیم و تربیت کی درسگاہ میں رکھتے۔جہاں سلاطین کی سلطنت و حکومت خاندانی وارثت میں چلتی تھی وہاں بھی ان کے سرپرستوں نے ان کی نیابت میں یہ منصب سنبھالا ہے تا کہ وہ حد بلوغ و رشد کو پہنچیں۔

۴۔امام پیدا ہوتے ہی امام نہیں ہوتا بلکہ اس کے امام ہونے کیلئے امام سابق کی طرف سے کسی اجتماع اکابر زعمائے ملت کے حضور تخصیص و تعین کرنا ضروری ہے۔یہاں ایسے شہود و گواہ کی ضرورت ہے جنہوں نے امام حسن عسکریؑ سے یہ سنا ہو کہ آپ نے اپنے بعد اس بیٹے کو منصب امامت پر فائز کیا ہے۔

۵۔امام مہدی کے بارے میں ہے کہ آپ تین قسم کی غیبت کے حامل ہیں ایک غیبت ولادت سے امام حسن عسکریؑ کی وفات تک دوسری غیبت امام حسن عسکریؑ کی وفات سے لے کر نواب اربعہ یعنی علی ابن محمد سمری کی وفات تک جسے غیبت صغریٰ کہتے ہیں۔تیسری علی ابن محمد سمری کی وفات سے غیر معینہ مدت تک جسے غیبت کبریٰ کہتے ہیں۔دو رغیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ لوگوں کیلئے نا قابل فہم اور نا قابل حل ہیں۔دوسرا کلمہ امام غیبت سے متصادم ہے امام کے معنی لوگوں کے آگے لوگوں کی قیادت و رہنمائی کرتے ہوئے لوگوں کے سامنے حاضر ہونے کے ہیں۔جب امام غیب میں رہیں گے تو یہ تمام فرائض منصبی امامت سے معزول ہو جائیں گے اس معزولی کے باوجود کہیں کہ وہ امامت کر رہے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی کو اگر شوگر کی بیماری ہے تو اسے کہیں شکر کھانے سے شوگر نہیں بڑھتی کسی کی نمکیات بڑھی ہوئی ہیں اور ان سے کہیں نمک کھانے سے نمکیات نہیں بڑھتی لہٰذا یہ کہنا کہ غیب میں رہتے ہوئے ہماری قیادت کرتے ہیں یہ قرآن و سنت و سیرت انبیاءؑ اور عقل و فہم سے متصادم و متعارض دعویٰ ہے۔

سوال نمبر۲: اس سوال کا جواب اکثر و بیشتر علمائے اعلام جیسے رسول جعفریان، مہدی پیشوائی، آیت اللہ فضل اللہ نے دو جواب دیئے ہیں۔ان کے جوابات اور ان پر اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کو ہم نے مفصل طور پر بحث شیعہ میں ذکر کیا ہے۔

سوال نمبر۳: امام مہدی کی مصدر شناخت شریعت کیا ہے؟ یہ ایک فرقہ کی نہیں بلکہ تمام امت اسلامی کی فکر ہے۔کسی بھی علم کیلئے مصدر و منبع کا ہونا ضروری ہے۔اُسکے دائرۂ علم کی وسعت کا اندازہ اس کے تعدد مصادر و منابع سے ہوتا ہے تمام علوم کی برگشت اِن تین مصادر پر منتہی ہوتی ہے۔

۱)۔مصادر عقلی:

اللہ رب العزت نے انسان کو حیوانات سے ہٹ کر عقل کی نعمت سے نوازا ہے۔یہ عقل ہی ہے جو انسان کے اندر ذخائر علمی کا سبب

ہے۔انسان سے پوچھا جائے آپ کے اس علم کا مصدر ومنبع کیا ہے تو اس کے جواب میں وہ اپنی عقل کو پیش کرتا ہے ایک انپڑھ سے لیکر فلاسفہ جو بند کمروں میں سوچ وبچار میں رہتے ہیں اُنکے نشیب وفراز میں علم کا مصدر عقل ہے۔

۲)۔تجربہ تعلیم وتربیت:

جوانسان علم کو کسی سے حاصل کرتا ہے تو جب بھی اُس سے اُسکے علم کا مصدر ومنبع دریافت کیاجائے تو وہ کسی شخص، کتاب یا اپنی تکرار تحریر سے استناد کرتے ہیں گویا اس انسان کے پاس مصدرِ عقلی کے ساتھ مصدرِ تجربی ایک اضافہ ہے ایسا انسان دو پروں سے پرواز کرتا ہے۔ممکن نہیں تعلیم وتجربہ سے حاصل ہونے والے علم میں عقل کا دخل نہ ہو۔

۳)۔وحی:

انبیاءؑ نے چاہے چھوٹی عمر میں دعویٰ کیا ہو یا جوانی یا بڑھاپے میں اُنکے علم کے دعویٰ کا مصدر ومنبع وحی ہے۔جب بھی کوئی مسئلہ اُن سے پوچھا جاتا تو وہ وحی سے استناد کرکے جواب دیتے یا وحی کا انتظار کرتے تھے۔یہ ہستیاں ہر بات کے جواب میں کہتی تھیں ہمارے اُوپر وحی نازل ہوئی ہے۔اس تناظر میں جب ہم مصدر ومنبع علوم آئمہ طاہرینؑ کے بارے میں سوال اُٹھاتے ہیں تو اس کے جواب میں ہمیں دو گروہوں کا سامنا ہوتا ہے۔

۱)۔گروہِ حلولی:

اس گروہ کا کہنا ہے اللہ اُن میں حلول کرتا ہے یہاں مصدر ومنبع کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ جو کچھ کہیں گے وہ وحی ہوگی۔لیکن یہ لوگ نظریہ ختمِ نبوت سے ٹکرانے کی وجہ سے وحی کہنے سے گریز کرتے ہیں اور کہتے ہیں اُنہیں الہام ہوتا ہے یا یہ وحی غیرِ نبوت کے حامل ہیں۔ان دونوں کی کوئی سند قرآن وسُنت سے ملنی چاہیئے اور ایسے الہام کو جو امام کیلئے ہوتا ہے اور جس الہام کا دعویٰ عرفا اور پیران پیر کرتے ہیں ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہونا چاہیئے۔لیکن اگر یہ دونوں مصدر ثابت نہ ہوں تو ان کا علم بغیر مصدر ومنبع رہ جائے گا۔

۲)۔تعلیم وتربیت:

کسی عالم سے تعلیم وتربیت حاصل کرنا۔

سوال نمبر۴:امام حسن عسکریؑ کا اپنے بعد کی حجت کا تعارف:

امام حسن عسکریؑ اوران کے والد گرامی علی الھادیؑ دونوں کو عسکری کہتے ہیں کیونکہ ان دونوں کو متوکل عباسی نے مدینہ سے بلا کر اپنی فوجی چھاونی میں نظر بند کیا اور اپنی نظارت میں رکھا تھا۔یہاں پر شیخ صدوق علیہ الرحمہ محمد ابن عثمان عمری سے نقل کرتے ہیں کہ ہم چالیس آدمیوں کو لے کر امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں مشرف ہوئے اوران سے اپنے بعد کی حجت کے بارے میں استفسار کیا کیونکہ ان کی نظروں میں امام حسن عسکریؑ اس وقت لاولد تھے۔اتنے میں ان کے اس استفسار پر امام حسن عسکریؑ نے ایک چھوٹے بچے کو گود میں لے کر ان کو دکھایا اور کہا میرے بعد یہ تمہارے لئے حجت ہے یہاں دو قسم کے سوالیہ فقرات ذہن میں آتے ہیں:

۱۔جہاں امام حسن عسکریؑ متوکل عباسی کی رقابت ونظارت میں ہوں وہاں چالیس آدمی وہ بھی مشکوک علاقے سے امام حسن عسکری

کے دولت سراء آجائیں اور متوکل عباسی کے محافظان کی نظروں سے پوشیدہ ہوں اور وہاں آخری حجت کو دکھانے کے باوجود متوکل عباسی کو پتہ نہیں چلا یہ کیسے ممکن ہے؟

۲۔محمد ابن عثمان نے کہا ہم حجت اللہ کی شناخت کیلئے چالیس آدمی لے کر گئے ہیں لیکن وہ کون سے افراد تھے جنہیں محمد ابن عثمان اپنے ساتھ لے کر گئے تھے ان کا نام نہ لینا اپنی جگہ ایک اور سوال اور شک کا پیش خیمہ بنتا ہے۔

امام زمانہ سے متعلق احادیث کا آخری مصدر و منبع احوال کافی میں موجود روایات ہیں اصول کافی میں مندرج روایات کی دو تہائی کو مجموعی طور پر علامہ مجلسی نے اس کتاب کی شرح لکھتے وقت ضعیف مہمل اور مرسل قرار دیا تھا تا ہم یہاں نقل ہونے والی روایات کا بھی جائزہ لیتے ہیں اس باب میں مروی روایات اپنی ضعیف سند کے ساتھ ان دو روایات کے متون بھی عقل، عقلاء عالم اور آیاتِ محکمات قرآن اور مسلمہ روایات سے بھی متصادم ہیں ذیل میں روایات ملاحظہ کریں۔اس باب میں تین حدیث نقل ہیں مجلسی نے پہلی اور دوسری کو ضعیف اور تیسری کو مجہول قرار دیا ہے۔کیونکہ ان راویوں کا نہ تو عقیدہ صحیح ہے اور نہ ہی یہ لوگ علم و تحقیق کے حامل افراد ہیں۔یہ لوگ سادہ عوام میں سے ہیں ان سے مروی احادیث معمیات الفاظ پر مشتمل ہیں۔اس حدیث میں ان کے موضوعات مبہم اور غیر عقلی ہیں۔

حدیث نمبر ا: کہتے ہیں اللہ کے نزدیک ترین بندے وہ ہیں جنہوں نے اپنی حجت کو ضائع کیا ہے یعنی گمایا ہے اس اصول کے تحت اللہ کے وہ بندے بد بخت ہیں جنھوں نے اپنی حجت کو حفظ کیا اور ضائع ہونے سے بچایا ہے۔حجت یعنی دلیل جو روشن ہو۔لیکن حجت جو واضح نہ ہو وہ حجت نہیں کہلا سکتی۔اللہ کی حجت واضح ہونا چاہیے جو مکان اور معنی و مفہوم کے حوالے سے غیر واضح ہو وہ حجت نہیں ہو سکتی۔اس حدیث کے آخر میں کہتے ہیں اگر اللہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ لوگ اس کے اولیاء پر شک کرتے ہیں تو اس کو نہ چھپاتا۔امام مہدی غائب ہیں شیعوں کے پاس کوئی حجت نہیں ہے تو شکایت کریں گے۔جب حجت غائب ہو جائے تو لوگ شک کریں گے تو یہ غیر عاقل ہوں گے یعنی شک کرنے والے عاقل ہونگے حکم شریعت کو کھیل سمجھتے ہونگے۔عبادت باطل حکومت کے سائے میں خوف کے ساتھ ادا کی جائی تو افضل عبادت ہوگی۔لیکن حق کی حکومت میں عبادت کی ادائیگی افضل نہیں ہے۔ہماری عبادت آئمہ کے دور سے افضل ہے جو دور حق ہے امام جواب دیتے ہیں کیا تم چاہتے ہو حق ظاہر ہو جائے اور عدل کو فروغ ملے اس کا راوی عمار ساباطی ہے۔یہ جاہل اور ان پڑھ انسان تھا اس کے مذہب کا کوئی پتہ نہیں ہے۔علماء رجال کہتے ہیں کہ یہ فطحیہ مذہب پر تھا۔عبداللہ افطح ان کا امام ہے یہ شخص غالی تھا کچھ نہیں جانتا تھا۔امام جعفر صادق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ جو اس حالت میں مرے گا وہ شہید ہوگا اور اس کا مقام شہداء بدر سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔یہ سب غلط ہے کیونکہ شہداء بدر انصار و مہاجرین میں سے تھے جنہوں نے غربت کی حالت میں پیغمبرؐ کی مدد کی۔

تیسری حدیث سہل بن زیاد کذاب کی ہے اس نے امیر المومنینؑ کے ایک صحابی سے نقل کیا ہے لیکن وہ صحابی کون ہے اس کا نام کیا ہے کچھ معلوم نہیں۔اسی طرح ایک اور حدیث نقل ہوئی ہے مجلسی نے اس کے اکثر راویوں کو ضعیف مجہول اور مرسل کہا ہے۔ایک حدیث جعفر ابن محمد کوفی سے نقل کرتے ہیں جو مجہول ہے اس نے صالح بن خالد سے نقل کیا ہے جو مجہول ہے اس نے یمان تمار سے نقل کیا ہے وہ بھی مجہول ہے اس طرح ایک مجہول نے دوسرے مجہول سے اور دوسرے مجہول نے تیسرے مجہول سے نقل کیا ہے۔یہاں سب راوی مجہول ہیں۔

روایات کا متن یہ ہے امام جعفر صادق نے فرمایا ''امامت کے لیے غیبت ہے ہر شخص اس دور سے گزرے گا'' اس کی مثال ہاتھ میں کانٹا اٹھا کر بیٹھنا ہے۔ واضح نہیں کیا کہ صاحب امر کون ہے اور کب آئے گا اس کا ذکر نہیں کیا۔

دوسری روایت میں موسیٰ ابن جعفر صادق نے اپنے بھائی سے کہا ''صاحب امر کیلئے ایک غیبت ہے جو عقل وفکر رکھتا ہے وہ اسے درک نہیں کرسکتا۔ اگر تمہاری زندگی ہوئی تو تم اسے ضرور دیکھو گے۔'' جب علی ابن جعفر جیسے افراد اسے درک نہیں کرسکتے تو عام آدمی کیسے درک کرسکتا ہے۔ لہٰذا اللہ ان بندوں کو کوئی تکلیف نہیں دے گا جو اس کو درک نہیں کرسکتے۔ جبکہ ان کا عقیدہ ہے کہ موسی ابن جعفرؑ علم غیب رکھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ علی بن جعفر درک نہیں کرینگے تو کیوں انہوں نے حجت کے غیبت ہونے کی بات کی ہے۔

تیسری حدیث امام جعفر صادقؑ سے نقل ہے ''فضل سے فرمایا اپنے مذہب اور غیبت کے بارے میں کسی کو نہ بتانا اللہ کی قسم تمہارا امام غیبت اختیار کرے گا اور اس دور میں بارہ جھنڈے بلند ہوں گے۔ ان کے بارے میں کسی کو کوئی پتہ نہیں وہ کہاں سے آئیں گے اور کہاں جائیں گے۔ اس پر فضل رونے لگا اور کہا مولا کیا یہ امام پر واجب ہے''۔ کیا امام غیب ہوا ہے، کیا بارہ جھنڈے بلند ہوئے ہیں اگر ایسا نہیں ہوا تو فضل کیوں رونے لگا۔ یہ غالیوں میں سے تھا۔

چوتھی روایت میں ہے اس امر کے صاحب حضرت صاحب امر کا انکار کرنے والے برادران یوسف جیسے ہوں گے پھر اس امت کے بہت سے افراد اس کا انکار کرینگے پھر کہتا ہے اس سے انکار کرنے والے مثل خنزیر ہونگے۔ یہ خبر اپنی جگہ احتمال صدق وکذب دونوں رکھتی ہے کیا کسی خبر محتمل صدق وکذب کا انکار کرنے والا انسان خنزیر جیسا ہوگا۔ جب جنگ میں پیغمبر اکرمؐ کے دندان شہید اور زخمی ہوئے تو لوہا ان کے دانت کے اندر رہ گیا تو پیغمبرؐ کو کہا گیا کہ ان پر لعنت کریں لیکن پیغمبرؐ نے کہا میں تو رحمت بن کر آیا ہوں۔ روایت میں آیا ہے امام کی غیبت قیام کرنے سے پہلے ہوگی لیکن ان کی ولادت اور موت غیر یقینی ہوگی اس راوی کا نام معلوم نہیں اس کے حالات کیا ہیں۔ اور یہ کس پر واجب ہے۔ سورہ یوسف ۱۰۸، اعراف ۲۰۳ اور نساء ۱۷۴ میں فرمایا ہے کہ حجت واضح اور روشن ہے۔ دین اسلام یعنی دین برھان، دین دلیل اور دین بصیرت ہے۔

۶ اور ۱۲ روایت میں ہے وہ افراد جو امام کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں امام ایام حج میں ان سے ملتے ہیں مگر وہ امام کو دیکھ نہیں سکتے ہیں۔ آیا امام جسم وجسمانیت اور قد وقامت رکھتے ہیں تو لوگوں نے امام کو دیکھا ہوگا ایسا انسان دیکھنے میں کیوں نہیں آئیگا۔

ساتویں خبر میں آیا ہے امیر نے فرمایا ''غیبت امام ۶ دن یا ۶ مہینے یا ۶ سال ہوگی''۔ ایسی احادیث پر ایمان رکھنے والوں پر اتنا عرصہ گذر جانے کے باوجود بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ کیا ایک ہزار سال گزرنے کے بعد غیبت امام کا وقت ختم نہیں ہوا ہے۔

آٹھویں حدیث:۔ اس میں ہے کہ امام کو چاہیے اپنا تعارف کروائیں جیسے آسمان کا ایک ستارہ غائب ہوجاتا تو دوسرا نکلتا ہے لیکن ایک ستارہ غائب ہوا ہے تو دوسرا ستارہ کیوں طلوع نہیں ہورہا۔ ایک حدیث میں پوچھا گیا ہے اللہ کیوں امام کو غائب کرتا ہے۔ امام فرماتے ہیں قتل ہونے سے ڈرتے ہیں انبیاء واولیاء سب غائب ہیں چونکہ ان سب کے دشمن ہیں۔ یعنی جس کا کوئی مقام ہے اس کو خوف قتل ہے لہٰذا اسے چھپانا چاہیے۔

ایک روایت میں امام علی نے کوفہ میں منبر پر فرمایا صالح ابن زیادہ کوفی نے جعفر سے نقل کیا ہے وہ آیت سورہ ملک میں نازل ہوئی ہے ۔وہ مکی آیت ہے جو کہ مشرکین کیلئے ہے ۔جس نے تمہیں پیدا کیا تمہیں آنکھ کان دیا ہے ۔اس آیت میں اللہ نے لوگوں سے الوہیت کا اقرار لیا ہے یہاں امامت کا ذکر نہیں ہے ۔راوی کہتا ہے امام غائب ہوگا تو کون لائے گا یہ طویل روایت غالیوں نے گھڑی ہے ۔کہتے ہیں امام کیلئے ایک غیبت ہونی چاہیے اس کی کیا دلیل ہے اور کیوں امام کو غیبت میں جانا چاہیے ۔

یہاں ہمارا سوال ہے بعض علمائے شیعہ جو امام زمانہ کی غیبت صغریٰ کے دور میں تھے اُس دور میں انہوں نے کتب احادیث لکھی ہیں تو کیوں اِن لوگوں نے اِن احادیث کو خود امام زمانہؑ سے نقل نہیں کیا بلکہ اُن سے نقل کرنے کی بجائے دیگر آئمہ سے نقل کیا ہے؟

محمد بن علی ہلالی نے توقیع پر نقل کیا ہے سو سال پہلے اور تین مہینہ پہلے ۔ان تمام روایات میں نص بر امامت نامی کوئی کلمہ تک نہیں ملتا ہے تلوار، زرہ، چھوڑنا، دفن و تکفین و قبرستان کا ذکر کرنا، چھوٹوں پر رحم کرنے کی بات کو نص امامت قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ نص بر امامت اجتماع عام میں اہل حل و عقد کے حضور میں **عند المخالف و معالف** طے پاتی ہے ۔

ہر امام پر نبی کریمؐ اور امام سابق سے نص ہونے اور نصوص کے متن پر جامع کتاب کفایہ الاثر فی النص علی ائمہ اثنا عشر تالیف علی بن محمد بن علی خزازی الرازی کی ہے جسے صاحب زریعہ نے اپنی کتاب کی ج ۱۸ ص ۸۶ پر اور صاحب ریاض العلماء نے ج ۴ ص ۲۲۶ پر اس کتاب کا ذکر کیا ہے صاحب کتاب کو شیخ صدوق کے شاگردوں میں بتایا جاتا ہے لیکن دیگران سے بھی نقل کیا ہے یہ کتاب اور مولف علماء اعلام کے نزدیک واضح اور روشن نظر آتے ہیں خاص کر صاحب ریاض نے کتاب کے انتساب کے بارے میں کہا ہے اس کے علاوہ شیخ مفید علیہ رحمہ کی کتاب ارشاد ہے لیکن جو چیز انسانی ذہن کو مشکوک کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام فقہا علماء کا دور زیدیوں کا دور ہے کیونکہ اس وقت آل بویہ کی حکومت تھی یہی انھیں نوازتے تھے یہ ان کے سایہ میں ہوتے تھے اپنی کتابیں ان کے وزراء سے انتساب کرتے تھے یہی وجہ ہے بڑے سے بڑے عالم فقیہ شیداء اہل بیت کی کتب میں اہل بیت کا دفاع صرف حضرت علی تک محدود نظر آتا ہے لہذا بطور نص کے قائم ہونے اور اس کے منکر کو سزا دینے کی کوئی منطق نہیں ۔

ایک مہدی آئے گا لیکن معلوم نہیں کس کی نسل سے اور کہاں سے آئیں گے ان کا حلیہ اور شناخت کیسے ہوگی ہمیں اس سلسلے میں سوچنا بھی نہیں چاہیے اس حوالے سے بحث و گفتگو لاحاصل ہے اسے یہاں ختم کرتے ہیں ہمیں اپنے مسائل خود حل کرنے ہیں بلکہ کسی کی آمد کا انتظار مستقبل درخشاں کی خوشخبری کمیونسٹوں کی افیون ہے ۔

امام منتظر ہی پورے عالم کی قیادت و رہبری کرسکتا ہے:

علامہ غریفی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں پورے عالم بشریت کو ظلم و انحراف سے نجات دینے اور اس کی امیدوں و آرزوں کیلئے ایک قیادت صالح کی ضرورت ہے ۔اس قیادت کے بارے میں نبی کریمؐ سے احادیث کثیرہ وارد ہیں جو کہ کتب اسلامی معتبر میں مدون ہیں ۔لیکن یہاں یہ سوال ہے کہ آیا امام زمان اتنے طویل عرصے سے زندہ ہیں ۔کیا ہم نے ثابت کیا ہے کہ امام زمان کی ولادت ہوچکی ہے اور ابھی تک زندہ ہیں ۔امام زمانہ کے بارے میں اعتقاد تنہا شیعہ نہیں بلکہ علمائے سنت بھی اس کے معتقد ہیں پورے عالم کو ظلم و استحصال سے نجات دینا اعجاز

ومعجزے سے نہیں ہوگا بلکہ قانون طبیعی کے تحت ہوگا یعنی امام زمانہ جب تشریف لائیں گے تو آپ کی فتح وکامیابی اعجاز سے نہیں ہوگی یہاں امام کی تحریک کی کامیابی اور تغیر حرکت کی کیا شرائط ہوں گی ان شرائط کے بارے میں علماء نے مندرجہ ذیل شرائط ذکر کی ہیں۔

۱۔عالم ظلم اور انحراف میں ایسے مرحلہ پر پہنچا کہ جہاں اس کی موجودہ حالت بدلنا ناگزیر ہو چکا ہو، اجتماع فاسد ہو چکا ہو اور تغیر کے اسباب فراہم ہو چکے ہوں اس سلسلے میں ظہور امام سے متعلق روایات کا مطالعہ کریں تو وہ ظلم و جور اور فساد وانحراف کی شرط کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

۲۔امام کی تحریک کی کامیابی کیلئے حالات کے سازگار ہونے سے مراد یہ ہے کہ تمام نظام، افکار اور طور وطریقے اپنی جگہ ناکام ہو چکے ہوں جیسے آج کل کے سیمینار اور کانفرنسیں عالمی سطح پر چیخ و پکار بلند کر رہی ہیں کہ عالم کو اس مخمصہ سے نجات دلائی جائے اور جو خطرات انسانیت کو لاحق ہیں اس سے نجات حاصل کرائی جائے آج بشریت خود کو یاس و ناامیدی اور پستی کی طرف جاتے ہوئے محسوس کر رہی ہے۔عالم پر حاکم سیاستدان ضعف وناتوانی کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔علاؤ مفکرین کا کہنا ہے کہ بشریت ایک تیسری عالمی جنگ کی منتظر ہے جو تمام جنگی وسائل کو ختم کر دے گی اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

۳۔امام زمانہ خود ظالمین کے خوف وہراس سے پردۂ غیب میں گئے ہیں۔لیکن ابھی امام زمانہ اسی صورت میں تن تنہا' بے یارومددگار، وحدت ویکتائی میں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ ظالمین کی تعداد اور طاقت اُس وقت کی بنسبت لاکھوں کروڑوں گنا ہے لہٰذا جو چند ظالمین سے ڈر کے غائب ہوئے ہوں وہ جدید اور انتہائی تباہ کن اسلحے اور اس جماعت کثیر کے آگے کیسے جرات وشجاعت وشہامت دکھائیں گے۔

۴۔بعض مسلمانوں کا کہنا ہے کہ بہت سی آیات اور روایات میں آیا ہے کہ زمین کے پُر از فساد وظلم و جور ہونے کے بعد ایک ایسی ہستی آئے گی جو زمین کو عدل وانصاف سے پُر کر دے گی۔

اب ہم مسلمانوں کے امام مہدی کے بارے میں بحث کریں گے کہ کیا ہم مسلمانوں کو بھی مہدی کا انتظار ہے۔ہمیں بھی اس وقت رائج ظلم واستحصال، لاقانونیت، مسلمانوں کی تذلیل وتحقیر، فقر وبدبختی اور استہزاء و مسخرہ پن سے نجات دینے والے کا انتظار ہے۔بحث کو ہم یہاں سمیٹیں گے تاکہ راستہ گم ہونے سے بچا جائے اور ہم خلاصے کے ذریعے اپنی منزل ومقصود کے نزدیک ہو سکیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ امام کے پاس طاقت وقدرت کے حامل لشکر کا تین صورتوں میں موجود ہونا ہے پہلی شکل وہ افراد ہیں جو اس لشکر کے قائد بنیں گے جنہیں اصحاب روایات کہتے ہیں یہ ۳۱۳ ہوں گے۔دوسرے جنگ لڑنے والے فوجی، ان کی تعداد روایات میں ۱۰۰۰۰ ہے۔ تیسرا وہ لشکر ہے جو آپ کی حرکت کی پشت پناہی وتائید کرے گا یعنی یہ ایک عرصے سے ظہور امام کے منتظر رضا کار ہیں۔کہتے ہیں امام مہدی کی حکومت کی تائید کرنے کیلئے مشرق سے سیاہ پرچم نکلیں گے اور مہدی کی اطاعت کا اعلان کریں گے روایات میں اصحاب امام کی یہ شرائط وارد ہوئی ہیں۔

۱۔صلحاء، نجباء، فقہا۔

۲۔وہ شہادت کے اس قدر مشتاق اور تمناء کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں۔

۳۔ان کے دل لوہے کی مانند ہوں گے ۔شک ان کے دل میں جگہ نہیں لے سکتا۔

۴۔یہ شب بیدار ہوں گے ان کی مناجاتیں شہد کی مکھی کی آواز کی مانند ہوں گی ۔

۵۔رات کے راہب اور دن کے شیر ہوں گے۔

۶۔سب جوان ہوں گے ان میں بوڑھا کوئی نہیں ہوگا سوائے چیدہ چیدہ افراد کے ۔

۷۔رکن ومقام پر ۳۱۳ آپ کی بیعت کریں گے۔

یہ لشکر آپ تک مکہ میں کب اور کیسے پہنچے گا۔ بعض نے کہا ہے یہ عمل معجزہ سے ہوگا اور ایک گھنٹے میں زمین ان کیلئے طے ہوگی اور بعض کہتے ہیں آپ بادلوں میں آئیں گے یا رات کو اپنے بستر پر سوئے ہوئے ہوں گے لیکن صبح مکہ میں ہوں گے۔

۸۔عادی طریقہ اپنائیں گے۔رمضان میں امام مہدی کا نام بلند ہوگا اور ظہور دس محرم کو ہوگا ان سے ملنے کا موقعہ حج ہوگا۔اس کا معنی یہ ہوا کہ آپ کا لشکر وسائل نقلی سے استفادہ کرے گا۔یا ہمیں کسی کا انتظار نہیں ہے۔

ہم تابع فرق ومذہب منحرفہ نہیں اور نہ ہم اپنے دین میں وہمیات اور خیالات کو جگہ دیتے ہیں۔قرآن کریم اور سنت وسیرت قطعیہ محمدؐ نے دلائل سے دین وشریعت لینے اور دلائل کے ساتھ اپنے دین کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا ہے۔چونکہ مسئلہ امام مہدی انتہائی معمہ اور پیچیدہ مسئلہ ہے ہمیں اس مہدی پر اعتقاد قائم کرنے کیلئے بہت سی رکاوٹوں کا سامنا ہے جبکہ ہر رکاوٹ کو گرانے کیلئے محکم ومتوثق دلائل کی ضرورت ہے۔اسے تنہا کسی کیسانی شاعر یا کسی مجہول الحال کتاب سے یا کسی فاطمی کی کتاب سے یا بڑے نامور مصنف کی کتاب میں دیکھنا کافی نہیں ہے۔

امام مہدی ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک زندہ غیبت میں موجود ہیں جن کا ظہور ہوگا یہ ایک مدعا ہے۔امام مہدی کے معتقدین نے اس کے یہ دلائل پیش کئے ہیں۔

۱۔آئمہ بارہ ہیں امام حسن عسکریؑ گیارہویں امام ہیں اور امام حسن عسکریؑ نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی یا شہید ہوئے ہیں لہٰذا بارہویں امام آپ کے فرزند ہیں ان کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے۔

امام کے وجود وظہور کے بارے میں جن دلائل سے فلسفہ تراشی اور آیات متشابھات اور روایات بے سروپا وخود ساختہ سے استناد کیا گیا ہے وہ منافقین وغلات اور فرقہ باطنیہ کی گھڑی ہوئی کہانی ہے لہٰذا یہ کہیں بھی ٹک نہیں سکتے ہیں جس نے بھی امام مہدی کے بارے میں منہ کھولا وہاں جھوٹ کی گندی بدبو آتی ہے:

۲۔ایک طرف سے کہتے ہیں ایک نجات دھندہ آئے گا لیکن کب آئے گا اور کہاں سے آئے گا بتاتے نہیں۔

۳۔ہر دور اور زمانہ میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے کائنات بغیر امام نہیں رہ سکتی،امام حسن عسکریؑ کے بعد دنیا حجت سے خالی نہیں رہ سکتی لہٰذا امام مہدی امام حسن عسکری کے فرزند ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں۔

۴۔وہ پیدا ہو چکے ہیں لیکن ان کی ماں کا نسب بتانے سے قیل وقال کرتے ہیں کوئی کہتا ہے نرگس کوئی سوسن کوئی صیقل کہتا ہے۔

۵۔کہتے ہیں کہ مہدی جس کی بشارت روایات میں آئی ہے وہ پیدا ہو چکے ہیں اور اب غیب ہیں وہ اللہ کے فرمان وحکم کے منتظر ہیں

اور ہم اُنکے ظہور کے منتظر ہیں۔

۶۔ دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کریں گے گر چہ ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ یہاں اگر اس دن کو طول دیں گے تو کیسے ہوگا کیونکہ دن کو طول دینے کیلئے حرکت زمین سورج کے گرد روکنا پڑے گی اور اگر حرکت زمین رک گئی تو زمین جم جائے گی اور اس پر حیات ناممکن ہو جائے گی۔

۷۔ کتنے زمانے تک رہیں گے کہ ظالمین دنیا سے ختم ہونگے اس سوال سے بچنے کیلئے انہوں نے رجعت کی بنیا د رکھی۔

۸۔ کہتے ہیں امام کو امام ہی غسل دیتا ہے اور اُن کی نماز جنازہ امام ہی پڑھاتا ہے اور جب امامت کا تسلسل غیر ممکن ہوا تو وہیں سے رجعت کی بنیا د پڑی۔

۹۔ تسلسل امام سے بچنے کیلئے امام کا تعارف کروانا پڑا اور غیب میں طوالت سے ہونے والے شکوک وشبہات سے بچنے کیلئے ملاقات کی کہانیاں گھڑنی پڑیں اور پھر ملاقات کی کہانیوں کو روکنے کیلئے ملاقات کی تکذیب کرنی پڑی۔

جب ایسے امام کو منظر عام پر دکھانے سے قاصر ہوئے تو انہوں نے اُسکی غیبت کا اعلان کیا اور اب لوگوں سے اُسکی آمد کا انتظار کروا رہے ہیں۔

۱۰۔ کہتے ہیں کہ چند افراد نے امام مہدی کو وجود میں آنے کے بعد دیکھا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی میں وہ ان افراد کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ نوابان امام

۲۔ اکثر وبیشتر غیر مسلم یہودی، آتش پرست، مسیحی وغیرہ کی ایک لمبی فہرست ہے۔

۳۔ بہت سے لوگوں اور برجستہ شخصیات نے امام مہدی کو بعد میں خواب یا بیداری میں دیکھا ہے۔ اس سلسلہ میں حسن اُطمی کی کتابیں قابل ذکر ہیں۔

انتظار الفرج:

فضل اللہ اور امام مہدی:

فضل اللہ اور نطاق و کتاب و حوار و مظلوم زمانہ آپ نے اپنے شمارہ ندوا ۃ جو سوال و جواب کا مجموع ہے ہمارے پاس اس کے ۱۸ مجلے ہیں۔ جن میں ہر جلد میں امام مہدی سے متعلق کسی نہ کسی زاویہ سے یا بطور تکرار سوالات ہوئے ہیں۔ خرافات کے خلاف بطور قاطع جواب دینے کی سنت قائم کرنے کے باوجود حر عاملی، ہاشم بحرانی اور مجلسی کی کتابوں میں امام مہدی سے متعلق روایات پُر ہونے کے باوجود آپ نے کسی بھی سوال کا بطور قاطع جواب دینے سے گریز کیا ہے جو کہ ایک لمحہ فکریہ ہونے کے ساتھ ساتھ باعث تشویش بھی ہے کہ اتنی روایات ہونے کے باوجود آپ نے جواب دینے میں محتاط فقاہت کو کیوں اپنایا ہے۔ ان سے سوال ہوا ''امام مہدی دشمنان سے بطور معجزہ جنگ کریں گے یا رائج اسلحہ سے۔ اگر رائج اسلحہ سے جنگ کریں گے تو کونسا اسلحہ ہوگا''۔ آیت اللہ فضل اللہ اس بارے میں روایات کے ہوتے ہوئے سائل کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہم کیوں ایسے سوالات کی الجھنوں میں پڑتے ہیں۔ کیا فرق پڑے گا کہ جس اسلحہ کو امام استعمال کریں چاہے وہ

ایٹمی ہو یا میزائل ہو یا قدیم اسلحہ ہو اس کے بارے میں نہ جاننے سے نہ کوئی ضرر ہے اور نہ اس کے علم سے ہمیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے بہتر ہے ہم اس کی بجائے اسلام کے بارے میں اپنی معلومات کو بہتر بنائیں۔'' محسوس ہوتا ہے کہ مسئلہ امام مہدی فقیہ محقق محمد حسین کاشف الغطاء، شہید باقر الصدر، باقر حکیم اور فضل اللہ طاق حق کو کے گلے میں پھنسنے والی ہڈی ہے۔

مہدیوں نے وجود امام کے بارے میں جو دلائل نقل کیے ہیں وہ وجود نوابان و وکلاء ہیں:

۱۔ شخصیات معتمد باوثوق وکالت ونیابت امام موجود تھیں اگر امام مہدیؑ نہ ہوتے تو یہ ذوات کیسے ایک امام موہوم غیر موجود کی طرف سے وکالت کا دعویٰ کرتیں۔

۲۔ دوسرا اس وقت کے علماء و مومنین اور ملت نے انہیں کشادہ سینہ و فراغ دلی سے بغیر کسی جھجک کے تسلیم کیا لہٰذا وجود وکلاء مدعیان نواب دلیل ہے کہ امام زمان موجود ہیں۔ نوابان امام زمانہ کے وجود کے بارے میں وکلاء نائبین امام پر قانع اور مطمئن ہونے سے پہلے خود نیابت و وکالت کے معنی اور اس کی شرائط کو قرآن وسنت میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ وکالت اور نیابت دونوں ہم معنی ہیں وکالت کسی چیز کے حفظ کرنے کو کہتے ہیں اسی وجہ سے اللہ کو وکیل کہتے ہیں کیونکہ اللہ حافظ ہے۔ اللہ پر توکل کرو یعنی اللہ پر چھوڑو اللہ کو وکیل بناؤ۔ کسی چیز کے تصرف کو غیر کی طرف سونپنا اس کو توکل اور اس شخص کو وکیل کہتے ہیں سونپنے والے کو موکل کہتے ہیں۔ نیابت مادہ ناب شئی جس کے معنی قریب ہونا ہے اس کی جگہ پر کھڑے ہونا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کی جگہ پر اس کام کو انجام دینے کیلئے کھڑا ہو تو اُسے نائب کہتے ہیں۔ وکالت و نیابت دونوں ہم معنی ہے تاہم نیابت وکالت سے عام ہے اس کے مترادفات میں سے ایک وکالت بھی ہے چنانچہ صدر اسلام میں نائبین خلفاء کو والی کہتے تھے اس کے ہم معنی الفاظ میں سے خوامہ ہے جیسا کہ یتیم کے مال کے محافظین کو قیم کہتے ہیں ایک باب فقہ اسلامی ہے جس کی سند شرعی میں علماء نے ان آیات سے استدلال کیا ہے

﴿ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴾ اسی طرح ہم نے انہیں جگا کر اٹھا دیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں۔ ایک کہنے والے نے کہا کہ کیوں بھئی تم کتنی دیر ٹھہرے رہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ کہنے لگے کہ تمہارے ٹھہرے رہنے کا بخوبی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اب تو اپنے میں سے کسی کو اپنی چاندی دے کر شہر بھیجو وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کون سا کھانا پاکیزہ تر ہے، پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کے لیے لے آئے، اور وہ بہت احتیاط اور نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے ﴾ (کہف ۱۹)

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴾ اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر

والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہئیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ پوری خبر والا ہے (نساء ۳۵)۔

اسی طرح سیرت نبی کریمؐ ہے کہ آپ جب بھی غزوات کیلئے نکلتے تھے تو کسی کو اپنی جگہ نائب چھوڑ کر جاتے تھے جنہیں خلیفہ کہتے تھے۔ اسی طرح یہ وکالت اپنی جگہ ارکان کی حامل ہے۔ جن میں سے رکن اول اجرائے صیغہ ہے کہ موکل کسی کو وکیل کریں اور وہ شخص اس وکالت کو قبول کرے۔ فقہا کہتے ہیں یہ ایجاب وقبول لفظی بھی ہوسکتا ہے اور کتابت کے ذریعے بھی ممکن ہے۔ ارکان وکالت میں سے دوسرا رکن موکل ووکیل ہیں تیسرا رکن شرائط ہے کہ وہ بالغ ہو عادل ہو عالم ہو چوتھا رکن محل وکالت موضوع، وکالت معین ہو۔ ایک شرط موکل اور وکیل کے درمیان وکالت پر شواہد وگواہ ہوں۔ جتنے بھی موضوع وکالت کی اہمیت کے حامل ہوں گے وہاں اختلاف نزاع اور مقابلہ ومراقبہ کا سامنا ہوگا لہٰذا وکالت ونیابت کے بارے میں شواہد وگواہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔

ایک ایسے اعلیٰ ارفع مقام ومنصب کیلئے طمع وخواہش رکھنے میں مومن و فاسق اور فاجر وکافر مسابقت کیلئے ایک دوسرے کی رقابت کرتے ہیں ایسا نہیں کہ اس مقام کی طمع وخواہش صرف مومنین ہی رکھتے ہیں اور کافروں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں لہٰذا اپنی جگہ یہ مفروضہ حقیقی ہے۔ یہاں مسابقت کیلئے میدان سب کیلئے کھلے ہیں۔ نبوت کیلئے بھی لوگوں نے بھاگ دوڑ کی ہے لہٰذا وہ کون سی ضمانت ہے یا وہ کون سی کسوٹی ہے کہ جس سے ہم امام مہدی کے نائب حقیقی کو پہچان لیں۔ یقیناً اس کا جواب ایک ہی ہے یہاں نیابت کی شناخت ایک ایسے معتبر موثق گروہ کے سامنے اعلان ہو کہ میری غیبت کے دور میں میری عدم موجودگی میں فلاں فلاں اشخاص میری طرف سے نیابت کریں گے یہ افراد میرے جانشین ہوں گے اور میری وکالت کریں گے۔ اس تناظر اور اس کسوٹی کے ساتھ جب ہم امام مہدی کے نائبین کے بارے میں دیکھتے ہیں تو یہاں سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز کرنا انتہائی مشکل اور دشوار نظر آتا ہے۔

کیا امام مہدی کے نوابان کی نیابت ووکالت ثابت عند الناس مسلمہ الثبوت تھی کہ ان کے توسط سے ہم امام زمان کے وجود پر اعتقاد قائم کریں یا یہ لوگ بھی انہی افراد میں سے تھے کہ جو دعوئ فکر مہدویت پھیلانے والے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اب آتے ہیں امام مہدی کے وکلاء کی طرف:

۱۔ اگر ہم تسلیم کریں کہ امام مہدی امام حسن عسکری کی حیات میں پیدا ہو چکے تھے لیکن ان کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ اس تناظر میں آپ یتیم ونابالغ اور خود محتاج کفیل ومربی وسرپرست تھے جو شخص خود کسی اور کی کفالت ووکالت میں ہو وہ کسی کو اپنا نائب نہیں بنا سکتا۔

۲۔ وکالت اس چیز میں ہوتی ہے جس کا کوئی خود مالک ہو جبکہ امامت ملکیت امام نہیں کہ اسے کسی کو نیابت میں دیں۔

۳۔ وکالت ونیابت ایک معاہدہ ہے جو موکل اور وکیل کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے شواہد وگواہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ یہ معاہدہ کس اجتماع میں اور کن گواہوں کے حضور ہوا ہے، اسے واضح ہونا چاہیے۔

۴۔ وکیل ونائب کو امین ومامون اور لائق واہلیت کا حامل ہونا چاہیے لیکن ان نوابوں کی اہلیت وصلاحیت اور امام کی طرف سے منصوب ہونے کی کسی معتمد وموثق ہستی نے توثیق وتائید نہیں کی ہے بلکہ صرف ان کے نائب ہونے کا اظہار کیا ہے۔

۵۔یہ وکالت انہوں نے ازخود اختراع کی ہے۔

۶۔اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ جو حقوق انہوں نے لوگوں سے وصول کئے ہیں انہیں امام مہدی تک پہنچایا ہے یا نہیں یا اس سے پہلے کے اماموں کے وکلاء کی طرح ازخود ہڑپ کر گئے ہیں۔جب وکالت و نیابت خاصہ باطل و مردود ہو جائے تو نیابت عامہ خود بخود زمین بوس ہو جائے گی۔

۷۔اس کے علاوہ نیابت عامہ کے دعویٰ میں سند کے طور پر توقیعات کو پیش کرتے ہیں جو اپنی جگہ علماء کے نزدیک مردود ہیں تاہم اگر ثابت ہو بھی جائیں تو اس کو وکالت نہیں کہا جاتا۔اس کو جعالہ کہہ سکتے ہیں۔

۸۔وکالت کیلئے شخص کا معین ہونا ضروری ہے یہاں ایجاب وقبول ہوتا ہے اس کو ابواب فقہ میں جعالہ کہتے ہیں اس کو منصوص نہیں کہتے جس کسی نے میرا یہ کام کیا اس کیلئے اتنا اجر ہے نہ یہ کہ جس کسی نے یہ کام کیا اس کیلئے وہ سب خود کھائیں۔

امام مہدی کی غیبت کے دور میں فرائض اور ذمہ داریاں اُٹھانے اور نبھانے کیلئے نیابت کو ضروری گردانے کے بعد چار قسم کی نیابت سامنے آتی ہے:

۱۔نیابت خاصہ کے دعویدار۔

۲۔جھوٹے نائبین جنہیں جھٹلایا گیا ہے اور امت نے جنہیں تسلیم نہیں کیا ہے۔

۳۔بغداد کے علاوہ دیگر گوشہ و کنار میں مدعیان نیابت۔

۴۔جن نوابان خاصہ کا ذکر کتب امام مہدی سے متعلق کتابوں میں آیا ہے وہ چار ہیں:

ان چاروں نوابان کے حسب نسب کے بارے میں علمائے رجال نے کس حد تک ان کی توثیق و تائید کی ہے اسے دیکھنا ہوگا کیونکہ اگر ان پر توثیق اور تائید نہیں ملی تو یہ افراد اپنی جگہ مہمل و بے اعتناء اور مجہول الحال ہوں گے۔یہ کیسے ممکن ہے کہ امام وقت کے نائبین لوگوں میں مجہول الحال ہوں۔ہمیں ان نوابان کے حسب نسب سے آشنا ہونا ضروری ہے کیونکہ ہمیں فخر ہے ہمارے آئمہؑ کا سلسلہ نسب یک بعد دیگر رسول اللہ سے ملتا ہے رسولؐ کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ سے ملتا ہے جو فرزند خلیلؑ الرحمٰن معمار بیت اللہ کے فرزند ہیں۔کیا یہ عمل ناگوار نہیں ہوگا کہ ہم امام کے نسب کو تو اتنا دور لے جائیں لیکن ان کے نائبین کے نسب کو ادھورا چھوڑ کہ صرف بن فلاں کہنے پر اکتفا کریں۔جبکہ دوسرا مسئلہ حسب کا ہے ہم سراپا احتجاج ہیں کہ خلفاء ثلاثہ حضرت علیؑ جیسے علم و فضل کے حامل انسان کے ہوتے ہوئے خود کیسے اس مقام پر قابض ہوئے۔ابھی تک کسی نے بھی اس احتجاج کو مسترد نہیں کیا بلکہ سب معترف ہیں کہ علیؑ کو اپنے دور میں حسب و نسب دونوں لحاظ سے افضل ہوتے ہوئے انہیں پیچھے چھوڑ کر غیر افضل کو کیوں مقدم رکھا گیا۔

۵۔انسانی زندگی کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رشتہ ازدواج میں بھی حسب و نسب کے بارے میں یقین حاصل کیا جاتا ہے تو کیونکر ہم اپنے دین کو ایسے نائبین سے جوڑیں جن کا ہمیں نسب واضح و روشن طور پر معلوم نہ ہو لہٰذا ضروری ہے ہم ان کے حسب و نسب کو تلاش کریں اس بارے میں ہم کتب رجال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔لیکن وہ بھی اجمال گوئی سے کام لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔وہ نائبین یہ ہیں۔

۱۔عثمان ابن سعید عمری ۲۔محمد ابن عثمان سعید عمری

۳۔حسین بن روح ۴۔علی ابن محمد سمری

ہمیں یہاں چار نوابین کی شخصیت، ان کے خاندان کا پس منظر، عہدہ نیابت سے پہلے اجتماع میں ان کا مقام منزلت اور دوران نیابت ان کی خدمات جلیلہ کا جائزہ لینا ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ امام کی غیبت کے بعد انہوں نے اس خلا کو کیسے پُر کیا اور بعد میں یہ سلسلہ منقطع ہونے کے بعد امت کو کیا مسائل اور مشکلات پیش آئیں۔ پہلے مرحلے میں ہر ایک کی سوانح حیات کا ذکر کرتے ہیں۔

کہتے ہیں پہلے دو امام علی الھادیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں سے تھے امام غائب نے بھی ترتیب سے باپ بیٹے دونوں کو اپنا نائب معین کیا جن کا ذکر کتب رجال روائی میں ملتا ہے۔

نائبینِ امام مہدی:

عثمان ابن سعید عمری:

جنہیں ابو عمرو عثمان اور زیادہی کہتے ہیں یہ ثقہ جلیل القدر اصحاب امام جواد میں سے تھے۔ آپ امام علی الھادیؑ، امام حسن العسکریؑ کے بعد امام زمان کے نائب بنے ہیں۔ کہتے ہیں ان کے ہاتھوں سے بہت سے معجزات کا صدور رہا ہے علی ابن ابراہیم قمی نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔

محمد ابن عثمان سعید عمری اسعدی:

آپ امام زمانہ کے دوسرے نائب تھے۔ اور شیعوں کے پاس بہت مقام رکھتے تھے انہوں نے اپنے لیے ایک قبر کھدوائی اور اس کے اوپر سنگ مرمر لگوایا۔ جب ان سے پوچھا گیا آپ نے یہ عمل کیوں انجام دیا تو کہنے لگے مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنی تیاری کروں چنانچہ دو مہینے بعد جمادی الاول ۳۰۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی آپ کا دور نیابت ۵۰ سال ہے آپ نے اپنی وفات کے موقعہ پر کہا مجھے وصیت کی گئی ہے کہ ابا القاسم بن روح کو وصی بناؤں۔

لیکن حسین بن روح کا نام انتہائی احتمال واختصار میں بیان کیا ہے جبکہ چوتھے نائب علی بن محمد سمری کا ذکر کتب رجال میں آیا ہی نہیں ہے۔ البتہ بعض دائرۃ المعارف میں ان کا نام اجمالاً ملتا ہے لیکن ان چاروں نوابوں کے دور رہبری میں ان کی کیا ذمہ داری تھی دین کو ان کی طرف سے کس حد تک فروغ ملا اور ملت کو کیا فائدہ پہنچا اور دوسری طرف اس دور کا خاتمہ ہونے کے بعد ان کا خلا ابھی تک کیوں پُر نہیں ہوا، یہ ایک لمحہ فکریہ اور جواب طلب مسئلہ ہے۔

حسین بن روح نوبختی:

حسین بن روح کنیت ابوبکر مکنی با ابوالقاسم مقتدر عباسی کے دور میں متمسکان شیعہ تھے ان کی کتاب تعدیب ہے وہ خود کو امام زمانہ کا تیسرا نائب شمار کرتے تھے دربار عباسی نے ان کو قرمطیوں کے ساتھ معاونت اور ہمکاری کی تہمت میں ۳۱۲ سے ۳۱۷ تک زندان میں ڈالا۔انھوں نے ۳۲۶ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ذریعہ ج ۳ص ۲۱۰معجم الموئفین عیان شیعہ میں نقل ہے ان کی قبر بغداد میں بازار شورجہ میں ہے۔

مفاخر اسلام جلد دوم ۲/صفحہ ۳۳۹: کہتے ہیں ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی مردان مشہور و مدار و دانا و توانا شخص ہیں اِنکا تعلق خاندان بزرگ شیعہ ایرانی نوبختی سے ہے جو بغداد میں مقیم تھے اِن کے خاندان میں مشہور حکماء متکلمین پیدا ہوئے ہیں، جن کی مکتب تشیع کیلئے بہت خدمات ہیں۔کہہ سکتے ہیں یہ خاندان خلافت بنی عباس کے دور میں بغداد میں موجود تھا جو وسیع علم و دانش کے ساتھ سیاسی نفوذ بھی رکھتا تھا اور یہ صدق دل سے شیعہ کے مدافع تھے۔مسئلہ امامت اور غیبت امام معصوم جو لوگوں کی نظروں سے غائب ہوئے اُنہوں نے اُس کا دفاع کیا ہے۔
حسین ابن روح نوبختی امام زمان کے چار نائبین میں سے تیسرے ہیں جو ۳۰۴ یا ۳۰۵ھ میں محمد ابن عثمان العمری کی وفات کے بعد ۳۲۶ تک شیعوں اور امام زمان کے درمیان واسطہ تھے اُنہوں نے مسائل حل کئے ہیں۔جائے تعجب ہے شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں اُنکا نام ہی نہیں لیا۔لیکن شیخ نے کتاب غیبت اور صدوق نے کمال الدین میں حسین بن روح کی امام زمان کیلئے وکالت کا ذکر کیا ہے۔
کتاب غیبت میں شیخ طوسی نے کسی علی ابن محمد ابن منیل سے ایک خبر نقل کی ہے کہ ان کے چچا جعفر بن احمد بن منیل سے نقل کیا ہے کہ میں محمد بن عثمان کی وفات کے موقع پر ان کے سرہانے بیٹھا ان سے سوالات کر رہا تھا اس وقت حسین بن روح نوبختی ان کے پاؤں کی طرف بیٹھے ہوئے تھے اس موقع پر محمد بن عثمان نے میری طرف رخ کر کے کہا مجھے بتا نا کہ میں حسین بن روح نوبختی کو وصی بناؤں۔میں فوراً ان کے سرہانے سے اٹھ گیا اور ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود محمد بن عثمان کے پاؤں کی طرف جا بیٹھا۔شیخ صدوق نے کتاب کمال الدین میں اس خبر کو محمد بن منیل سے نقل کیا ہے کہتے ہیں حسین ابن روح کے بارے میں جاننے کیلئے بحار الانوار کی تیرہویں جلد کی طرف رجوع کریں اور فارسی زبان کے ترجمے میں مہدی موعود کے باب کا مطالعہ کریں ان میں حسین بن روح کے مفصل حالات زندگی بیان ہوئے ہیں۔

نوبختی: [دہخدا ج ۱۴ص ۲۰۱۵۶]

ابراہیم بن اسحاق بن ابو سہل بن نوبخت' مکنی با ابواسحاق امامیہ کے چوتھی صدی کے بڑے علماء میں سے تھے ان کی کتاب **الابتهاج في الاثبات اللذة الاعقلية لله تعالي 'ياقوت في العلم الكلام** ۔روضۃ الجنات ص ۴۷۵ عیان شیعہ ج ۱۱ ص ۳۴۳ ذریعہ ج ۲ص ۲۱۰ رجوع کریں۔

حسین بن روح: [رجال الحدیث ،آغا خوئی ج ۵ص ۲۴۰]

آیت اللہ خوئی نے لکھا ہے یہ امام زمان کے نائبین خاصہ میں سے تھے ان کی شہرت و بلاغت اور عظمت ہمیں ان کے بارے

میں طویل بحث کرنے سے بے نیاز کرتی ہے شیخ صدوقؒ نے کتاب غیبت میں سفیروں کے ذکر میں ابا القاسم حسین بن روح کا ذکر کیا ہے جنھوں نے شعبان ۳۳۶ھ میں وفات پائی۔

حسین بن روح: [جامع رواۃ ج اص ۴۰]

جامع رواۃ میں آیا ہے نیابت امام زمانہ میں سے ہیں آیت اللہ اباالقاسم خوئی نے اپنی رجال میں ان کے بارے میں اسی پر اکتفا کیا ہے کہ آپ کی شان بہت اجل وارفع ہے لیکن ان کی حیات وخدمات اور خاندان کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا۔ ہمارے ملک میں ۱۵ شعبان کو امام زمانہ کے نام ان کی معرفت سے عریضے بھیجے جاتے ہیں معلوم نہیں علماء و دانشوران اپنے عوام کو بیوقوف بنا رہے ہیں یا عوام انھیں بیوقوف بنا رہی ہے۔

حسین بن روح نے محمد ابن زیاد سے نقل کیا ہے خود حسین بن روح نے حسن بن محمد سے نقل کیا ہے۔

حسین بن روح جن کے بارے میں کتب رجال میں لکھتے ہیں کہ وہ امام زمانؑ کے نوابان خاصہ میں سے تھے۔ رجال شناسوں وناقدان وتعدیل کنندہ گان نے صرف ان کا نام لینے پر اکتفا کیا ہے۔ آیت اللہ خوئی جیسی ہستی نے ان کی حیات کے بارے میں وضاحت کرنے سے گریز کیا ہے۔ جبکہ ان کے ہمعصر صاحب کافی نے ان کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ شیخ مفید، سید مرتضٰی، شیخ طوسی غرض سینکڑوں علماء اور فقہا نے ان کے نام کو اجل وارفع کہا ہے لیکن خاندان نوبخت میں ان کے اجداد کا کیا مقام تھا۔ کسی نے اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ امر باعث تشویش ہے اس سے بھی زیادہ خطرناک صورت حال علی ابن محمد سمری کی ہے جو چوتھے نائب خاصہ ہیں ان کا نام تک کتب رجال میں ذکر نہیں ہوا۔

علی ابن محمد سمری:

آیت اللہ شہید سید محمد الصدر علیہ الرحمہ نے اپنی موسوعہ تاریخ غیبہ الصغریٰ اص ۴۱۲ پر امام مہدی کے حالات بیان کرتے ہوئے علی بن محمد ی سمری کا صرف نام لینے پر اکتفاء کیا ہے، اس کے علاوہ ان کی تاریخ ولادت، مقام پیدائش اور مصروفیات کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ علی بن محمد السمری ۳۲۶ھ میں حسین بن روح کی وفات کے بعد مقام نیابت پر فائز ہوئے اور ۳۲۹ھ میں وفات پائی۔ صاحب نقد الرجال نے اپنی کتاب ج ۳ ص ۲۹۶ پر ان کا نام لکھنے پر اکتفاء کیا ہے۔ ہاشم معروف نے اپنی کتاب الائمہ اثناعشر ص ۵۷۰ پر ان کا نام لکھنے پر اکتفاء کیا ہے۔ اور اباالقاسم کے بعد ابا الحسن علی بن محمد سمری وصی ہوں گے اور جب سمری کی وفات ہوگی تو نیابت کا دور ختم ہوجائے گا۔ ان کے بارے میں ان سے کوئی روایت نقل نہیں ہوئی ہے۔ یہ باتیں نوابان کی نیابت کو شک میں ڈالتی ہیں۔ دوسری طرف ایسی ہستیوں کے نام تکرار سے لینے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ عصر حاضر میں بھی رئیس طالبان کا نام تکرار سے لینے یا بڑا کرنے کے باوجود لوگ کہتے ہیں یہ افسانہ ہے۔ صاحب مفاخر الاسلام ج ۴ ص ۳۸۹ پر ان کا نام لکھنے کے بعد شیخ طوسی کی بہت شکایت کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے رجال میں ان کا ذکر تک نہیں کیا تعجب اس بات پر ہے کہ ایسے افراد جنھوں نے ۶۹ سال تک امام زمان کی نیابت کی ہے لیکن ان شخصیات نے امام زمان کی طرف سے کوئی حکم شرعی نقل نہیں

کیا ہے اگر کہیں کسی چیز کے بارے میں توقیعات میں ذکر آیا بھی ہے تو اس پر بھی علماء وفقہا عمل نہیں کر تے ہیں۔

شیخ ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی نے شعبان المعظم ۳۲۸ھ ش کو ابو سہل بن اسماعیل بن علی کے بعد وفات پائی۔ان کا شیعوں میں اونچا مقام ومرتبہ ہے۔جس ابو سہل کو خاندان نوبخت کا سب سے بڑا عالم سمجھا جاتا ہے وہ امام مہدی کی حیات کے منکر تھے۔اُسکے بعد اُسکے رفیق علی ابن فضل ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنے ماننے والوں سے صوم وصلوٰۃ کو ساقط کیا۔

نواب اربعہ خاصہ:

شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں حُسین بن ابراہیم قمی سے اُنہوں نے احمد ابن علی ابن نوح سے اُنہوں نے ابو علی ابن بلال بن ابی معاویہ ملیحی سے اُنہوں نے ابوالقاسم جعفر ابن محمد سے نقل کیا ہے کہ جعفر ابن منیل قمی سے سُنا ہے اُنہوں نے کہا محمد ابن عثمان دس ۱۰ وکیل رکھتے تھے اور بغداد میں ابوالقاسم حُسین بن روح نوبختی انہی دس میں سے ایک تھے۔لیکن ظاہر ایسا تھا حسین بن روح کے علاوہ باقی سب اُن سے نزدیک تھے جو بھی کام ہوتا تھا اُن کے ذریعے انجام دیتے تھے گویا حُسین ابن روح کا محمد ابن عثمان سے چنداں گہرا تعلق نہیں تھا۔اِس کے باوجود محمد ابن عثمان نے اپنی وفات کے موقع پر امام کے نائب کے طور پر اپنا جانشین حُسین ابن روح کو منتخب کیا اُس دور کے علماء کا کہنا ہے ہمیں شک نہیں تھا کہ محمد ابن عثمان اگر وفات پائیں گے تو جعفر ابن احمد بن منیل یا اُنکے والد اُنکی جگہ لیں گے چونکہ اِن کا محمد ابن عثمان سے گہرا رشتہ ہے اور اُنکا محمد ابن محمد عثمان کے گھر زیادہ آنا جانا تھا۔یہاں تک کہتے ہیں محمد ابن عثمان کی آخری عمر میں اِن کا کھانا، جعفر ابن منیل یا اُنکے والد کے گھر سے آتا تھا۔یا وہ خود اُنکے گھر جا کر کھاتے تھے۔خاص شیعوں کے نزدیک اس میں شک وتردد نہیں تھا کہ محمد ابن عثمان کو اگر کچھ ہوا تو جعفر ابن روح کو منسوب کیا جائے گا، جعفر ابن منیل زندہ رہے انہوں نے حُسین ابن روح کیساتھ وہی رویہ روا رکھا جو محمد ابن عثمان کے ساتھ رکھتے تھے۔شیخ صدوق نے ابو جعفر محمد ابن علی اسود سے روایت کی ہے کہ میں جو کچھ مال وموقوفات محمد ابن عثمان کے سپرد کرنا وہ مجھ سے لیتے تھے ان کی عمر کے آخری ایام میں میرے پاس کچھ مال تھا میں اُن کے پاس لے گیا تو محمد ابن عثمان نے حکم دیا اِسے حُسین ابن روح کو دے دو، میں نے حُسین ابن روح سے اِسکی رسید مانگی تو حُسین ابن روح نے اِس پر ابن عثمان سے شکایت کی تو محمد ابن عثمان نے اُنھیں دستور دیا کہ حُسین ابن روح سے رسید نہ مانگیں جو کچھ اُن کے ہاتھوں میں ہے آپ سمجھیں وہ میرے ہاتھوں میں آتا ہے۔اس کے بعد میں جو بھی مال انھیں دیتا اُن سے رسید کا مطالبہ نہ کرتا۔شیخ صدوق نے اس خبر کے بعد لکھا ہے اس خبر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم نے حسین بن روح کو دیا ہے بس یہی کافی ہے یہ خبر بعض علماء نے شیخ طوسی سے نقل کی ہے۔

ابو سہل علی ابن اسحاق بن ابی سہل بن نوبخت:

ا۔یہاں خاندان نوبختی کے بارے میں دیکھنا ہوگا وہ کس عقیدے کے حامل لوگ تھے کیونکہ اس وقت زیدی عقیدہ رائج تھا جو بعض افراد کے عقائد سے واضح ہے۔کہتے ہیں یہ بلند پایہ عالم وفاضل متکلمین شیعہ میں سے تھے۔کہتے ہیں ابو سہل اپنے زمانے میں خاندان نوبختی کی سب سے بڑی شخصیت تھے اور دین ودنیا میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ان سے پہلے یہ نظریہ نہیں تھا بلکہ ابو سہل کہتے ہیں امام زمان محمد ابن حسن ہیں لیکن وہ اپنی غیبت کے زمانے میں وفات پا گئے ان کی غیبت کے دوران ان کے کئی فرزند پیدا ہوئے جنھوں نے یک بعد دیگر وفات پا

ئی ۔کہتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ظہور کریں گے ۔اس وقت ابو جعفر محمد ابن علی شلمغانی معروف ابن ابی عزافر نے انہیں اپنی طرف دعوت دی اور کہا میں صاحب معجزات وکرامات ہوں اس پر ابو سہل نے اس کے نمائندہ کو کہا ہم معجزات کو نہیں جانتے اپنے صاحب سے کہو وہ میرے سر کے اگلے حصے پر بال اگائیں' نمائندہ جانے کے بعد واپس نہیں آیا ۔صاحب روضۃ الجنات لکھتے ہیں ان کی امامت کے بارے میں اور ملحدین وغالیوں کی رد میں بہت سی تصانیف ہیں ان کی کتابیں تمیں جلد سے زیادہ پر مشتمل ہیں' شیخ طوسی نے علم الھدیٰ سے نقل کیا ہے' سید مرتضیٰ نے علم الھدیٰ سے نقل کیا ہے' علم الھدیٰ نے شیخ مفید سے' اور شیخ مفید نے مظفر بن بلخی محمد یمانی سے اور انہوں نے ابو سہل نوبختی سے نقل کیا ہے ۔

۲۔ان کے دکلاء نمائندوں اور داعیان کے مظاہر اور ناپسندیدہ حالات دیکھ کر ان کے اصل وجود میں شک ہو جاتا ہے کہتے ہیں دلائل تو اطمینان کنندہ تھے لیکن حرکات وسکنات دیکھ کر شک ہو جاتا ہے بطور مثال عرفی ایک سید کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ سید ہے وہ مطمئن تھے لیکن ان کی حرکات وسکنات کو دیکھ کر ان کی سیادت میں شک کیا جاتا ہے ۔جیسے ہمارے محترم قائد ایوان آغائے جعفری کو ہمارے بھتیجے کی سیادت کے بارے میں شک ہوا تھا کیونکہ انہوں نے ان کی رہبری کے بارے میں نا زیبا زبان استعمال کی تھی ۔

شلمغانی:

ابو جعفر محمد ابن علی بن معروف بہ ابن ابی عزاقر علاقہ شلمغان سے تعلق رکھتا تھا یہ ان لوگوں میں سے ہے' جنھوں نے حسین بن روح کی مخالفت کی ہے ۔اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی ۔اس کی پیروی کرنے والے اس کے نام سے عزاقر یا شلمغانی سے مشہور ہیں ۔بغداد میں علمائے شیعہ امامیہ کے مئولفین میں سے تھا ۔تاسیس مذہب سے پہلے امامیہ کے پاس بہت مقام رکھتا تھا لوگ ان کی کتابیں پڑھتے تھے جوں ہی حسین ابن روح ابو جعفر عمری کی جگہ پر بیٹھے ان کے گھر گئے انہیں اپنا نائب بنایا اور ان کے نام پر توقیعات آئیں اور لوگ اپنی مشکلات کو حل کرنے کیلئے ان کی طرف رجوع کرنے لگے تو شلمغانی نے ۳۰۴ھ میں خروج کیا وہ پہلے سے ہی حسین بن روح کا عہدہ لینے کا خواہشمند تھا کہتے ہیں اس نے دعویٰ نبوت اور الوہیت بھی کیا ہے' وہ موصل اور بغداد بھی گیا اور اپنے پیرو کار بنائے شلمغانی کو ابن ابی عون نے ۳۲۲ھ میں خلیفہ کے حکم سے سزائے موت دی' اسے دار پر چڑھایا اور ان کے جسد کو جلا کر خاکستر کر کے دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا' دتخداج ۹ص ۲۲۲ سے ۲۳۱ کامل ابن اثیر ج ۸ص ۱۱۰ رجوع کریں ۔

ایران کے شہروں میں بہت سے لوگ آپ کی نیابت کرتے تھے لیکن نوابان خاص صرف چار ہیں جنھوں نے یک بعد دیگر ترتیب سے ۲۶۰ھ سے ۳۲۹ھ تک آپ کی طرف سے نیابت کا عہدہ سنبھالا ۔یہاں دو اشکالات وضاحت طلب ہیں ایک یہ کہ ایران کے شہروں میں آپ کے جو وکلاء تھے جن کے نام کتب مربوط بہ امام میں آئے ہیں، کیا امام زمان کی امامت کا دائرہ صرف ایرانیوں تک محدود تھا اور ایران سے باہر مسلمان نہیں رہتے تھے یا ان کی امامت ایران تک محدود تھی ۔دوسرا سوال یہ ہے کہ ان کا ان چار وکلا کے ساتھ رابطہ کس نوعیت کا تھا تیسرا سوال خود ان چار وکلا کا سلسلہ حسب ونسب کیا تھا جو اس وقت موجود دیگر علماء سے امتیاز رکھتے تھے ۔

۲۔وہ شخص جو ہر حوالے سے مجہول ومعمہ اور پیچیدہ شخص ہے جسے کسی نے نہیں دیکھا لیکن ایک گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ امام مہدی کی طرف سے آپ کو یہ حکم ہے ۔

لوگوں کیلئے ایک ایسی ہستی پس پردہ غیبت میں ہے یا نہیں اگر ہے تو ایک انسان ہے اسے کچھ بھی پتہ نہیں اس قسم کے مہدی تاریخ میں عقل ونقل وجدان کے خلاف ہیں بلکہ یہ ہدایت خلق میں سیاہ ترین اور تاریک ترین مہدی ہیں۔

وکالت دروغ گو کے مدعی:

کے عنوان میں لکھا ہے "**المدعون للسفارۃ عن الامام مہدی**" بعض دھوکہ بازوں نے امام کی طرف سے سفیر ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے سحر اور جادو سے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے تا کہ مال امام سفراء اربعہ کی بجائے ان تک پہنچ جائے۔ کہتے ہیں اس میں حکومت کا ہاتھ ہونا خارج از امکان نہیں۔ یہ دعوے سفارت محمد بن عثمان عمری کے دور سے ہی شروع ہوئے۔ محمد بن عثمان کے دور میں حسین ابو محمد شرعی نے دعویٰ نیابت کیا محمد بن نصیر نمری اس کے بعد احمد بن ہلال کرخی پھر ابو طاہر محمد بن بلال بلالی اور عمری کے بھائی محمد بن احمد بن عثمان معروف بغدادی نے دعویٰ کیا، اسحاق احمر کہتے ہیں یہ لوگ ابتداء میں امام ہادی اور عسکری کے معتبر اصحاب میں شمار کئے جاتے تھے لیکن بعد میں منحرف ہوئے۔ نبی کریمؐ کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب پر طنز کرنے والے ذرا اپنے آئمہ کے برجستہ اصحاب کے صفحات سیاہ اور چہرہ دیکھیں۔

حسین بن روح کے دور میں دعویٰ کرنے والے:

محمد بن علی شلمغانی عزاقری، حسین بن منصور حلاج رئیس صوفی صاحب سحر و جادو ابا سھل بن اسماعیل بن علی نوبختی شریعی نے امام ہادی اور امام عسکری کی شان میں غلو کرنا شروع کیا اور خود کو ان کی طرف سے نامزد ہونے کا دعویٰ کیا محمد بن نمیری کا کفر والحاد کسی سے چھپا ہوا نہیں۔ اس نے امام عسکریؑ کے بعد خود کو امام مہدی کے سفیر ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ اس سے پہلے اس نے دعویٰ نبوت کیا اور علی الھادی کو اپنا جانشین و نمائندہ بتایا جب وہ مرض موت پر پہنچا تو اس سے پوچھا گیا آپ کا نائب کون ہے تو اس نے ہلکی آواز میں کہا احمد، پتہ نہیں چلا احمد کون ہے ان میں سے ایک دعویٰ کرنے والا احمد بن ہلال کرخی ہے وہ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے تھا یہ غیبت صغریٰ کے سات سال تک رہا۔

فلسفہ غیبت: امامت کو بارہ پر روکنے کی حکمت:

منتظرین امام مہدی کیلئے تین غیبتوں کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ غیبت از ولادت تا وفات امام حسن عسکری ۲۶۰ھ ق۔ ۲۔ ۲۶۰ھ ق سے ۳۲۹ھ ق تک وفات علی ابن محمد سمری۔

۳۔ ۳۲۹ھ ق سے غیر معینہ مدت تک۔

غیبت کے اسباب اور علل:

آپ کن وجوہات کے تحت غیبت میں گئے ہیں اور کب ظہور فرمائیں گے اور کب واپس تشریف لائیں گے یہاں بھی چند احتمالات ہیں۔

حکمت و فلسفہ غیبت:

آئمہ اطہار اور علمائے اعلام کی طرف سے اس سوال کا جواب متعدد و مختلف صورتوں میں آیا ہے:

ما کُل ما یُعلَم یقال ولا کل ما یقال حانَ وقتہ ولا کُل ما حان وقتہ حضر اھلہ

''ہر وہ چیز جو جانتے ہو کہی جا سکتی ہے نہ ہر وہ چیز کہی جا سکتی ہے جب اس کا وقت آیا ہو اور اس کا اہل بھی حاضر ہو۔''

نبی کریمؐ نے فرمایا: امام کیلئے ایک غیبت ہے یہاں انہیں قتل سے خوف ہے۔ ہمارے قائم اہل بیت کی مثال ساعت کی طرح ہے جو اپنے وقت پر نمودار ہوگی۔ وہ اچانک آئیں گے۔ ہمارے اہل بیت کی مثال ستاروں کی ہے ایک غائب ہوتا ہے تو دوسرا نکلتا ہے۔ تمہارے امام غیبت میں جائیں گے تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ اس دور میں کوئی نہیں بچے گا سوائے اس کے جس سے اللہ نے عہد و میثاق لیا ہو ہمارا امر صعب مستصعب ہے جسے کوئی تحمل نہیں کرتا سوائے ملک مقرب یا نبی مرسل یا مومن اس امتحان میں کامیاب ہیں۔

۱۔ جس طرح اللہ نے آپ کو اپنی مشیت کے تحت غائب کیا ہے اسی طرح جب اس کی مشیت ہوگی تو آپ ظہور فرمائیں گے اس سلسلے میں روایات کہتی ہیں دنیا جب آخری عمر کو پہنچ جائے گی اور ایک دن آخرت کیلئے باقی یا چند گھنٹے باقی ہوں گے تو بھی اللہ آپ کا ظہور فرمائیں گے اگر روایات اپنی جگہ صحیح اور درست قرار پائیں گی تو مندرجہ ذیل نکات باطل قرار پائیں گے۔

۲۔ کہتے ہیں امام قتل کے خوف سے غیبت میں گئے ہیں یعنی خود ظالمین سے بچنے کیلئے غیبت میں گئے ہیں۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے یا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ دنیا میں جتنا ظلم بڑھتا جائے گا اتنی ہی امام کی غیبت میں تاخیر ہوگی۔ اس صورت میں ان لوگوں کی باتیں غلط ثابت ہونگی جو کہتے ہیں ہماری ذمہ داری صرف انتظار کرنا ہے اور وہ خود ظلم و جور کا خاتمہ کریں گے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہوگا کہ جو ہستی ظلم و جور کے خوف سے غیبت میں گئی ہو وہ کیسے اس سے کئی گنا بڑھتے ہوئے ظلم و جور کا خاتمہ کرے گی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظلم و جور جب تک ختم نہیں ہوگا امام مہدی ظہور نہیں فرمائیں گے۔

۳۔ نصیر الدین طوسی فرماتے ہیں غیبت امام کا سبب یہ ہے کہ جب تک ہم اپنی اصلاح نہ کریں اور امام کی حفاظت اور امام کے دشمن سے جنگ کرنے کیلئے خود کو آمادہ نہ کریں، اُس وقت تک امام زمان ظہور نہیں فرمائیں گے۔ غیبت کا سبب ہم ہیں۔

ان تینوں غیبت کو بیان کرنے کے بعد ہر ایک کیلئے ایک فلسفہ بیان فرمایا ہے۔ فلسفہ کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں حقائق لوگوں کیلئے ناپید ہوں اور اسباب و علل مجہول ہوں خاص کر جہاں کوئی عمل خلاف عادی ہو یعنی امام جسے لوگوں کے بیچ میں ہونا چاہیے اور ان کے دکھ سکھ میں برابر شریک ہونا چاہیے لیکن اگر امام نظروں سے دور ہو جائے اور ہر قسم کی ذمہ داری سے پہلو تہی کرے اور اپنے ماموین کو مثل ماہی بیابان میں تڑپتے ہوئے چھوڑے تو باریک بین فلسفی یا مفاد پرست اس کیلئے فلسفہ تراشی کرتے ہیں۔ آپ لوگ ایسا مت سوچیں، یہ باتیں مت کہیں، ضرور کسی حکمت کے تحت غیبت میں گئے ہوں گے۔ ہم ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہمیں تسلیم ہونا چاہیے۔ ممکن ہے غیبت میں جانے کی یہ وجہ ہو یا وہ ہو۔ الغرض احتمالات اور توجیہات کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے۔

فلسفہ غیبت:

کسی چیز کا فلسفہ اور غیبت بتانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مسئلہ امر عادی سے باہر ہے یعنی اسباب و جوہات غیبت عقل و فطرت اور نظروں سے اوجھل ہیں لہٰذا فلسوف حکیم فلسفہ تراشی کرتے ہیں یقیناً فلسفی جواب عوام کے فہم و درک سے قاصر ہی رہتا ہے یہاں جو جوابات

روایات میں آئے ہیں وہ قانع کنندہ بننے سے قاصر ہیں۔پیغمبرؐ سے مروی ایک روایت میں آیا ہے:اس حکمت کا جواب ہر عام وخاص کیلئے نہیں ہے۔ایک روایت میں آیا ہے غیبت اتنی طول ہوگی کہ لوگ یقین کریں گے کہ آپ مر گئے ہیں یا ہلاک ہوگئے ہیں۔بعض نے کہا یہ امتحان و آزمائش کیلئے ہے امیرالمومنین سے مروی روایات میں آیا ہے ان سوالات کا جواب عام انسان کے تحمل و برداشت سے باہر ہے بعض روایات میں آیا ہے امام پردہ غیب میں گئے ہیں تاکہ کسی کی بیعت ان کی گردن پر نہ ہو۔بعض میں آیا ہے انہیں قتل سے خوف لاحق تھا اس لحاظ سے وہ غیبت میں گئے۔بعض روایات میں آیا ہے غیبت سنت گذشتہ انبیاءؑ ہے کہ وہاں بھی انبیاءؑ غیبت میں گئے ہیں۔غرض امام حجت غیبت میں جانے کے دو تصور ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ کسی ضروری سفر پر نکلے ہیں یا وہ چند دن علیل (بیمار) ہوگئے ہیں انبیاءؑ کی غیبتیں ہفتہ یا مہینے تک تھیں لیکن ایک ایسی غیبت جس میں واپس آنے کا کوئی وقت معین نہ ہو بلکہ وقت تعین کرنے والے کو جھٹلانے کا حکم ہو تو ایسی غیبت امت کی قیادت اور رہبری سنبھالنے والے کیلئے نامعقول ہے گویا دوسرے الفاظ میں آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ اصل حجت جو امت کی قیادت و رہبری کرنے والے ہیں وہ ایک عرصے کیلئے اس منصب سے سبک دوش ہوگئے ہیں تاکہ یہ ذمہ داریاں کوئی اور سنبھالے چونکہ امام اور غیبت جیسا کہ پہلے بیان کرچکے ہیں یہ دونوں کلمے آپس میں متصادم اور متعارض ہیں لہٰذا امام کا اپنے فرائض و ذمہ داری امت سے عاری ہوکر غیبت میں جانا ناقابل فہم و درک ہے۔

آیت اللہ سید محمد صدر شہید نے اس کا جواب اپنی کتاب ''تاریخ غیبت کبریٰ'' میں دیا ہے۔جس میں سے ہم خاص نکات کا ذکر یہاں کریں گے۔

۱۔اللہ نے پیغمبر کے جانشین یا آئمہ کی تعداد کو بارہ بتایا تھا۔گیارہویں تک سب دنیا سے رخصت ہوئے اور صرف بارہویں کو باقی رکھا ہے۔اگر انہیں بھی ان ظالمین کے درمیان چھوڑتے تو یہ انہیں بھی قتل کرتے لہٰذا اللہ نے ان کو ظالمین کی نظروں سے غائب کرکے انہیں غیبی تحفظ دیا چنانچہ فلسفہ غیبت ظالم کے ہاتھ کو کاٹنا اور امام کو بچانا ہے۔اس فلسفے سے یہ نتیجہ ملتا ہے کہ امام زیادہ مقدم اور اہم ہے، ماموین کی خیر ہے وہ خود جانیں اور ان کا اپنا دین جانے ان کیلئے کوئی خاص ہدایت نہیں ہے۔

۲۔درحقیقت لوگوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ ظالمین کا صفایا کرتے لیکن انہوں نے اس سلسلے میں کوتاہی کی لہٰذا امام کی غیبت میں جانے کا سبب خود ماموین بنے ہیں جنہوں نے ظالمین کو امام تک دست درازی کرنے سے روکا نہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک ظالمین موجود ہیں امام ظہور نہیں فرمائیں گے۔یعنی ظالمین کو ختم کرنے کیلئے امام کی ضرورت نہیں ہے۔اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ کسی امام کا اب کوئی وجود نہیں ہے لوگوں کو خود قرآن وسنت کی روشنی میں ظالمین کا مقابلہ کرنا ہے۔بقول حضرت علیؑ نظام کو چلانے کیلئے ایک قائد کی ضرورت ہے۔کیا صالح قائد کے بغیر ظالمین کا مقابلہ کرنا ممکن ہے؟یعنی اب یہ ذمہ داری لوگوں کی ہے کہ وہ خود صالح قائد کا انتخاب کریں۔

۳۔امام کیلئے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ حضور میں ہوں یا غیب میں وہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اس سلسلے میں سورج اور بادل کی مثال دی جاتی ہے کہ سورج بادل کے پیچھے چھپ کر بھی اپنے فوائد پہنچاتا ہے۔

۴۔اللہ کو ایک دفعہ روئے زمین میں عدل وانصاف کی مثال قائم کرنا تھی۔معلوم نہیں یہ عدالت کی نمائش ومظاہرہ کن کیلئے ہوگا ملائکہ یا جن دیکھیں گے یا خود اللہ کو دیکھ کر لطف آئے گا۔انسانیت تو پس پس کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئی ہوگی غرض اس عدل کے مظاہرے کیلئے اللہ نے انہیں بچا کر رکھنا تھا۔

قارئین کرام یہ فلسفے اور حکمتیں غیبت امام زمان کے بارے میں سننے کے بعد معتقدین امام زمان دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں:

۱۔ایک گروہ وہ ہے جو علم پرستی کرتے ہیں جنہیں دنیا روشن خیال کہتی ہے اس میں پڑھے لکھے گروہ ہیں یہ لوگ دین و دیانت میں کورانہ تقلید کے داعی ہیں۔یہ گروہ شدت سے دینی مسائل میں کسی قسم کی تحقیق و اجتہاد کو نا جائز سمجھتے ہیں، لیکن وہاں سوال اٹھانے کیلئے تیار ہوتے ہیں جہاں عوام کو دینی عقائد میں مشکوک و مضطرب دیکھیں کیونکہ اس سے انہیں بہت لذت آتی ہے اس سے ان کی نیک نامی بڑھ جاتی ہے لہٰذا وہ ان فلسفوں اور حکمتوں کا کھلے چہرے سے استقبال کرتے ہیں۔

۲۔دوسرا وہ گروہ ہے جیسے حوزات علمیہ و مدارس دینی میں نا اہل قرار پانے والے تیسرے چوتھے درجے کے انسان ہیں جو اپنے دین و دنیا دونوں کی بربادی پر سرگرداں و پریشان ہیں۔دین پر کیا گزر رہی ہے، مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے اور پڑھنے لکھنے کے نام سے اس دین کو نوچنے والے کیوں محترم ہیں غرض اپنے بہت سے کیوں کیوں نے ان کے وجود پر محیط ڈالی ہے۔

غیبت امام اور غیاب حجت:

یہ مقولہ معروف و مشہور ہے کہ اگر کوئی زور گوئی کرے اور جھوٹ کو سچ کا لباس پہنانا چاہے تو اس کیلئے اسے دوسرا جھوٹ بولنا پڑتا ہے اسماعیلیوں نے کہا زمین حجت اللہ سے خالی نہیں رہ سکتی۔ہر دور میں اللہ کی ایک حجت ہے یہ حجت ظاہر ہے یا مستور۔اس حدیث کے اختراع کرنے والے اسماعیلی نے کوشش کی کہ ہر دور میں ان کیلئے ایک حجت ہو۔اسی طرح اثنا عشریوں نے بھی اس حدیث کے تحت امام حسن عسکریؑ کے لاولد ہوتے ہوئے ایک امام غائب تصور کیا لیکن جب امام غائب ہو گئے تو وہ حجت نہیں ہوگا غیبت امام اور حجت ان دونوں میں منافات ہے لہٰذا چاہے اسماعیلی ہوں یا اثنا عشری، انھیں غیبت اور ضرورت حجت کے منافات کو حل کرنا چاہیے۔ان کی یہ دونوں باتیں بے بنیاد ہیں۔زمین اللہ کی حجت سے خالی نہیں رہ سکتی اور ہر دور میں زمین پر اللہ کی حجت ہوتی ہے جبکہ قرآن کریم میں آیا ہے سلسلہ بعثت انبیاءؑ میں وقفہ واقع ہوا ہے۔دوسری آیت میں آیا ہے نبیؐ کے بعد کوئی حجت نہیں ہوگی، اسی طرح مولا امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا پیغمبر اکرم کے بعد کوئی حجت نہیں۔

حکمت غیبت امام مہدی:

[تاریخ غیبت کبرا تالیف سید محمد صدر ص ۳۱]

امام مہدی کیوں نظروں سے غائب ہوئے؟ کیسے ظالمین سے نجات حاصل کریں گے؟ اس حوالے سے دو طریقے متعارف کروائے گئے۔ایک معمول و متعارف طریقہ ہے جو عام ذہنوں میں آتا ہے جس میں مہدی مخفی ہے نظروں سے اوجھل ہے۔مہدی لوگوں کو دیکھتے ہیں لیکن لوگ مہدی کو نہیں دیکھتے باوجود اس کے کہ دونوں ایک ہی جگہ پر ہیں۔لیکن امام مہدی کی جگہ خالی نظر آتی ہے۔امام رضاؑ سے قائم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اس کا نہ جسم نظر آتا ہے نہ اس کا نام لیا جا سکتا ہے۔امام جعفر صادقؑ نے فرمایا میرا پانچواں فرزند تم سے غائب ہوگا اس کا نام لینا جائز نہیں ہوگا۔غیبت امام کے بارے میں یہ سب سے آسان مفروضہ ہے جہاں امام لوگوں سے غیبت میں بھی ہے ظالمین کے ظلم سے ایک پناہ گاہ حقیقی میں محفوظ بھی ہے۔لیکن واضح ہے یہ اعجاز کے ذریعے ہی ممکن ہے جس طرح طول عمر امام معجزہ ہے اسی طرح امام کا بیچ میں ہوتے

ہوئے نظروں سے اوجھل ہونا بھی ایک معجزہ ہے تا کہ امام اپنی مسولیت اور ذمہ داریوں کوانجام دے سکیں۔ کہتے ہیں ظہور امام کا دن اللہ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک بہت عزیز ہے جس دن غرض خلقت بشریت تحقق ہوتے نظر آئے گی جس دن آرزو انبیاءؑ ومرسلین مکمل ہوتے ہوئے دیکھیں گے اگر امام کسی شخص سے بات کرنا چاہیں یا کسی کی حاجت روائی کرنا چاہیں یا کسی کوڈرانا چاہیں تو اس وقت لوگ اس امام کودیکھیں گے لیکن ایسا مختصر وقت کیلئے ہوگا یعنی غرض پوری ہونے کی حد تک ،اسی صورت کے تحت لوگ کہتے ہیں ہم نے امام کو دیکھا ہے ۔امام کبھی کبھی اپنا دیدار کراتے ہیں چنانچہ امام مہدی کوان کے چچا جعفر نے دو دفعہ دیکھا لیکن پھر آپ چھپ گئے ،پتہ نہیں کہاں گئے۔بعض نے صریح دیکھا جبکہ بعض نے امام کوگھوڑے پر سوار دیکھا یاامام کے خادم کو دیکھا ہے۔

دوسری صورت امام پوشیدہ ہے یعنی امام لوگوں کو دیکھتے ہیں لیکن لوگوں کو پتہ نہیں کہ یہ امام ہے۔جیسے کہتے ہیں امام اپنے والد کے گھر میں چھپے تھے کسی کونظر نہیں آتے تھے سوائے خاص افراد کے جن کیلئے آپ کی امامت ثابت تھی ۔پھر آپ کی غیبت میں اضافہ ہوتا گیا۔باپ کی وفات کے بعد اصلاً ممکن نہیں رہا کہ لوگ آپ سے ملیں سوائے نائبین کے توسط سے۔جب امام حسن عسکریؑ سے آپ کے خلف صالح کے بارے میں پوچھا گیا جیسے علی ابن مہزیار احوازی نے تو امام ہمیشہ ان کوڈراتے رہتے کہ یہ خبر چھپا کر رکھنا کسی کو نہیں بتانا۔یہاں تک غیبت صغراء کا دور ختم ہونے لگا اور امام حسن عسکری کے دور کے افراد ختم ہوئے جنہوں نے امام مہدی کو دیکھا تھا اب سوائے مسافروں کے آپ سے ملنے کے ذرائع ختم ہوئے۔یہاں سے ضرورت پڑی کہ مختلف جگہوں پر آپ سیر کریں اس سے مراد یہ کہ آپ لوگوں کے بیچ میں ہیں آپ ان کے درمیان گشت کرتے رہتے ہیں لیکن لوگ آپ سے غافل ہیں لوگ آپ کوایک عادی شخص سمجھتے ہیں آپ کی طرف توجہ نہیں کرتے اس طریقے سے امام مہدی ہر جگہ جاسکتے ہیں ہر ملک جاسکتے ہیں قیام کرسکتے ہیں اس دور میں آپ کی شخصیت عام لوگوں کی شخصیت جیسی ہے۔کاروبار کرنے میں تجارت وزراعت میں ایک ملک میں بیٹھ کر دوسرے ملک میں بیٹھ کرکئی کاروبار کرسکتے ہیں ۔اسی طرح کبھی آپ حج کیلئے بھی تشریف لے جاتے ہیں۔

امام مہدی کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف:

آپ لوگ کیوں کہتے ہیں ۔امام غیبت میں ہے کہنے والوں کیلئے ایک مشکل سوال یہ ہے کہ آپ کیسے کہتے ہیں امام ابھی تک زندہ ہے آپ کواس بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئی ہیں شاید غیبت میں جانے کے بعد وفات پا گئے ہوں۔علماءنوابغ نے اس طرح کے سوالات کے جواب میں بہت مدلل دلائل پیش کئے ہیں ہم یہاں ان کے جوابات پیش کرتے ہیں۔

اعلائم ظہور:

نزول عیسیٰؑ:

الندوۃ شمارہ ۱۲ صفحہ ۴۰۸ سورۂ مریم آیت ۳۳/ میں آیا ہے میرے اُوپر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں

اُٹھایا جاؤں گا، سورۂ نساء آیت ۱۵۷ تا ۱۵۸ میں فرمایا عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ اللہ نے اُنہیں اپنی طرف اُٹھایا ہے۔ فضل اللہ فرماتے ہیں اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت ابھی تک زندہ ہیں اور اُن پر موت نہیں آئی چنانچہ بعض کہتے ہیں اُٹھانے سے پہلے موت آئی ہے۔ چنانچہ آیت **کل نفس ذائقه الموت من علیها فان یقی وجه ربک ذوالجلام والا کرام** آپ کی موت پر دلالت کرتی ہے۔

۲۔ دجال:

امام زمان کے ظہور کو دجال سے مربوط کیا گیا ہے دجال کی جو تعریف روایات میں آئی ہے اس کے مطابق وہ ایک انسان یا کوئی قابل تصور مخلوق نظر نہیں آتی۔ جو انسانی فہم وادراک کیلئے قابل ہضم ہو۔ اگر ان روایات کو تسلیم بھی کرلیں تو یہ روایات متشابہ ہیں۔ اِن روایات سے امام زمان کے ظہور پر یقینِ محکم نہیں بن سکتا۔

روی عن النبیؐ: یاتی قوم من قبل المشرق و معهم رایات سود فیسالون الخیر فلا یعطونه فیقاتلون فینصرون فیعطون ماسالوه فلا یقبلو نها حتی یدفعوها الی رجل من اهل بیتی فیملا ها قسطا وعدلا کما ملؤها جورا فمن ادرک ذلک منکم فلیأتهم ولا حبوا علی الثلج فأن فیها خلیفة الله المهدی.

روی عن الامام الباقرؑ: کانی بقوم خرجوا بالمشرق یطلبون الحق فلا یعطونه ثم یطلبونه فلا یعطونه فاذا رأواذلک وضعوا سیوفهم علی عواتقهم فیطعون ماسالوا ولا یدفعونها الا الی صاحبکم قتلاهم شهداء.

ماورد عن النبی انه قال: اذا خرج المهدی دخل الاسلام فی کل بیت.

عن الامام الصادق قال: اذا خرج قائمنا لم تبق بقعة فه الارض الاوسع فیها اشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله.

عن الامام الباقرؑ: اذا ظهر مهدینا اقر کل احد بمحمدؐ.

عن الامام الکاظم قال: اذا اجتمع حوله العقد وهو عشرة الاف رجل خرج بهم فلا یبقی فی الارض ممعبود دون الله عز وجل من صنم و وثن وغیره.

یہ قرآن کی آیت کے سراسر خلاف ہے سورہ مبارکہ مائدہ ۱۴، ۶۴ توبہ ۳۲۔ فتح ۲۸۔ صف ۹۔

علامات ظہور مہدی:

علامات ظہور مہدی کے بارے میں کہ مستقبل میں کیا ہوگا اس میں وہ تمام علامات شامل ہیں چاہے علامات قیام ساعت ہوں یا زمانہ کے انحرافات ہوں یا خاص خاص حوادث کے بارے میں خبر ہو، اس حوالہ سے سید محمد صدر نے ان روایات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ ایک قسم مربوط ہے ظہورا مام مہدی سے جو صرف امام مہدی کے ظہور سے متعلق ہے اس میں علائم قیامت کا ذکر نہیں جو ظہور مہدی کے بعد واقع ہونگے۔

۲۔ وہ قیام قرب قیامت سے متعلق ہے جسے مصادر عامہ کہیں گے یہ امام مہدی کے ظہور سے مربوط نہیں۔

۳۔ دونوں طرف کا ذکر نہیں ہے روایات میں صرف ایسے حوادث کے وقوع ہونے کا ذکر ہے اس میں سے بعض ظہور سے ملتی ہیں اور بعض قیام ساعت سے جیسے امام مہدی کا ظہور اور قتل نفس زکیہ کے درمیان ۱۵ دن کا فاصلہ ہوگا بعض ظہور مہدی سے قیام قیامت سے پہلے کوئی واقعہ ہوگا۔

کیا امام مہدی جب ظہور فرمائیں گے تو نئی شریعت لائینگے؟

کتاب غیبت نعمانی میں آیا ہے اس قدر لوگوں کو قتل کرینگے کہ بعض کہیں گے یہ آل محمدؐ سے نہیں ہیں دنیا ان سے خوف کھائے گی۔ وہ فراری اور مجروح کو بھی قتل کریں گے۔

امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں وہ لوگوں کو دین جدید اور کتاب جدید کی طرف دعوت دیں گے کتاب غیبت نعمانی ص ۲۳۳ میں آیا ہے۔

یقیم القائم بامر جدید علی العرب شید لیس شانه الا السیف الایستیب اعدا

کسی سے توبہ کیلئے نہیں کہیں گے امام محمد باقرؑ سے پوچھا آپ نبی کریمؐ کی سیرت پر چلیں گے تو جواب دیا

هیهات هیهات یا زاره ما یسرا لسره قلت جعلت فدات لم قال ان رسول الله سارفی الله بالمن کان یتالف الناس و القائم لیسر بالقتل بذات امر فی الکتاب الذی معه ان سیر بالقتل ولا یستتیب احدا

فو الله لکافی نظر الله بین رکن المقام یبائع الناس بامر جدید شدید وکتاب وجدید وسلطان جدید۔

ان روایات منقولہ سے واضح ہوتا ہے تصور ظہور مہدی فرقہ باطنیہ کے بنات میں سے ایک ہے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

قیام معجزانہ امام مہدی:

امام مہدی کا بطور اعجاز عالم پر غلبہ کرنا ان آیات قرآنی کے خلاف ہے جس میں آیا ہے دین میں اکراہ نہیں جس میں پیغمبرؐ سے کہا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو مومن بنانے کیلئے مجبور نہ کریں۔ بعض آیات میں آیا ہے اگر جبری طور پر خارق العادہ مومن بنانا مقصود ہوتا تو ہم بعثت انبیاءؑ نہ کرتے اور ہم خود لوگوں کو مسخر پابند ایمان و دین کرتے۔ ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ظہور و قیام امام ظہور معجزاتی اور تکوینیاتی نہیں بلکہ ظہور و قیام عادی ہے لیکن ظہور و قیام عادی اپنی جگہ ایک قانون تو ازن سے مشروط ہے یعنی اس کے لیے کتنی تعداد میں افراد ہونے چاہئیں، کتنی تعداد میں اسلحہ ہونا چاہیے، کتنی تعداد میں جنگ وجدال کے قانون سے آشنا ہونا چاہیے اور دشمن کی طاقت وقدرت سے واقف و آگاہ ہونا چاہیے ان تمام کو سامنے رکھے بغیر اگر قیام کریں تو قرآن نے اس کو القاء نفس بہ تھلکہ کہا ہے (خود اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں جانا) قرآن نے اس عمل سے منع فرمایا ہے جبکہ طاقت وقدرت لازمی میسر ہونا محال و ناممکن نظر آنے کے بعد قیام عدل ایک وہم وخیال نظر آتا ہے۔

ظہور امام زمان کی تیاریاں:

اگر کوئی مسلمان قرآن اور سنت نبی کریمؐ سے آگاہ و واقف ہو تو اس کو روز روشن کی طرح نظر آتا ہے کہ یہ جو امام زمان کے نام سے تیاریاں کی جارہی ہیں یہ تمام شاخہائے الحاد و انحراف گذشتہ کے آثار و روایات ہیں جسے امام زمان کے نام سے مختلف الفاظ وکلمات اور طور

وطریقوں سے پیش کیا جارہا ہے۔

امام زمان اس وسیع کرہ ارضی پر کس جگہ پر ہیں۔ آیا آپ زمین میں یا آسمان میں یا ہوا میں ہیں یا جنت میں ہیں۔ اس سلسلے میں کوئی آیت یا روایت نہیں ملتی کہ جس کے ذریعے سے ان تک رسائی حاصل کی جا سکے۔ اس لئے آپ اپنی حاجتوں کو خمیر میں بند کر کے سمندر یا دریا اور اگر یہ قریب نہ ہو تو کنویں میں ڈال کر کسی مرحوم کے ذریعے امام غائب کو بھیجتے ہیں۔ جبکہ کوئی کہتا ہے امام زمانہ بہت پریشان اور مصیبت میں ہیں شاید آپ بیمار ہیں لہٰذا آپ کی سلامتی کیلئے دُعا کریں۔ یا کسی کی قید میں ہیں اس لیے ان کی فرج و رہائی کیلئے دُعا کریں۔ کوئی خوش خبری دیتا ہے چند سال یا چند مہینے کے بعد تشریف لانے والے ہیں لیکن یہ چند سال سینکڑوں سالوں میں تبدیل ہوئے ہیں۔ ان تمام کے بعد پھر کہتے ہیں ہماری بدکرداری اور تیاری نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے تاخیر کی ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ جب آئیں گے تو ہمیں ان کا نمائندہ بن کر دوسرے شہروں میں جانا ہے اس لیے ہمیں وہ زبان سیکھنی چاہئے۔ کوئی کہتا ہے ان کی آمد پر یا ان کی غیبت میں ہمیں صرف و نحو، منطق و فلسفہ زیادہ پڑھنا چاہئے۔ کوئی کہتا ہے ان کی شادی کیلئے لڑکیوں کو تیار اور تربیت دینا ہوگی۔

ہم چونکہ ان کی مجالس نظارت میں تھے اس وجہ سے امام زمانہ کے نام گرامی سے استفادہ کرتے ہوئے نظام امامت سے وابستگی کی خاطر ہم نے انہیں ہفتے میں ایک دفعہ دعائے ندبہ کی تلاوت کرنے کی گزارش کی۔ ابتدائی مراحل میں انہوں نے اسے قبول فرمایا تھا لیکن بعد میں انہوں نے اسے چند بہانوں سے ٹال مٹول کیا اور کبھی اسے جمعہ کی بجائے اتوار کے دن رکھنے کیلئے کہا اور بعض نے اس پروگرام کو بے فائدہ قرار دے کر عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور بعض نے اس کو تنظیم کیلئے ایک سازش قرار دیا جو ہمارے لیے ناقابل فہم و تحلیل تھا۔ لیکن ابھی کچھ تجربات گزرنے کے بعد سمجھ میں آیا کہ اس سلسلے میں وہ لوگ ہم سے کئی گنا زیادہ عقل و شعور رکھتے تھے۔ وہ لوگ یا تو سمجھتے تھے کہ پکارنے اور رونے سے امام آئے گا نہیں یا وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے برادران غالیوں کا خود ساختہ تصور ہے۔ یہ ہمارا جال ہے جس سے ہم نے دوسروں کو شکار کرنا ہے ہم نے خود تو شکار نہیں ہونا۔ بہر حال ان کا گمان صحیح تھا۔ نہ امام تشریف لائے نہ اس دعا نے رواج پایا لیکن ہمارا ایک حلقہ بنا جس نے اسے بڑے عزم و ارادے کے ساتھ جاری رکھا لیکن انہوں نے اس میں اور بھی دعائیں شامل کیں۔ بعض نے اس میں دعائے عہد اور حدیث کساء کو شمار کیا بعض نے اسے اپنے مرحومین کے ثواب کی خاطر مرغنیات سے مزین کیا اور یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا۔

جمن شاہی کا اس نام سے فاحشہ خانہ ہو یا امام زمانہ سے ملاقات کرنے کی کاوشیں یا اٹھتے بیٹھتے عجل فرجہ کا ورد ہو یا علائم ظہور کے تناظر میں فرج کے قریب ہونے کی پیشگوئیاں ہوں یا حسن اُلطمی، بحرانی یا قم میں موجود لشکر امام زمانہ یا بہجت و بہلول کی رمز گوئی ہو یا آپ کے نام سے مجلّات ہوں یا ماضی قریب کا فتنہ قادیانی ہو یا بہائی یا وہابی بقول سابق رئیس جمہور ایران آقای رفسنجانی کے تبصرہ کے تحت استعمار انگلش کے سازشی مراحل ہیں آپ اپنی کتاب امیر کبیر کے ص ۲۰۶ میں فرماتے ہیں احمد احسائی رشتی مجهول الحال آثار سوء سے ہے اگر آپ اس سے آگے جائیں گے تو اس کا سلسلہ امام جعفر صادقؑ کا اصحاب بن کر امام وقت کے داعی سے ملتا تھا۔ نفس ذکیہ اور ان کے آگے فرقہ کیسانیہ کی مہدویت اور مختار یا محمد حنفیہ اور ان سے پہلے فرقہ سبائیہ سے ملتا ہے۔ یہاں سے تعجب انگشت بہ دندان ہوتا ہے کہ بعض علماء اعلام کہتے ہیں انتظار مہدی سنت تمام اقوام وملل ہے اس کی تمام اقوام وملل نے خبر دی ہے ہماری ان سے گذارش ہے کہ ہمیں ان اقوام وملل کو بھی دیکھنا ہوگا کہ کیا یہ اقوام مو

منین وموحد اقوام تھیں یا تابع بانیان غلات باطنیہ میں سرگرم گروہ تھے۔

اس سلسلے میں مہد یون انتہائی اختلاف فکری، نظری اور عملی میں تضاد و تناقض کا شکار ہیں۔

منتظرین امام زمانہ کے جیالے چاہے ضلعی یا صوبائی ہوں یا ملکی سطح کے ہوں ان کے دعویٰ کے مطابق وہ ظہور امام زمانہ کے ہراول و پیش رو لشکر ہیں چنانچہ فرقہ امامیہ سے تعلق رکھنے والے بعض جوانوں نے کراچی میں لشکر امام زمانہ اور استقبال امام زمانہ کے نام سے تنظیمیں بنائی ہیں۔ یہ لوگ امام زمانہ کے استقبال کی تمہید کے طور پر کھارادر سے خراسان تک ۱۲۷ونٹوں پر لدھے ہوئے تابوت نکالتے ہیں اور شاید امام زمانہ کے ظہور نہ ہونے پر مرض دق وحسرت میں سینہ کوبی کرتے ہوئے آتے ہیں۔ برادران امامیہ کا تعلق چونکہ پڑھے لکھے دانشوروں سے ہے اسی لیے وہ ایسے کام نہیں کرتے بلکہ پڑھنے لکھنے کا کام کرتے ہیں اسی لیے وہ امام زمانہ کے نام پر درخواستیں بھیجنے کا انتظام کرتے ہیں۔

ممہدون:

ممہدون جیسا کہ ابتدائے تمہید میں بیان کیا ہے ان لوگوں کو کہتے ہیں جو امام مہدی کی غیبت کے دور میں آپ کے ظہور کیلئے سرگرم عمل ہیں ان کو ممہدون کہتے ہیں۔ چنانچہ اس عنوان پر علامہ شیخ علی کورانی لبنانی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اس کے علاوہ ایک اور کتاب عصر ظہور کے نام سے تالیف ہوئی ہے جسے ہمارے پاکستان میں انتظار فرج کہتے ہیں۔ لیکن علماء انتظار فرج کے مفہوم ومصداق میں شدت سے اختلاف کرتے ہیں۔ یہاں پہلے کسی غیر کے انتظار میں رہنے کے بارے میں انسانوں کی ایک تقسیم بندی ملاحظہ کریں۔

غیر کا انتظار کرنا:

دنیا میں انسان تین قسم کے گروہ میں تقسیم ہوتے ہیں:

ا۔ ایک گروہ سعی اور مسلسل کوشش سے اپنی زندگی کو خود بناتے اور سدھارتے ہیں بلکہ دوسروں کے کام کو بھی نیک نیتی اور ہمدردی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ ایسے ہی حسن نیت کے حامل انسان دوست افراد کو مومن باللہ وبا لآخرۃ کہہ سکتے ہیں۔ انہی کے بارے میں یہ آیات صدق آتی ہیں وان لیس للانسان الی ماسعا و ان سعیہ سوف

﴿ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ﴾ (اسراء۱۹)

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (جمعہ۹)

﴿ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ﴾ (انسان۲۲)

﴿ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ﴾ (نجم۳۹)

یراہ وقل اعملو وسیر اللہ عملکم ورسولکم (جمعہ) اور سینکڑوں آیات آمنوا عملو صالحات کے مصداق ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو خود سرگرم عمل ہوتا ہے لیکن دوسروں کو عمل سے باز رکھتے ہیں یہ دوسروں کو زندگی کے بارے میں سوچنے کا موقع

نہیں دیتے تا کہ وہ ان کے برابر اور رقابت میں نہ آجائیں بلکہ اگر وہ کمائی کریں گے تو اس میں بھی حصہ مانگ لیتے ہیں۔ چنانچہ ان تیس چالیس سالوں میں سادات کے دردمند تاجروں نے ان کا نام استعمال کر کے خمس اپنے لیے جمع کیا۔ اسی طرح بہت سے تاجروں نے فلاح و بہبود خیرات کے نام سے جمع کر کے اپنے لیے حق زحمت از خود بنایا اور عوام کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ دنیا میں استعماری طاقتیں اور الحادی فکر رکھنے والے اس فکر کے حامی ہیں، یہ لوگ ایک عرصہ لوگوں کو فقر و فاقہ میں رکھنے کا منصوبہ رکھتے ہیں یہ لوگ کم آمدنی والے لوگوں کو اسراف و تبذیر کی طرف مائل کر کے لوگوں کو قرض لینے کا شوق دلاتے ہیں تا کہ انہیں اپنے قرضے کے جال میں پھنسا کر گردن میں رسی ڈال کر کھینچا جائے اور آخر میں ان کی املاک پر قبضہ کریں۔ یہ عمل ملک میں موجود ادنیٰ تاجر سے لے کر بڑے سرمایہ دار سے ہوتے ہوئے بین الاقوامی اداروں تک پہنچتا ہے۔ اسی طریقے سے یہ دنیا پر اپنا قبضہ جماتے ہیں اور ان کے بقول عام لوگ ہمیشہ کیلئے تیسری دنیا کا تصور بن کر رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا فقر و فاقہ ان کے مفاد میں ہے۔

۳۔ انسانوں کا تیسرا گروہ وہ ہے جو کسی مشقت والے کام سے گریز کرتے ہیں اور ہمیشہ اس انتظار و امید میں رہتے ہیں کہ ان کی زندگی کا بندوبست کوئی دوسرا کرے اس کے بھی دو مصداق ہیں:

ا) ایک مصداق جیسے اکثر اولاد اس امید میں رہتی ہے کہ ان کا باپ ان کے لیے بندوبست کرے۔ ان کے نزدیک باپ کا فرض ہے کہ بیٹے کی زندگی کا تمام بندوبست کرے۔ معاشرے میں اس فکر کو رواج دیتے ہیں کہ اچھا باپ وہ ہے جو اپنی اولاد کیلئے زندگی بھر کا بندوبست کر کے اس دنیا سے جائے۔ اس فکر سے متاثر ہونے والے بے شمار افراد اولاد کیلئے جائیداد وا کاؤنٹ بناتے ہیں، ان کی زندگی کا بیمہ کرواتے ہیں۔ یہ تصور عقل کے علاوہ قرآن وسنت کے بھی خلاف ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبیؐ میں باپ کے اوپر اولاد کے بالغ ہونے تک ضروریات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور مرنے کے بعد ان کی متروکہ جائیداد

﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِىٓ اِبۡرٰهِيۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لِيَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِيۡنَ " اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمان و زمین کے اختیارات دکھلاتے ہیں اور اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہو جائیں''﴾ (انعام۔۷۵)

کے تحت تقسیم ہوتی ہے انسان اس دنیا میں کسی اور انسان کیلئے جائیداد بنانے کیلئے نہیں آیا اور نہ یہ طریقہ عقلاء کے نزدیک اچھا طریقہ ہے۔ اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ باپ کی متروکہ جائیداد سے اولاد اچھی زندگی گذارے گی۔ یہ فکر ایک زہریلی فکر ہے جو انسان دشمنوں نے خاص کر استعمارگروں نے ایجاد کی ہے۔ اور مسلمان دشمنوں نے بیمہ کا کمیشن بنانے والوں کے ذریعے دھوکہ سے مسلمان نسل کے ذہنوں میں بٹھائی ہے کہ ان کے بھائی کا فرض ہے ان کی زندگی کا بندوبست کرے، ان کے عزیز و اقارب کا فرض ہے کہ ان کی زندگی کا بندوبست کریں۔ قوم وملت کے بزرگوں کا فرض ہے ان کی زندگی کا بندوبست کریں۔ یہ درست نہیں بلکہ ہر انسان کو اپنی زندگی کا خود بندوبست کرنا چاہیے اگر وہ مفلوج عقل وجسم نہ ہو۔

۱۔ یہ لوگ ان کی زندگی کا یا تو بندوبست کرتے نہیں اور اگر کریں گے تو ذلت آمیز صدقات وغیرہ سے انجام دیتے ہیں۔

۲۔ اس میں مفروضہ خیالی اور وہمیات ہیں جیسے کہتے ہیں مرے ہوئے والدین کی دعائیں سہارا بنتی ہیں۔ بزرگوں کی دعاؤں سے

سب کچھ بنتا ہے اولیاء اوصیاء گذشتگان کے طفیل میں ہم زندگی گذارتے ہیں لیکن وہ عالم برزخ میں ہیں کس حالت میں ہیں اگر اچھی حالت میں بھی ہوں تو ان کا اس عالم سے رابطہ مقطوع و منقطع ہے۔ ملاحدہ مذاہب فاسدہ غالی ومغیرہ و خطابیہ اور رقداحیہ وغیرہ نے اس مفروضہ خیالی کو جعل کیا ہے جنہوں نے لاکھوں انسانوں کی امیدیں ایک ایسی ہستی سے وابستہ کر رکھی ہیں کہ تمہیں کچھ کرنا نہیں ہے سب کچھ وہ آ کر کریں گے وہ تمہارے حالات سے واقف و آگاہ ہیں حاضر و ناظر ہیں انہی کے آنے کے بعد ہم سعادت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ اس قسم کے غیر کا انتظار بدترین اور فاسد ترین فکر ہے جو مسلمان قوم کو پلائی جانے والی افیون ہے۔

اچھی زندگی، عزت، مقام و منصب، دولت اہل وعیال اور اقتدار ہر انسان کی آرزو و امید خواب وخیال ہے۔ لیکن یہ مقالہ یا یہ محاورہ معروف ہے لیس **کلما یتمنی المرء یدرکه**۔ ہر خواہش کے مطابق یہ دنیا نہیں چلتی چنانچہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴾ ﴿ کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے ﴾ (بقرہ ۲۱۴)

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴾ ﴿ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ ﴾ (ال عمران ۱۴۲)

انسان کیلئے وہی ہے جو وہ انجام دیتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امیدیں عمل سے ہم آہنگی کے بغیر سراب اور وہم ہیں بعض افراد نے اس دنیا میں انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ وہ گروہ ہے جس میں شامل افراد دن رات انتھک کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں یہ اپنے مسائل کو دوسروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑتے بلکہ اپنی زندگی کی آسائش کے علاوہ دیگران کیلئے بھی رضائے اللہ کی خاطر سرگرم رہتے ہیں۔ عقل اور دین و شریعت ان کی ستائش کرتے ہیں۔

۲۔ بعض افراد جدوجہد کی بجائے مذموم عزائم لے کر مکر وفریب سے دوسروں کی کمائی کھاتے ہیں اور دوسروں کی کمائی سے اپنی دنیا بناتے ہیں۔ ان کو ایک مجہول درخشاں دنیا کی امید و آرزئیں دیتے ہیں یہ لوگ اپنے ساتھ دوسروں کی دنیا و آخرت کو بھی برباد کرتے ہیں۔

۳۔ یہ وہ گروہ ہے جو ہمیشہ امیدیں کسی غیبی یا مستقبل موہوم سے باندھ کر رکھتے ہیں۔

مندرجہ بالا دوم وسوم گروہ اس دنیا کو برباد اور ویران کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ذیل میں ہم منتظرین کے انتظار کی تنوعات کا ذکر کریں گے۔ علمائے اعلام نے اس کی چار قسمیں بتائی ہیں:

۱)انتظاراعلان تعطیلی:

دین کے تمام اُصول وفروع کوخیر باد کہہ کرامام کاانتظار کریں؟

۲)انتظار دعائی:

ظہور میں تعجیل کیلئے زیادہ سے زیادہ اور لمبی سے لمبی دُعائیں پڑھیں؟ جیسے اٹھتے بیٹھتے اللہم عجل فرجہم کہنا۔

۳)انتظار جہادی:

ہر دن اور ہر شب وروز امام صالح کیلئے ماحول سازگار کرنے کیلئے جدو جہد کریں ۔امام کی آمد کے موقع پر آپکے دُشمنان سے لڑنے اور جہاد کیلئے جو تربیت درکار ہواُس کیلئے اپنے آپ کو آمادہ بنائیں ۔چنانچہ اس تصویر کے حامل افراد نے اس بہانے سے بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا ہے ۔انتظار کے نام سے جہاد کرنے والوں کی نسلیں گزر گئیں لیکن مہدی کی آمد کی امیدیں سراب میں تبدیل ہورہی ہیں کیونکہ ان تیاریوں کے باوجود معاشرہ صالحیت اور غلبہ اسلام کی بجائے کفر وشرک کے غلبہ میں جارہا ہے۔

۴)دین وشریعت پرعمل کاربند رہیں۔کسی ہستی کا انتظار نہ کریں اللہ نے ہمارے لیے قرآن وسنت کی صورت میں شریعت بھیجی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے ہماری ذمہ داری اس پرعمل پیرا ہونا ہے چاہے کوئی ہستی آئے یا نہ آئے۔

ان چار انتظاروں میں سے کون سا انتظار امام زمانہ کی غیبت طویل ٗظہور کو تعجیل میں تبدیل ہونے کا سبب بنے گا؟اس بارے میں بھی کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ مفروضات کے اوپر مفروضات قائم کرنے سے ثمرات نہیں نکلتے لہٰذا کسی قسم کا منفی اور مثبت انتظار نہ کریں بلکہ اپنی تمام تر توجہات صرف اسلام پر رکھیں ۔اس کے عقائد کوفروغ دیں اور فروعات پرعمل پیرا ہو جائیں ۔ہر فرد اپنے میدان و ماحول اور استطاعت میں خود کو امامت ورہبری امت کیلئے قرآن وشریعت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے۔﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾﴿اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔﴾(فرقان ۷۴)

دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں ہوگا جو ایک غیر معین اور غیر معلوم شخص کا انتظار کرتا ہو صرف معلوم الحقیقہ ہونا انتظار کیلئے کافی نہیں بلکہ انتظار کیلئے وقت کا معین ہونا بھی ضروری ہے ۔کوئی اپنے گھر کسی مسافر کی آمد کے انتظار میں اُس وقت تک تیاری نہیں کرتا جب تک کہ مسافر کی آمد کے دن کا تعین نہ ہو جائے ۔صاحبان علم وحقیقت کی طرف سے انتظار غیر محدود کی تاریخ ادیان میں کوئی مثال نہیں ملتی بلکہ وقت محدود سے تاخیر فساد اور خرابی کا باعث بنتی ہے ۔موسیٰ طور پر ۳۰ دن کے وعدے سے گئے لیکن ۳۰ دن کے بعد واپس نہ پہنچنے پر سامری نے اسے جواز بنا کر گوسالہ پرستی شروع کردی لہٰذا غیر محدود وقت کا انتظار امید آور نہیں بلکہ یہ یاس وناامیدی کا پیش خیمہ ہے ۔ایسا غیر محدود انتظار ہمیشہ اہل باطل نے متعارف کروایا ہے ۔فرقہ کیسانیہ سبائیہ اور عصر حاضر میں کمیونسٹوں نے اس حربے کو استعمال کیا ہے۔

وجود امام کے بارے میں دلائل عقلی اور قرآنی سے محروم ہونے اور اعتراف انحصار بہ روایات کے بعد اس وجود پر وارد اعتراضات و اشکالات سے جوابات کیلئے بڑے بڑے نوابغ محقق علماء وفقہا بے دست وپا ہوئے ہیں ۔امام مہدی کے بارے میں مہدیون نے عقل اور سائنسی

تجربات سے استناد کرتے ہوئے استدلال کیا ہے۔

انتظار فرج:

انتظار امام مہدی ایک اعلیٰ وارفع اور پسندیدہ عمل ہونے کے ثبوت میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ اپنی جگہ مدع مدعا و دلیل دونوں ہیں۔انتظار لوگوں کے درمیان معروف کلمہ ہے اس حوالے سے اگر مومن و فاسق' کافرو فاجرو ملحد سے پوچھیں کہ انتظار کیسے اور کب تک کیا جائے تو جواب ایک ہی ملے گا اس کیلئے ایک وقت معین کا ہونا ضروری ہے۔غیر معین مدت کیلئے کوئی انتظار نہیں کرتا ہے۔

محدون نور:

احباب نور نے از خود ایک نیا طریقہ اختراع کیا ہے کیونکہ ان کے استاد بزرگوار مہندس ساز ختمانی عارف تھے جس میں انہوں نے پوری امت مسلمہ سے ہٹ کر ۱۵ شعبان کو آغاز سال قرار دیا یعنی جس دن امام زمانہ ظہور فرمائیں گے اس کیلئے تقویم کو رواج دیا جبکہ دوسرے برادران نے اس دن کو جمع خمس بنایا۔محسوس ہوتا ہے یہ لوگ گذشتہ لوگوں سے زیادہ پختہ وسنجیدہ افراد ہیں،انہوں نے نوابان خاصہ وعامہ کے نقش قدم کو اپنایا اور دنیائے جہل ونادانی،فسق وفجور،بے حیائی وعریانی اور تعطیل دین وشریعت سب کو نظر انداز کر کے امام کے نام سے رقم جمع کرنے کا دن منایا جو بہت حد تک کامیاب رہا ہے۔

کوئی کہتا ہے ہمیں اس پر سیمنار کرنا چاہیے کہ ان کی غیبت میں ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہئے۔کوئی کہتا ہے وہ آکر دنیا سے چلے گئے۔یہ مختلف لوگوں کی تجاویز ہیں۔انہیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔انہوں نے ان پروگراموں میں سے وہ پروگرام اپنایا جو عوام کو فریب سے غافل رکھنے میں زیادہ مؤثر ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ درآمدات لائیں۔

آیت اللہ بہجت فرماتے ہیں وہ آنے والے ہیں تو دوسرے فرماتے ہیں یہ غلط ہے جبکہ تیسرے فرماتے ہیں ہمیں کچھ پتہ نہیں ہے پس ہم کس کے نظریہ کو بنیاد بنائیں۔کون سی روایات ہیں اور کون سا معتبر شخص ہے جس نے آپ کو دیکھا ہے جب ان تمام سوالوں کی بارش ایک انسان متلاشی حقیقت پر برسائیں گے تو اسے کیا کرنا چاہئے۔اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں کیا وہ اس پر یقین کرے یا ہونے کے بارے میں شک کرے۔

محدون کرپشون:

۱۔یہ وہ حضرات ہیں جو مراجع تقلید کے نام سے خمس اور سادات کے نام سے حق زہرا جمع کرتے ہیں۔

۲۔مساجد و امام بارگاہوں اور مدارس کی شایان شان تعمیرات میں قوم عاد وارم کی مثال قائم کرتے ہیں جس کی شریعت اسلامی اجازت نہیں دیتی۔محسوس ہوتا ہے عام افراد انہی کاموں کو نظام قرآن وسنت کے قیام کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ان کاموں کو انجام دینے والوں کو مومن و متقی اور پرہیز گار سمجھتے ہیں۔

۳۔سیلاب وآفات زدگان بیواؤں اور پسماندگان شہداء کے نام سے چندہ جمع کرنے والوں کی دولت وثروت اور تمام کے تمام

اثاثے کرپشن سے حاصل شدہ ہیں ۔انہوں نے ان چیزوں کی ضرورت واہمیت اور فضیلت کو نظر میں نہیں رکھا بلکہ ان کے مدنظر ان کا کمیشن تھا۔ہمیں ان کی دولت سے سروکار نہیں لیکن ان کاموں میں سرگرم افراد دین ایمان اور علم آگاہی کی بنیاد پر بنائے گئے اصول و معیار سے خالی انسان ہیں انہوں نے دین وشریعت کو یکسر نظر انداز کر کے یہ کام انجام دیا ہے کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ خمس جمع کرنے والے باطل پرست اور خائن ہیں ۔مساجد اور امام بارگاہیں بنانے والے مفاد پرست یا کسی کے آلہ کار اور طالب شہرت افراد ہیں ۔قرآن اور سنت میں مساجد ضرار بنانے سے منع کرنے کے باوجود مسجد کے بالمقابل یا قریب ہی مسجد بنائی جاتی ہے اور ساتھ ہی فلک بوس مینار تعمیر کئے جاتے ہیں ۔مساجد و مدارس کے قریب مساجد و مدارس اور کثیر المنازل امام بارگاہیں سب کرپشن والوں نے کمیشن کیلئے بنائی ہیں یہ تنہا کرپشن پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ یہ لوگ مساجد بنانے کیلئے عوام سے جبری چندہ بھی لیتے ہیں اور عالمی اداروں سے بھی پورا خرچہ وصول کرتے ہیں۔

ا۔ممھدون اجنبی پرستان وتقلید گراں:

مغربی درسگاہوں سے اعلیٰ سند لینے والے اور حوزات علمیہ سے ﴿لینذر قومھم﴾ مراجعت کرنے والوں کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ اپنے ملک میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلی دعوت من وعن مغرب کی ماجراء جوئی اور تقلید کرنا ہے ۔آپ صرف ہماری تقلید کریں نہ عقل و وجدان کی بات کریں اور نہ قرآن وسنت کی ۔لہٰذا مغربی درسگاہوں سے فارغ ہونے والے مغرب پرستی کی ترغیب دیتے ہیں اور دینی مدارس کے تعلیم یافتہ ایران وعراق کی تقلید پر زور دیتے ہیں گویا کہ ان کی تقلید مکمل ہونے کے بعد امام زمان تشریف لائیں گے ۔

۲۔ممھدون خوش خوراکیون:

ان کا عقیدہ ہے کہ کسی بھی امام یا امام زادے کی ولادت یا وفات کے دن آپ اچھے کھانے کا اہتمام کریں اور حلیم، بریانی یا قورمے سے تواضع کریں ان کے نزدیک اپنے امام کو خوش کرنے کیلئے یا غمزدہ دکھانے کیلئے اس سے زیادہ وہ کیا کرسکتے ہیں ۔دوسرے اگر آپ کے پاس گنجائش نہیں تو مہدیون سے چندہ کریں،اس میں آپ کا بھی کمیشن ہوگا ۔قارئین یہ بھی انتظار کا ایک مصداق ہوگا۔اس سے آپ کا نام ممھدون میں شمار ہوگا۔

۳۔ممھدون درسیون:

دین اسلام کے اصول وفروع کے دروس کو آپ آٹھ دس سال میں مکمل کرسکتے ہیں لیکن حوزات میں مصروف بعض حضرات کا کہنا ہے یہ عمل حدیث العلم من المھد الی الحد تک ہونا چاہیے ۔جبکہ مدارس مروجہ سے فارغ یا مصروف حضرات بیس تیس سال حلقات دروس میں شرکت کرنے کے بعد اس درجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ یا تو خرافات کو اساس دین سمجھتے ہیں یا اگر زیادہ با صلاحیت ہوں تو معرفت امام کی کلاس میں شرکت کرسکتے ہیں۔ان کے ہاں جب تک مولوی کی ضرورت رہے گی درس چلتا رہے گا۔

۴۔ممھدون درسیون:

ان کا کہنا ہے ہمیں افتخار واعزاز حاصل ہے کہ ہم امام جعفر صادقؑ کے نقش قدم وسیرت طیبہ پر چل رہے ہیں ۔یقیناً ایسے افراد کتنے

خوش قسمت ہونگے جو امام جعفر صادقؑ کی سیرت پر چل رہے ہوں ۔لیکن یہ اس وقت درست قرار پائے گا جب یہ سیرت حقیقت میں جعفر صادقؑ فرزند محمد مصطفیٰؐ کی سیرت ہو۔لیکن قضیہ برعکس نظر آتا ہے آپ نے اپنے مذموم عزائم کو چھپانے اور پردہ ڈالنے کیلئے امام صادقؑ کا نام استعمال کیا ہے اور اپنی تمام دینی و اجتماعی اور سیاسی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر آپ نے صرف دھوتی باندھ کر مدرسہ کی چارپائی پر الفیہ ابن مالک کی رٹ لگانے والے جابر بن حیان کو علم کیمیا کے حوالے سے امام صادقؑ کا شاگرد بنایا ہے مفضل بن عمر کو علم طبیعت کا اور ہشام بن حکم کو علم مناظرہ کا شاگرد بنایا ہے ۔جبکہ علمائے رجال کے نزدیک یہ سب مخدوش و مشکوک فاسد العقائد کا پرچار کرنے والے افراد قرار پائے ہیں ۔

یہاں امام صادقؑ قطعاً نہیں ہونگے بلکہ کوئی اور کاذب شخص ہوگا جسے آپ نے امام جعفر صادقؑ کہا ہے ۔ہمارے معاشرے میں راشی کو حلال خور ظالم کو عادل کہنے کی سیرت عام ملتی ہے بلکہ یہ بات قرین صحت نظر آتی ہے کہ اگر آپ کی مراد امام صادقؑ فرزند امام محمد باقرؑ نسل حضرت امام حسینؑ و فاطمہؑ وعلیؑ ہوتی جو ماں کی طرف سے دو دفعہ نسب میں ابوبکر صدیقؓ سے ملتے ہیں تو آپ اٹھتے بیٹھتے شیخین پر لعن اور سب وشتم کرنے کی ترغیب نہ دلواتے اگر یہ امام صادقؑ وہی ہیں جن کا نسب نبی کریم حضرت محمدؐ سے ملتا ہے جو دین لائے تھے تو یہ دین محمدؐ کے وارث تھے ،آپ ان سے منسوب اپنے مدرسہ میں داخلہ کیلئے میٹرک اور ایف اے کی شرط نہ لگاتے ۔مدارس کو یہاں خواب گاہوں اور اپنے روزگار کیلئے ٹھکانہ نہ بناتے ،یہاں صحت مند سرگرمیوں کے نام سے جوڈو کراٹے ،فٹ بال ،ہاکی اور کرکٹ کو نصاب میں شامل کر کے قرآن وسنت کو خارج نہ کرتے اگر آپ مروجہ علوم کے بعد اسلام کی محبت میں عقائد اسلام اور احکام اسلام کے نام سے سالہا سال ڈائریاں پُر کرتے ہیں تو کم از کم اپنے گھروں میں مخلوط بے پردگی کو رواج نہ دیتے ،آپ مخلوط اجتماعات شادی بیاہ پر احتجاج کرتے لیکن آپ کراہت کا بھی مظاہرہ نہیں کرتے آج برقعہ اور چادر لباس فیشن بنا ہے آپ ایسے اجتماعات میں شرکت سے گریز کرتے ۔اگر آپ اس امام جعفر صادقؑ کی سیرت پر ہوتے تو خلاف آیت نفر مدارس وحوزات میں قیام دائمی نہ کرتے ۔

اسلام معجزہ زمان ہے:

باطنیہ اور اس کی بیٹیوں کی زیورات و جواہرات سے مرزین فرقے اور ترنم کرتے ہوئے جیش ابرہہ کے باوجود ابھی تک یہ باطنیہ اور اس کی بنات لباس نفاق کفر وشرک کو نہیں اتار سکے ۔ابھی تک اسلام پر فتح وکامیابی کی انگلیاں بلند نہیں کر سکے ۔اب بھی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت غرب وشرق کو جزیرہ اطلس میں معاہدہ کرنا پڑا کہ ہم دونوں آپس میں لڑنے کی بجائے متحد ہو کر ایک ہی طاقت بن کر اسلام و مسلمین کا مقابلہ کرسکیں گے ۔یہ سب مسلمانوں کو کبھی انتہا پسند' کبھی دہشت گر' کبھی اسامہ' کبھی زواہری' کبھی القاعدہ اور کبھی طالبان کے الزام لگا کر صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے سرگرم ہوئے ہیں ۔یہ کبھی قرآن کی اور کبھی محمدؐ کی اہانت کرتے ہیں لیکن ابھی تک دنیا کے گوشہ و کنار سے اللہ اکبر و محمد رسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اب بھی کافرین ومشرکین ومنافقین کی طرف سے اسلام کو فرقے در فرقے میں تقسیم کرنے کے باوجود انہی کی زبان وعمل سے یہ اقرار ان کی شکست کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسلام اب بھی اس دنیا میں اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہے اور منافقین اپنا اصلی چہرہ دکھانے سے شرمندہ ہیں قادیانی قادیانی کہلانے سے شرمندہ ہیں پرویزی پرویزی کہنے سے شرمندہ ہیں اور اسی طرح غالی غالی کہلانے سے شرمندہ ہیں ۔گویا جس دین کو انہوں نے اسلام کے خلاف اٹھایا تھا وہی ان کیلئے جزام وبرص کی نشانی بنا ہے ۔

مہدویت:

خلاصہ گفتگو کیا امام مہدی کی آمد کی نوید کیا پوری بشریت کیلئے ہے کہ وہ آکر انھیں ظلم و جنایت ،فقر وفاقہ ،شقاوت و بدبختی سے نجات دلائیں ۔انھیں ظلمت کدوں سے نکال کر ھدایت وسعادت کی منزل کر طرف گامزن کریں گے ۔ اگر ایسا ہے تو پوری بشریت کیلئے آمادہ ہونا ضروری ہے تا کہ وہ آپکی آمد کے مقدمات طے کرسکیں ۔اس حوالے سے بشریت کو قانع کرنے کی واحد دلیل، دلیل عقلی ہی ہے ۔لیکن ایک ایسا جواب جو پوری بشریت کو مطمئن وقانع کرسکے واضح نہیں ہوا ہے سامنے نہیں آیا ہے ۔کافر و مشرکین آپکی آمد کی خوشخبری سے مطمئن نہیں ہیں ۔
پوری امت اسلامی کا قرآن کریم پر اتفاق ہے ۔یہ متفق ہیں کہ اس کتاب میں لا رطب و یا بس کا بیان ہے ۔یہ شکوک وشبہات سے منزہ اور وحی منزل کی حامل ہے ۔اس کتاب نے اپنے مخالفین کو چیلنج کیا ہے کہ اسکا بدل لاؤ ۔لیکن اس کتاب میں بھی امام مہدی کی آمد کے بارے میں کوئی آیت نہیں ہے ۔جن آیات سے استناد کیا جا تا ہے وہ آیات متشابہات ہیں ۔جنکے بارے میں قرآن ہی میں آیا ہے کہ متشابہات سے منافقین ہی متمسک ہوتے ہیں ۔ایک ایسی ہستی جو پوری بشریت کو ظلمت ،تاریکی اور بدبختی کو نکالنے والی ہے اسکے لئے کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے ۔لہذا ہم اس حوالے سے قرآن سے استنا نہیں کر سکتے ۔کتب اسلامی کا ایک بڑا حصہ ایسی روایات پر مشتمل ہے کہ مہدی کل عالم کو مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات دینے کیلئے آئیں گے وہ اسی دنیا میں پیدا ہو چکے ہیں اور طویل عمر کے حامل ہیں ۔ان روایات کو امت کا ایک طبقہ نہیں مانتا اور اس نظریے کے قائلین کو اپنے طعن وطنز کا نشانہ بناتا ہے ۔اور انھیں گمراہ وجھوٹا قرار دیتا ہے ۔ امت میں ایک گروہ قطعی طریقے سے اسے مسترد کرتا ہے اور کہتا ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں ۔اسی طرح ایک گروہ کہتا ہے انکی آمد حتمی ہے چاہیے قیامت آنے میں ایک دن ہی کیوں نہ رہ جائے ۔اس بارے میں روایات کے تواتر کا دعوی کیا جاتا ہے اور اصول وفروع کے باب سے زیادہ اس بارے میں روایات بیان کی ہیں ۔ لیکن روایات کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے اور یہ غلط ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں فتوی نہیں مانگا جارہا ۔صحیح وغلط روایات کے جانچنے کی کسوٹیاں علماء نے بیان کی ہیں ۔آپ سے گذارش ہے آپ ان تمام روایات میں سے صرف دس روایات ان اصولوں کے مطابق پیش کردیں جس کے راوی اپنی کتاب سے لیکر رسول اللہ تک ثابت ہوں ۔اکثر وبیشتر کتب روائی میں متواترہ کے لئے تعداد دس بیس تک آئی ہے ۔لیکن کسی موضوع کیلئے سینکڑوں تک پہنچنا اس بات کی دلیل ہے کہ بیان کرنے والا بوکھلاٹ کا شکار ہے اور اپنے مدعا کیلئے اس قدر تعداد بیان کررہا ہے ۔مثلا متعہ کیلئے صاحب وسائل شیعہ نے چار سو سے زیادہ روایات بیان کی ہے لیکن دوسرے تو چھوڑیں خود اپنے لوگوں کو متعہ سے قانع نہیں کرسکتے ،کسی بڑے اجتماع میں اس پر خطاب نہیں کر سکتے بلکہ اس سے انکا سر شرم سے جھک جاتا ہے اگر چار سو روایات صحیح ہوتی تو انھیں شرم نہ آتی ۔ اسی طرح اس قدر روایات اصول وفروع کے باب میں بیان نہیں ہوئیں جتنی امام مہدی کے بارے میں بیان کی گئی ہے ۔یہ جو کہا جاتا ہے قیامت کو ایک دن رہ گیا تو بھی آپ ظہور فرمائیں گے ۔اس حوالے سے سوال ہے وہ کون سے لوگ ہونگے جو اس بہرہ مند ہونگے ان پر یہ خاص عنایت کیوں ہے ۔ جبکہ پوری بشریت ظلم وبربریت میں اپنی زندگی گذار کا جا چکی ہوگی ۔یہ کونسے بشر ہونگے جو اس نعمت کے مستحق قرار پائیں گے ۔

مصادر

شخصیات قلقه	تالیف عبد الرحمن بدوی
الخیال عالم البرزخ ولمثال کلام محی الدین عربی	تالیف محمو محمود غراب
شرح کلمات صوفیه	تالیف محمو محمود غراب
انسان کامل	تالیف محمو محمود غراب
الفقه عند الشیخ محی الدین عربی	تالیف محمو محمود غراب
روح القدس فی محاسبه النفس	تالیف محمو محمود غراب
الطریق الی الله الحضارة الغربیه	تالیف محمو محمود غراب
خارجیگری	تالیف محمود صلواتی
فکر الخوارج والشیعه فی المیزان اهل سنت والجماعت	تالیف علی محمد صلابی
کلیات عرفان الاسلامی	تالیف همایون همه
عرفان اسلامی	تالیف آیت الله سید محمد تقی المدرسی
شرح زیارت جامعه	تالیف شیخ احمد احسائی
شرح زیارت جامعه	تالیف
شرح زیارت جامعه	تالیف
شرح دعائے افتتاح	تالیف
شرح دعائے ندبه	تالیف زمردیان
مصباح کفعمی	تالیف
احادیث قدسیه	تالیف حر عاملی
عدد الداعی	تالیف فهد حلی
مفاتح الجنان	تالیف محدث قمی

رسائل اخوان الصفہ نخباء المؤلفین

تفسیر محی الدین عربی

تفسیر سعد صعود

کشف الاسرار وعدۃ الابرابر معروف بہ تفسیر خواجہ عبد اللہ انصاری تالیف ابو الفضل رشید الدین المیبدی